۳۸۱۲

اس کتاب مین
چھپرہ کے ایک نامی رئیس شیخ نصیر کے خاندانی حالات کے سلسلہ مین
المجاہد فی دین اللہ مولوی محمد مجاہد چھپروی
ملقب بہ

المجاہد

Checked 1987

CHECKED

کے کارناموں کا تذکرہ

علامہ ابوالفضل محمد احسان اللہ العباسی

وکیل عدالت ضلع گورکھپور

مولف و مصنف

ترجمہ قرآن مجید بزبان اردو - تاریخ الاسلام - زاہدہ - صحیفۃ الاراسل - تاریخ حکمای یونان
مجموعۂ رسائل مفیدہ

نے

نہایت خوبصورتی سے بیان کر کے عورتون کے حقوق کی حفاظت کی طرف جہان تک اسکو وراثت سے تعلق ہی قوم کو متوجہ کیا ہی - اور ایک دلچسپ قصہ کے پیرایہ مین بہت سی مفید باتین - آیات قرآنی اور احادیث کے انضمام کے ساتھ بیان کی ہین

اسدی پریس گورکھپور مین منشی سیتلا بخش شایق نے چھاپا اور وہین سے شایع کیا

اول بار ایک ہزار جلد سنہ ۱۹۰۸ء قیمت فی جلد دو روپیہ

تمہید

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بانا بھی وبال جان ہوتا ہی - مین نے تاریخ الاسلام کیا لکھی خود کو جنجال مین پھنسا
عین صحابہ کرام کے وقت کی روشنی تلاش کرتی ہین - اس انحطاط مین عروج
کی شعاعین ڈھونڈھتی ہین - اور بالآخر جب دامن گلچین کی طرح خزان کے نام کو رو کر
رہجاتی ہین تو دل اندر ہی اندر سوس کر رہجاتا ہی - جہل کتنا ہی برا ہو آرام سے بیٹھنے تو دیتا ہی
یہ علم کس کام کا کہ اسکے سبب سے زلیست بار ہو جائے - دوسرون کی بہبودی کے لیے
ذی علم تمام عمر تفکرات مین مبتلا رہے - مین تو طفل دبستان ہون اور کسی شمار مین نہین
ہون - بڑے بڑے بہی خواہان قوم کو دیکھا کہ وہ دوسرون کے لیے مرتے دم تک مبتلائے
آلام رہے - اسی کوچہ مین مین نے بھی قدم رکھا ہی - ابتدائے عشق ہی - جی ڈرتا ہی لیکن
قدم آگے بڑھتے چلے جاتے ہین - میری نیک نیتی درگاہ باری مین پسند آگئی تو پھر کیا کہنا
تمام محنت وصول ہو جائیگی - اور نہین تو کمین کا نہ ہون گا - الاعمال بالنیات کے بھروسہ
پر اپنی سی کیے جاتا ہون - شان عبودیت کا یہی مقتضا ہی -

تاریخ لکھتے وقت جتنی کتابین میری نظر سے گزرین انکے بیان کی ضرورت نہین - ہر ایک
سمجھ سکتا ہی کہ کتنے پھولون سے تاریخ الاسلام سا عطر کھنچا ہوگا - تفسیر - حدیث اور سیر کی اتنی
بہت سی کتابین پڑھنے اور گزشتہ مسلمانون کے حالات جاننے کے بعد مجھ سے اگر مین
چارپایہ بر و کتابے چند نہین ہون وہی امید رکھنا چاہیے جو ایک معمولی سمجھ کے مسلمان سے
جس نے اتنی سب کتابین دیکھی ہون ہوسکتی ہی - یہ کب ممکن تھا کہ مین کتابین دیکھتا اور انکو
نہ سمجھتا - یا سمجھتا لیکن انسے متاثر نہ ہوتا - اب آنکھین وہی باتین خارج مین دیکھنا چاہتی ہین
اور سخت الجھن ہی کہ نہین دیکھتین - اسلام کا جو مفہوم کتابون مین ہی وہی عملی طور پر مسلمانون
کے دماغ مین بھی ہونا چاہیے - لیکن تعجب ہی کہ ایسا نہین ہی - افسوس زمانہ حال کو زمانہ
گزشتہ سے کوئی مناسبت نہین ہی کتاب اللہ اور کتاب الرسول مین کوئی فرق نہین آیا -
تمام مسلمان انکو مانتے ہین لیکن انپر عمل کرنے سے گھبراتے ہین یہی بڑی حیرت ہی - عقاید - عبادات
اخلاق - تمدن کن کن سے بحث کیجائے - ہر ایک بجائے خود محتاج اصلاح ہی - دل چاہتا ہی
کہ مسلمانون کی اخلاقی حالت تو درست ہو جاتی - زائد نہ سہی تبع تابعین کا وقت تو دیکھنے مین
آتا - اور زمانہ کہتا ہی کہ اس کاروان کو گزرے ہوئے بارہ تیرہ سو برس ہوئے - آگ کب کی بجھ

گئی ہے ع گردیئے ہو عبث خاک مین دھرا گیا ہی۔ محبان اسلام کے دلون پر یہ مایوسیان
وہ کام کرتی ہین جو برق خرمن پر کرتی ہی۔ لیکن صرف اتنا سہارا کہ مسائل اسلام کتابون مین
موجود ہین کشادہ دلون پر اثر کر جائین“۔ قومی بہی خواہون کو تھکنے نہین دیتا۔ ان چند سطرون مین
نہ معلوم مین کیا کچھ لکھ گیا اسکی تشریح کے لیے ایک دفتر درکار ہی۔ افسوس اتنی فرصت نہین
کہ دنیاوی مشاغل ساتھ رکھکر ان باتون مین زیادہ وقت صرف کر دن اور نہ زمانہ مساعد ہی
کہ انھین کامون کا ہو رہون۔ مین نے کہا اور سمجھا نہ سکا تو مجذوبون کی بڑ سے زیادہ وقعت میرے
کلام کو نہین ہو سکتی۔ سر دست مین اس کتاب مین دکھاتا ہون کہ عورتون کے حقوق کی نگہداشت
مین شرع نے کہانتک مبالغہ کیا ہی۔ اور مسلمان کہانتک اس سے غافل ہین۔ ہم مین جہان سب
نحوستین ہین وہان ایک یہ بھی ہی کہ بعض بعض گھرون مین ماؤن بہنون۔ بیویون اور لڑکیون کی
حالتین لونڈیون سے بدتر ہین۔ اس زمانہ کے بہت سے مسلمان اُس وقعت کا اندازہ بھی
نہین کر سکتے جو اُنکی ماؤن اور دادیون کو زمانہ سلف مین حاصل تھی۔

مین نے زاہدہ مین عورتون کے حقوق سے کم و بیش بحث کی ہی۔ محسنۃ الارامل عقد بیوگان
پہ ایک مستقل رسالہ ہی۔ یہ چھوٹی سی کتاب ہی لیکن قوم کا جہل رفع کرنے کے لیے تمام ضروری باتین
اسمین موجود ہین اب جا بجا عقد بیوگان کا چرچا ہو رہا ہی۔ روشن خیال نوجوانون نے عورتون کی تعلیم
کی طرف بھی توجہ کی ہی لیکن میرے نزدیک بہی خواہان قوم نے اُن فاسد خیالات کی طرف
توجہ نہین کی جنکی اصلاح ہوئے بغیر یہ سب تحریکین بیکار ہین۔ یہ کوئی راز نہین ہی۔ کھلی ہوئی باتین
ہین کہ بعض متمول گھرون مین عورتون کو محروم الارث قرار دینا باعث ہتک یا خلاف شرع سمجھا
نہین جاتا۔ گویا عورتون کو نوع انسانی سے خارج سمجھتے ہین اور اُنکے حقوق انسانی تسلیم نہین
کرتے۔ جب عورتین قوم مین اس درجہ ذلیل ہین تو اُنکی تعلیم کی طرف قوم کو توجہ دلانا عبث ہی۔
پہلے قوم کو یہ بتانا چاہیے کہ لڑکیان تمھاری اولاد ہین اور تم پر اُنکے حقوق ہین۔ جب قوم اسکو پوری
طرح سمجھ جائے تب عورتون کی تمدنی حالت درست کرنے کی طرف توجہ درست اور کارآمد ہو سکتی ہی
مین نے اس کتاب مین عورتون کے حقوق سے بحث کی ہی اور قوم سے درخواست کی ہی
کہ وہ شرعی قیود کے ساتھ لڑکیون کو بھی اپنی اولاد سمجھین۔ مجھے اپنی تمام ملکی بہنون سے وہ مسلمان
ہون یا ہندو ایک خاص ہمدردی ہی۔ مذہبی پیرایہ چھوڑ کر اخلاقی اصلاح مشکل تھی۔ مختلف
مذاہب کی رعایت مدنظر رکھنے سے اصلی غرض فوت ہو جاتی اسلیے مین نے ایک مسلمان
خاندان منتخب کیا اور اسلامی احکام کی رعایت سے اُسپر نظر ڈالی۔ اگر میری تحریر نے مسلمان
عورتون کے حقوق کی حفاظت کی۔ قوم مین اُنکے اعزاز کا خیال پیدا ہوا تو اخر صحبت سے
میری تمام ملکی بہنین کہانتک مستفید نہ ہونگی۔ خدایا تو اپنے بندون کو خیر کی توفیق دے اور توفیق
مین استواری دے۔ آمین ثم آمین۔

احسان اللہ۔ گورکھپور ۱۵ دسمبر سنہ ۹۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی

باب ۱

تمہیدی بیان

تیرھوین صدی کا آغاز بھی اہل ہند اور بالخصوص مسلمانان ہند کے لیے کس تباہی اور بربادی کا زمانہ تھا۔ سلطنت ہاتھ سے جا چکی تھی۔ غیر قوم کی حکومت شروع تھی ہندو اور مسلمانون کی خودمختار ریاستون کو طوائف الملوکی سے زیادہ وقعت نہ تھی شہنشاہی کا استحقاق تاجرون کی جماعت نے حاصل کر رکھا تھا طرز حکومت کچھ سنبھل چلا تھا پھر بھی غیر قوم کے تاجر دفعتاً کیا کر سکتے تھے۔ منادی پکارتا تھا "ملک خدا کا۔ بادشاہت شاہ عالم بادشاہ کی اور انتظام سرکار کمپنی بہادر کا" خطبہ مین نام کسی کا تھا سکہ کسی کے نام کا جاری تھا۔ نظامت کا انتظام ایک کے ہاتھ مین تھا اور تحصیل مالگزاری کا حقدار کوئی دوسرا تھا۔ کہین شرع پر عمل تھا اور کہین شاستر پر۔ جابجا انگلستان کا قانون بھی دخل درمعقولات کر رہا تھا۔ مفتیون کو شرعی فتوے سناتے وقت انگریزی قانون کی رعایت مدنظر ہوتی تھی

نہ پورے طور پر شرع ہی پر عمل تھا اور نہ انگریزی قانون پر۔ رعایا اپنے حقوق بھول گئی تھی۔ جہالت ہی کا نام علم تھا۔ جہالت میں جسکا درجہ بڑھا ہوا تھا وہی گویا بڑا عالم تھا۔ ہر جگہ طوفان بے تمیزی برپا تھا۔ اکبر کے زمانے میں جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے میل جول کی ابتدا قایم ہوئی تھی اُسکے زہریلے اثر سے اسلام کی رنگت مسلمان گھرانوں سے زایل ہوتے ہوتے نام کو باقی رہ گئی تھی۔ حکومت ذرا عیب پوشی کرتی تھی۔ اسکا جانا تھا کہ عیوب ظاہر ہونے لگے۔ کوئی پرند عرصہ تک قفس میں رہ کے نکلے اور اُسپر ہر طرف سے بلائیں ٹوٹ پڑیں۔ یہی کیفیت حکومت چھن جانے پر مسلمانوں کی تھی۔ نہ مزدوری کر سکتے تھے نہ تجارت کرنا جانتے تھے۔ اُنکے پاس جو علم و ہنر تھے اُنکی قدر نہ تھی۔ زمانہ کے موافق بننا انکو ایسا ہی مشکل تھا جیسا کہ ٹوٹے ہوئے برتن کو پھر برتن کی صورت میں آنا۔ کچی مٹی سے اچھا برتن بن سکتا ہے لیکن ایک مرتبہ برتن بنکر ٹوٹ جائے تو پھر اُسکو برتن کی صورت میں لانا غیر ممکن نہیں تو محال ضرور ہے ؎

کسی نے مول نہ پوچھا دلِ شکستہ کا
کوئی خرید کے ٹوٹا پیالہ کیا کرتا

سادہ کاغذ پر سب کچھ لکھ سکتے ہیں لیکن کچھ لکھ کر بگڑ جائے تو پھر دوبارہ لکھنا مشکل ہوتا ہے۔ یہاں مسلمانوں کی ترقی یا تنزل سے بحث نہیں ہے بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ اُسوقت کے مسلمانوں کی تمدنی اور اخلاقی حالت کیا تھی اور آیندہ کے لیے کہاں تک نا امیدی پھیلی ہوئی تھی۔

اب اس حالت میں مسلمانانِ ہند کی وہی کیفیت ہونی چاہیے تھی جیسا انسانی طبیعت کی کمزوریوں سے امید کیجا سکتی ہے۔ خیالات لبت تھے۔ حوصلے پست تھے۔ ہمتیں قاصر تھیں اور نیتیں خراب تھیں۔ بیچارگی اور بیکسی میں وہ واجب الرحم تھے۔ اور عبرت زمانہ تھے۔ ع فاعتبروا یا اولی الابصار کی جا تھی۔

مسلمانوں سے زیادہ دوسری قوم ان خطابات کے لایق نہ تھی۔ یوں تو سبھی ایک درجہ میں تھے۔ ایک سے ایک بڑھ کر گمراہ اور ایک سے ایک زیادہ تباہ حال۔ ضلالت کچھ مسلمانوں ہی کی

کے حصہ مین نہ تھی۔ یہان کے اصلی باشندے ہنود اور بھی بُری حالت مین تھے۔
لیکن مسلمان اسلیے مورد الزام تھے کہ اُنکی آنکھین تھین اور اُنھون نے بند کر لی تھین
"ینظرون ولا یبصرون" وہ دیکھ سکتے تھے لیکن دیکھتے نہ تھے۔ دُنیا کی اندھیری کوٹھری
مین رہنے کے لیے اُنکے پاس مشعل تھی لیکن دوسری قوم کی دیکھا دیکھی وہ اُسے
فضول سمجھے اور بجھا دی۔ قرآن جسپر اُنکے اسلاف کو ناز تھا وہ اُنکا دستور العمل نہ تھا
اور اسی لیے انپر طرح طرح کی مصیبتین نازل تھین۔ قرآن کو یہ جانتے تھے چومتے
تھے کئی تہ مین لپیٹ کر رکھتے تھے اسکی طرف پیٹھ کرنا برا جانتے تھے۔ عادتاً اُسکی
تلاوت بھی کرتے تھے لیکن سمجھنے کی اُنکو ذرا بھی کوشش نہ تھی اور جو سمجھتے تھے وہ
عمل کرنے سے گھبراتے تھے۔ اُنکے نزدیک قرآن شریف کے احکام زمانہ کے موافق
نہ تھے۔ وہ اپنے دستور العمل کو جو مجموعہ جہالت سے زیادہ نہ تھا احکام قرآن شریف سے
بدرجہا اچھا جانتے تھے۔ ہاے دیکھانے کو سب کچھ کرتے تھے۔ نماز پڑھتے تھے۔ روزہ
رکھتے تھے۔ وظیفہ پڑھتے تھے۔ قرآن شریف کی تلاوت کرتے تھے۔ کیا کچھ نہین کرتے
تھے۔ لیکن سب زبانی داخلا دل سے کوئی تعلق نہین۔ قرآن تو مجموعہ احکام ہے لیکن اسکو
عملیات کی کتاب سمجھتے تھے۔ اُنکا بس چلتا تو اوراق قرآن کو پانی مین گھول کر پی جاتے
کوئی ورق تلاوت کے لیے باقی ہی نہ رہتا۔ لیکن وہ تو یون کہو کہ خدا خود اپنے کلام کا
حافظ ہے۔ لوگون کی خوش اعتقادی اسدرجہ بڑھنے نہین پائی تھی "وانا لہ لحافظون"
عبادت مین بہت سی اختراعین کر لی گئی تھین۔ نئی قسم کا اسلام ہندوستان مین رائج
ہو چلا تھا۔ شعار اسلام نام تھا اتباع جہالت کا۔ اور کوئی راہ راست پر چلتا بھی تو لوگ
اسکو نکو سمجھتے تھے۔ مسلمانون کا سب سے بڑا دشمن وہ تھا جو اُنکی مذہبی حالت کی
اصلاح کی فکر کرتا۔

مشتے نمونہ از خروارے۔ یہان ایک خاندان کی حالت دکھائی جاتی ہے۔ اسی پر قیاس
کر لینا چاہیے کہ اُسوقت اپنی تمدنی اور اخلاقی حالت مین مسلمان کہان تک گرے ہوئے
تھے۔

شاہ شجاع کرمانی کا خاندان جب تیمور کے وقت مین تباہ ہوا تو کچھ لوگ وہان سے ہندوستان چلے آئے تھے۔ شاہان دہلی و جون پور نے ان مہمانون کی بڑی عزت کی۔ انکو تقرب سلطانی حاصل ہوا۔ لیکن بو سے شاہزادگی انکے دماغ مین تھی۔ شاہان ہند کی مزاج دانی انسے نہ ہو سکی۔ مختلف قصبات مین جاگیرین پاکر انھون نے علیحدہ علیحدہ بود و باش اختیار کرلی۔ ایک شاخ اس خاندان کی دیوہ ملک اودھ مین چلی آئی۔ اور چند دنون کے بعد یہ لوگ وہان سے سیوان ضلع سارن مین آبسے۔ زمانہ کی گردش سے یہ سب عبرت زمانہ ہو گئے تھے۔ کھانے پینے سے اب بھی خوش تھے لیکن اخلاق کے اعتبار سے انکی حالت ناگفتہ بہ تھی۔ لکھنے پڑھنے کا چرچہ کچھ چلا جاتا تھا لیکن ہر طرف سے نکبت اور جہالت کی گھٹائین جو چھا رہی تھین انکے مقابلہ مین علم کی شمعین بہت کم تھی۔ ملکی رسم و رواج نے ہندوؤن سے زیادہ انکے گھرون مین دخل کرلیا تھا۔ اسوقت دنیوی رسومات اور مذہبی معاملات مین ہندو سنسکرت کے چند اشلوک اور مسلمان چند آیات قرآنی ورد کرتے تھے۔ بس یہی غیر مانوس زبانین۔ یا کچھ ظاہری وضع ڈاڑھی۔ مونچھ۔ دھوتی۔ پاجامہ۔ چوٹی۔ جنیو۔ سے ہندوون اور مسلمانون مین فرق معلوم ہوتا تھا۔ اور اس فرق پر ایک دوسرے سے لڑمرنے کو طیار اور کٹ مرنے کو شہادت اور غزوہ جانتا تھا۔ لیکن طرز عمل اور اعتقادات سے بحث کیجیے تو ایک کو دوسرے سے الگ کرنا مشکل تھا۔ شاہ شجاع کا خاندان بھی ہندوستان مین آکر اثر صحبت سے محفوظ نہ رہ سکا۔ قوم کے اخلاق خراب ہوئے اور قومی ادبار شروع ہوا۔ جب تک اخلاق درست رہتے ہین قوم مین ترقی اور زور رہتا ہے۔ اور جہان اخلاق بگڑے ہر طرح نکبت نے گھیرا۔

اسوقت مسلمانون کے تمام بڑے بڑے خاندان کی حالت خراب تھی اس موقع پر اسی ایک خاندان کی تمدنی حالت دکھائی جاتی ہے۔ اسکے علاوہ مسلمانون کے علم اخلاق مین یہ انقلاب تعز من تشاء و تذل من تشاء۔ جب ہی تو انگلستان کے تاجرون کو ہندوستان کی شہنشاہی کا خیال پیدا ہوا اور انھون نے دکھا دیا کہ فی الواقع تخت و تاج کے مستحق ہی

ہین - اور مسلمانان ہند مین اتنے بڑے بار اُٹھانے کی قابلیت نہین ہے۔ زمین ہند نے مسلمانون کے قومی اعزاز اور مذہبی وقار کو بھی خاک مین ملا دیا تھا۔ ہنود تو پہلے ہی سے ہٹے ہوئے تھے ان بیچارون سے کیا امید کیجا سکتی تھی۔ سکھون اور مرہٹون نے کچھ سر اُٹھائے تھے لیکن کشت و خون کے سوا اور کچھ بھی نتیجہ نہ نکلا۔ انکے اصول اتنے مہذب اور مضبوط کب تھے کہ یورپین طاقتون کے مقابلہ مین جنکو فطرت تمام دنیا کی شہنشاہی کے لیے طیار کر رہی تھی قدم جمائے رہتے۔

باب ۲

شیخ نعیم

سیوان مین دو ہی چار گھر شریفون کے تھے جنمین سب سے زیادہ متمول گھر شیخ نعیم کا تھا جو اپنے کردار سے لئیم مشہور ہو گیا تھا مگر اس کتاب مین وہ شیخ نعیم ہی کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے۔

شیخ نعیم دولت کے اعتبار سے سب سے اچھا اور تمدنی حالت مین سب سے بدتر تھا۔ صبح اُٹھ کر اُسنے قبا پہنی کھڑکی دار پگڑی سر پر رکھی۔ کمر سے ایک تھان باندھا۔ ہاتھ مین جریب لی اور گھر سے نکلا۔ یہان وہان بیٹھ کر کچھ دل خوش کن باتین کین۔ باقتضاے بخل اسکے مزاج مین کچھ بیجا انکسار بھی تھا۔ ہر درجہ کے لوگون سے برابر کی ملاقات ہوتی تھی۔ یہ اپنے دل مین تو سمجھتا تھا کہ مجھسے تمام چھوٹے بڑے راضی ہین۔ لیکن یہ خبر ہی نہ تھی کہ صبح کو اُسکا نام لینے مین سب کو تامل ہوتا تھا۔ اسکے پاس عقل تو خاک نہ تھی۔ لیکن تمول اسکے حصہ مین تھا تو زیرک کون مشہور ہوتا۔ خرس در کوہ بوعلی سیناست۔

پیری مریدی کا سلسلہ بزرگون کے وقت سے جاری تھا۔ اسمین کیا شبہ ہو سکتا ہے کہ اسکے خاندان مین بڑے بڑے اکابر گزرے تھے اُنکے نام سے کچھ تو یہ بھی معزز اور شریف سمجھا ہی جاتا تھا۔ نشہ دولت سب پر بالا تھا۔ یہ تھا تو ایک معمولی زمیندار لیکن شرافت

خاندانی اور اسلامی گورنمنٹ کی کمزوری کی وجہ سے اسکو وہ اختیارات حاصل تھے جو
اس زمانہ مین چھوٹے چھوٹے خودمختار رئیسون کو مشکل سے حاصل ہوسکتے ہین۔ اسوقت
کوئی خودمختار رئیس کسی سے ناخوش ہوجائے۔ جائز اور ناجائز وسیلون کا امتیاز اُسے
نہ بھی رہے تو بدلا لینے مین کم سے کم دو چار مہینے کا وقفہ ہوگا۔ مقدمہ قایم ہوگا جھوٹے
گواہ گزرین گے۔ حوالات نصیب ہوگی۔ مہینون کا جھمیلا۔ کہین وہ بیچارا مجرم قابل معافی
ٹھہر گیا تو یہ بھی غیرممکن نہین ہے۔ شیخ نعیم کی خودمختاری اِن تمام قیود سے مبرا تھی۔ اسکو کسی سے
رنج ہوا۔ ابھی اُس غریب کو شیخ صاحب کی رنجش کا پتا بھی نہ ملا تھا کہ رات کو دو سرہنگون
نے کہین موقع سے سوتے جاگتے۔ چلتے پھرتے اُس غریب کو پکڑ پایا پکڑ گیا تھا فوراً آنکھ پر
پٹی باندھ کر اور منھ مین کپڑا ٹھونس کر اُسے لے چلے۔ وہ اچھا خاصا ہے۔ سانس برابر جاری
ہے ابھی دم ٹوٹا نہین کہ کمر مین گھڑا باندھا اور دریا مین چھوڑ دیا۔ وہ بیکس ہاتھ پاؤن بھی مارنے
نہ پایا تھا کہ گھڑے مین پانی بھرا اور ڈوب گیا۔ لاش پہنچ گئی۔ توپ نہین۔ بندوق نہین نیمچہ
کی ضرورت نہین۔ تلوار برچھی۔ کٹار کچھ نہین۔ پیسے دو پیسے کا مٹی کا گھڑا ہے۔ عام طور پر تشنہ لبون کو
سیرابی کا کام دیتا ہے۔ لیکن شیخ نعیم کی کرامت یہ تھی کہ وہ اُنکے ایما سے آلۂ ہلاکت
بنجاتا تھا کہ ہلاک کرے اور کسی پر ظاہر نہ ہو۔ ہلاکت اور اخفاے واردات دونون کام
ایک ہی چیز سے نکلے۔ رات کو شیخ صاحب جو کچھ چاہین کرگزرین لیکن دن کو جب
کھڑکی دار پگڑی سر پر رکھی اور ہاتھ مین جریب لی تو پھر یہ معلوم ہوتا تھا کہ اِن سے بڑھ کے
دوسرا کوئی مقدس اور مقرب بارگاہ ایزدی نہین ہے۔

شیخ صاحب نامناسب وقت نہ تھے۔ اُسوقت کی نیک نامی کے لیے جتنی باتین
درکار تھین وہ سب اُنمین موجود تھین جیسی قوم ویسا امام۔ اُنکے عادات تو عجب تر یہ
سمجھے جاتے کہ قوم کے خیالات کے خلاف ہوتے۔ وہ سب ایک ہی رنگ مین رنگے
ہوئے تھے۔

نعیم قومی خیال کے مطابق بخیل مشہور تھا اور اسلیے ممکن تھا کہ اُسکا بخل اُسکی
عزت قایم نہ ہونے دیتا۔ لیکن بخل کی تلافی وہ کم سخنی اور انکسار سے کرتا تھا۔ بولتا بہت کم

تھا۔ دو بدو کوئی کیسا ہی سخت لفظ اسکی شان مین استعمال کرتا لیکن وہ کبھی لب نہ کھولتا تھا۔ واہ ری تیری حکمت عملی۔ لب کو تو جنبش تک نہ ہوئی۔ لیکن دوسرے دن تمام گاؤن مین مشہور ہوگیا کہ کل جس نے شیخ صاحب سے گستاخی کی تھی آج اُسکا پتہ نہین ملتا۔ شیخ صاحب کی بددعا اثر کر گئی۔ وہ کہین غائب ہوگیا یا مر گیا۔ عوام کی خوش اعتقادیون سے شیخ صاحب اور بھی بیباک تھے جو چاہتے تھے کر ڈالتے تھے اور سمجھتے تھے کہ کوئی برا کہنے والا بھی نہین ہی۔ جس شخص کے اخلاق کا مصلح صرف خدا یا گورنمنٹ کا خوف نہ ہو اُسکی زندگی کے حالات کا لکھنا گویا کسی غیر معمولی انسان یا حیوان بصورت انسان کا حال لکھنا ہی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اکثر فرمایا کرتے تھے اور اپنے طرز عمل سے ثابت بھی کرتے تھے کہ خیرکم خیرکم لاہلہ وانا خیرلاہلی جو شخص اپنے گھر والون کے ساتھ اچھا ہی وہ سب سے اچھا ہی۔ یعنے جو شخص گھر والون کے ساتھ برا ہی وہ سب سے برا ہی۔ شیخ صاحب کا جو برتاؤ گھر والون کے ساتھ تھا اُسکا بیان شیخ صاحب کی تمدنی حالت کا پورا نقشہ کھینچ دیگا

کوئی یہ نہ سمجھے کہ اُسوقت تمام برائیان مسلمانون ہی مین تھین۔ یا شیخ نعیم ہی سب سے برا تھا۔ ہندوؤن مین تو اور بھی اندھیر تھا۔ زندہ بیوائین اپنے شوہرون کی نعش کے ساتھ آگ مین جلتی تھین اور اُنکے اولیا خوش ہوتے تھے۔ قلوب کی حالت اس سے ظاہر ہی اسی پر تمام باتون کو قیاس کرنا چاہیے۔ اپنے سچے مذہب کے پیرو نہ مسلمان تھے اور نہ اپنی قدیم کتابون کے مقلد ہندو تھے۔ گورنمنٹ کمزور تھی اور علوم کا چرچا کم تھا۔ دلون کو باقاعدہ رکھنے کے لیے ایک شی بھی نہ تھی۔ ابتداے فتوحات اسلام مین یہودیان شام اور گبران عراق جس خراب حالت مین تھے اُسی کے قریب قریب ہندوستان کے ہندو اور مسلمانون کی حالت پہنچ گئی تھی اور اسی لیے رب العالمین نے اپنے بندون پر ایسٹ انڈیا کمپنی کو لعنات کیا اس کتاب مین صرف مسلمانون کی حالت سے بحث کرتا ہی۔ متمول کے ساتھ برائیون کو خاص تعلق ہوتا ہی اسلیے ایک متمول خاندان چُن لیا گیا۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ مصنف کو متمول مسلمانون سے کوئی خاص خلش ہے۔

شیخ صاحب جب چالیس برس کی عمر کو پہنچے تو انکے ایک لڑکی پیدا ہوئی۔ وہ اولاد

مایوس ہو چلے تھے اسلیے یہ لڑکی اُنکو کسی قدر غنیمت معلوم ہوئی ورنہ اُنکی طبیعت کے سے آدمی کے گھر لڑکی پیدا ہونی اور زندہ رہنے پاتی سخت تعجب تھا۔

شباب گزر جانے کے بعد خواہ مخواہ اولاد کی تمنا ہوتی ہے۔ ہندوؤن کے خیال کے مطابق اولاد مرنے کے بعد پنڈے اور پانی دیتی ہے تو عاقبت درست ہوتی ہے۔ اسی طرح نعیم کو بھی چالیس برس کے بعد کچھ مذہبی خیال پیدا ہوا تو وہ بھی محض اس پیرایہ مین کہ کوئی فاتحہ پڑھنے والا ہوگا تو معاد بالطف ہوگی۔ اور کچھ کچھ اُنکو یہ خیال بھی تھا (جیسا کہ اکثر کم فہمون کو ہوا کرتا ہے) کہ اولاد نہ ہوگی تو جائداد کیا ہوگی۔ نام ونشان کس طرح باقی رہیگا۔ جائداد پیدا کرنے مین جن جائز اور ناجائز وسیلون کو شیخ نعیم کام مین لایا تھا۔ عیاذاً باللہ۔ سُننے سے رونگٹے کھڑے ہوتے تھے۔ گویا روز ازل مین تمام دنیا کی سنگدلی۔ قساوت اور لالچ کے دو حصے ہوئے تھے۔ ایک حصہ نعیم کو ملا اور دوسرا حصہ تمام دیگر بنی نوع انسانی پر تقسیم کیا گیا۔ یہان مین کسی قدر مبالغہ ہو لیکن اسمین شبہ نہین کہ ناجائز وسیلون سے جائداد پیدا کرنے والا نعیم سے بڑھکر کوئی دوسرا آج تک صوبہ بہار مین نہین ہوا اور خدا نہ کرے کہ کوئی آیندہ پیدا ہو۔ شیخ نعیم نے جس گاؤن مین ایک پائی خریدی دو تین برس کے اندر ہی اندر اُسپر لازم تھا کہ کل گاؤن کا مالک ہو جائے۔ جبر سے خوشامد سے دھمکی سے لڑائی سے جس طرح ممکن ہوتا وہ مسلم گاؤن پر قبضہ کیے بغیر چین نہ لیتا۔ جعل بنانے مین اسکو یہ مہارت تھی کہ دور دور سے اہل غرض اسکے پاس آتے تھے۔ اخیر اخیر اسکی یہ حالت تھی کہ اسکی مجلس مین جس گاؤن کا تذکرہ ہوا دوسرے دن کل گاؤن والے آئے اور خوشی سے کچھ حصہ زمینداری اسکی نذر کر گئے۔ اور آیندہ امن کا وعدہ اسکے بدل مین لیتے گئے۔

ایسے خیال والون کی طبیعتین بھی عجیب قسم کی ہوتی ہین۔ جائداد کا عطر کھینچ کر قبر مین اُنکے ساتھ جا سکے تو پھر وہ اس بات کی فکر نہ کرین گے کہ مرنے کے بعد وارث مال و دولت کون ہوگا۔ کار خیر مین دولت صرف کی جائے تو البتہ ممکن ہے کہ اُسکا ثواب زاد آخرت بنکر ساتھ دے۔ لیکن انسان کا ہمزاد نفس شیطانی ہمیشہ ہر شے کی بُری تصویر سامنے پیش کرنے کا ساعی رہتا ہے۔ اور کبھی انسان کو راہ راست کی طرف رُخ کرنے کی اجازت نہین دیتا

مال وخزانہ تو قبر میں ساتھ جانے سے رہے اور ثواب کی صورت مین اُسے بدل کر ساتھ لے
لین اتنی عقل کہاں۔ جب دیکھا کہ دنیاوی دولت پر پورا قابو نہین ہی تو آخر عمر مین اکثر سوچنے
لگے کہ دولت میرے ساتھ نہ چلے تو میری ہو کر تو دنیا مین رہے۔ اولاد پیدا ہو۔ گھر آباد ہو۔
کسی طرح نام قایم رہے۔ اولاد کی خواہش تو فطرتی تقاضا ہی لیکن اسکے ساتھ یہ سب
خیالات توہمات جاہلیت اور لامذہبی کی دلیلین ہین۔

بہت سے نادان نام ونشان قایم رہنے کی فکر مین مبتلا پائے گئے۔ مرنے
کے بعد نام ونشان باقی رہے یا نہ رہے مرنے والے کو اِن لغویات سے کیا واسطہ اسکو تو صرف
اپنے اعمال سے تعلق رہیگا۔ نام ونشان باقی رہنے کا بھی خیال بالکل غلط ہی سینکڑوں مین
نوے ایسے ہین جنکو خود اپنے دادا کے باپ کا نام معلوم نہین ہی۔ اور دادا کے دادا کا
نام جاننے والا تو شاید ہی سو مین ایک بمشکل نکلے۔ کوئی اس سے پوچھے کہ تمھارے دادا یا
پردادا کا نام تم سے کیا روشن ہی کہ تم اپنی اولاد سے بقاے نام کی امید رکھتے ہو؟۔

غرض انھین خیالات نے نعیم کو دختر کشی کی طرف مائل نہین کیا۔ ورنہ شیخ نعیم سا
لییم ناخواندہ مہمان معصومہ کو ایک ساعت بھی اپنے گھر مین نہ رہنے دیتا۔

لڑکی پیدا ہوئی اور آغوش مادر مین پرورش پانے لگی۔ فطرت نے اپنا زور دکھایا
لڑکی کی بھولی بھولی صورت نے نعیم کے دل پر کچھ اپنا نقشہ جمایا۔ کچھ محبت باپ کے
دل مین پیدا ہوئی لیکن ناپایدار رہی۔ جب دوسرے سال ایک لڑکا عبدالجبار
(جو بعد کو جبار مشہور ہوا) پیدا ہوا تو شیخ نعیم نے اُسکے مقابلہ مین معصومہ کی قدر بالکل کم
کردی۔ لیکن اسکا امتیاز معصومہ کے بیاہ تک دوسرون کو نہ ہوسکا۔

اُس زمانہ کے ناپاک دستور کے مطابق لونڈیون کی طرح معصومہ گھر مین پلتی رہی اور
جوان ہونے پر چھپرے کے ایک تاجر کے ساتھ جو شیخ صاحب کی ذات و برادری کا تھا بیاہ
دی گئی۔ بیاہ ہونے کے بعد شیخ صاحب سمجھے کہ گھر سے ایک بہت بڑی بلا نکل گئی یا سر پر
ایک بوجھ تھا اتر گیا۔ شیخ صاحب نے اپنی لخت جگر لڑکی نہین بیاہی بلکہ گھر کی کسی لونڈی
یا اس سے بھی کمتر درجہ کی کوئی لڑکی بیاہی۔ لونڈیون کا احترام جتنا عرب کرتے تھے

اور جس حد تک اُنکے حقوق کی نگہداشت کرتے تھے - شیخ صاحب کو معصومہ کا خیال اُسکے پاسنگ کے برابر بھی نہ تھا -

معصومہ پہلی مرتبہ سسرال گئی تو پھر باپ کے گھر نہ آئی - شیخ صاحب نے کبھی اُسکے دیکھنے کی خواہش کی - اُسکی ماں نے بیشک اُسکو کئی مرتبہ بُلانا چاہا - اپنے اصرار کی وجہ سے دو بار نعیم کے عتاب میں آئی - نعیم کا مقولہ تھا کہ جو بلا کسی طرح گھر سے گئی پھر اُسے بُلانا سخت بدانشی ہے -

معصومہ سسرال گئی تو کچھ دنوں تک وہ امارت اسکے دماغ میں تھی جس سے اُسکا شوہر بہت دنوں تک پریشان رہا - لیکن تھوڑے ہی عرصہ میں یہ وقت رفع ہو گئی علمت علی اُسکی راست آئی - ایک روز اُسنے خفا ہو کر محافہ منگوایا اور بی بی کو گھر سے نکالنا چاہا - معصومہ بیچاری پردے کی رہنے والی گھر سے نکل کر کہاں جاتی - قریب ہی اپنی نند کے گھر چلی گئی اور اپنی حالت سے ماں باپ کو مطلع کیا - اس چٹھی کا نتیجہ صرف یہ ہوا کہ نعیم اور نعیم کی بی بی میں لڑائی ہوئی - بی بی نے دو تین وقت کھانا نہیں کھایا - نعیم کو مالی نفع کچھ اس طور سے بھی ہو گیا - بس اتنا ہوا اور کچھ نہیں معصومہ باپ کے گھر بلائی جاتی - بھلا نعیم سے ایسی ناعاقبت اندیشی کب ہونے والی تھی - وہ گئی ہوئی بلا کو کب گھر میں آنے دیتا - معصومہ کو جب اپنے والدین کی حقیقت معلوم ہوئی تب اُسنے اپنے کو پہچانا - اور پھر اُسکے شوہر محمد شریف کو بھی لطف زندگی حاصل ہونے لگا - ورنہ اسکے پہلے شریف کو معصومہ اپنا خانہ زاد غلام سمجھتی تھی اور شریف کو یہ الجھن تھی کہ یہ کمبخت خود دماغی کے ساتھ کچھ دولت بھی اپنے ساتھ لاتی تو خیر صبر آتا -

وہ زمانہ دوسرا تھا - تمام قوم ایسے ہی خیالات میں ڈوبی ہوئی تھی - نعیم کسی قدر زیادہ سخت تھا لیکن خدا جانے کیوں شریف کو بہت زائد تعجب ہوتا - شریف کو اپنے سسر کے انداز سے کچھ بہت حیرت نہیں ہوئی - معصومہ کے دل میں جب تک میکے کی یاد باقی تھی شریف کے دل میں ذرا خلش تھی - معصومہ نے ماں باپ کا خیال بھلا دیا تو پھر شریف کے قلب کو بھی تسکین ہو گئی - چند برسوں کے بعد رفتہ رفتہ معصومہ کو بالکل صبر آگیا اور اُسکی ماں کو بھی

بیٹی کی یاد باقی نہی اُسنے اپنے دل کو سمجھالیا کہ اُسنے کوئی لڑکی جنی ہی نہ تھی - یہ تمام قضیے طے ہوگئے - لیکن نعیم گرگ باران دیدہ شقی ازلی معصومہ کی طرف سے بے فکر نہ تھا وہ سمجھتا تھا کہ شرع محمدی اسکے بیٹے کے لیے ایک دن بلاے جان ہوگی - یہ خرخشہ بھی اُسنے اپنی زندگی ہی مین طے کرنا چاہا - جب جبار ۱۸ برس کا ہوا تو نعیم نے اپنی کل جائداد اُسکے نام ہبہ کردی - شیخ نعیم کی بداطواریان تو ایسی تھین کہ کسی شریف کو اُنسے رشتہ داری پیدا کرنا عیب سمجھنا چاہیے تھا - لیکن یہ پہلے ہی لکھا جا چکا ہو کہ تمام شریف اس زمانہ کے ایک ہی رنگ مین رنگے ہوئے تھے اور پھر دولت کا لالچ جو اندھا بنا دیتا ہو اُسے گھر سبھی دیکھتے ہین - جب جبار اپنے باپ کی کل جائداد کا تنہا مالک ہوا تو بڑے بڑے گھرون مین اسکی نسبت کے چرچے ہونے لگے - دانا پور مین ایک خاندان شریفون کا اسوقت آباد تھا وہان جبار کی نسبت ٹھہری اور اُنیسوین برس وہ بیاہا گیا -

معصومہ کو بھائی کے بیاہ کی خبر سُنکر نہایت خوشی ہوئی - اُسوقت کے دستور پر لحاظ کرکے وہ یہ خیال بھی نہین کرسکتی تھی کہ بھائی کا بیاہ ہوگا اور وہ بُلائی بھی نہ جائیگی - بھائی کے بیاہ مین اُسنے خوب طیاری کی - شریف اپنی بی بی سے کچھ ناخوش ہو چلا تھا - اپنی حیثیت سے بڑھکر اُسنے سامان کیا - معصومہ نے بھائی کے لیے کپڑے بنوائے - دولہن کی رونمائی کے لیے زیور خریدے - سات برس کے بعد وہ میکے آنے والی تھی - اپنی تمام سہیلیون کو تحفے دینے کے لیے اُسنے سیکڑون روپیہ کی چیزین خریدی تھین - مان کے لیے اُسنے کپڑون کے تھان بنارس سے منگوائے تھے - کمبخت باپ کے لیے بھی اُسنے مرشدآباد ... اور ... کا ... خرید کیا تھا - نعیم کے مقابلہ مین اسکی حیثیت ہی کیا تھی - پھر بھی اپنی بساط سے بڑھکر اُسنے سامان کیا - اور شریف نے بھی بی بی کی خوشی کے لیے چار یا پانچ ہزار روپیہ کے ضایع جانے کی پروا نہ کی - وہ بیچارہ بنیون کا قرضدار ہوگیا لیکن بی بی کی خاطر اُس سے منہ نہین موڑا - اُسکو یہ امید نہین تھی کہ شیخ نعیم جب بیٹی کو رخصت کرینگے تو کچھ عنایت کرینگے - وہ سمجھتا تھا کہ خیر محنت مزدوری سے یہ قرض ہٹ جائیگا اسوقت بی بی کا شوق پورا ہوجانے دو -

شیخ نعیم کا بس چلتا تو وہ بیٹی کو بلانے کا خط کبھی نہ لکھتا۔ لیکن رسم دنیا سے مجبور تھا۔ وہ اتنی ہمت نہ کر سکا کہ سیکڑوں آدمی اُسے بیٹی کے بُلانے کے لیے بُرا کہیں اور وہ راضی نہ ہو۔ اُسنے مجبور ہو کر بیٹی کے بُلانے کے لیے ایک آدمی چھیرہ بھیجا۔ ۲۲ ذیقعدہ برات کی روانگی کے لیے مقرر کی گئی تھی اور اُسی روز میکے کا نائی طلبی کا خط لیکر معصومہ کے گھر پہنچا اب اگر فوراً ہی روانگی کی طیاری کی جاتی جب بھی بیاہ ہو جانے دلہن کے آنے اور پھر واپس جانے کے بعد یعنے تمام رسوم شادی کے ختم ہو جانے پر شاید معصومہ اپنے میکے پہنچتی شریف سمجھا کہ آدمی کے بھیجنے میں یہ تویق یا تو اسلیے کی گئی ہے کہ معصومہ کا بلانا شیخ نعیم کو منظور نہیں ہے یا کہ شیخ نعیم کو یہ مدنظر ہے کہ شادی ہو جانے کے بعد معصومہ آئے کہ اُسکو رسم دنیا کے طور پر بھی کچھ دینا نہ پڑے۔

شادی بیاہ میں جس طرح حجامنیں۔ دھوبنیں یا اور اسی قسم کی عورتیں اپنے مقررہ حقوق پاتی تھیں اُسی طرح ہندوؤں کے فیض صحبت سے اُسوقت کے مسلمانوں میں یہ توفیق تھی کہ ایسے مواقع پر خاندان کی لڑکیاں بھی وہ کسی عمر کی ہوں کچھ پایا کرتی تھیں شریف نے خیال کیا کہ شیخ نعیم نے یہ فضولخرچی بھی گوارا نہ کی۔

نعیم کی دلی حالت کچھ ہی ہو لیکن اُسنے آدمی اس طرح بھیجا کہ شریف میں کچھ بھی حمیت ہو تو وہ بی بی کو آنے نہ دے۔ شریف اپنے منحوس خسر کی اس حرکت پر بہت ہی برافروختہ ہوا۔ لیکن غصہ ضبط کر کے وہ اندر گیا اور جاکر کہنے لگا۔ کہ "تمھارے بھائی کا بیاہ ہو گیا براتی روانہ ہو گئے۔ براتیوں نے گھر میلا کر دیا ہے۔ صفائی کے لیے مہترانی کی ضرورت ہے۔ اسی مد میں آپ کی بھی طلبی ہوئی ہے۔ اگر شوق ہو تو جھاڑو اور ٹوکری حاضر کر دوں۔ آپ شوق سے تشریف لیجائیں۔ یہ سُنکر جو حالت معصومہ پر طاری ہوئی قابل بیان نہیں۔ اُسکے صدمہ کا اندازہ اُسکے شوق سے ہو سکتا ہے اُسکو جتنا ہی شوق تھا اُتنا ہی ملال ہوا۔ شریف کی بات کا اسنے کچھ جواب نہ دیا۔ سُنکر چُپ ہو گئی اور مُنھ سے کچھ نہ بولی اور پھر اسکے بعد کوئی دو ہفتہ تک اسکو سناٹا رہا۔ کسی سے بات تک نہ کرتی تھی۔ دن رات خموش رہتی تھی۔ شریف کو اپنی بی بی کی طرف سے بہت

اندیشہ ہوا وہ ڈرا کہ یہ پاگل نہ ہو جائے۔ لیکن خدا نے غم غلط کرنے کا مادہ جو خود انسانی طبیعت مین ودیعت کر رکھا ہے جب اُسکی باری آئی تو رفتہ رفتہ وہ سنبھلتی گئی اور حالت اصلی پر آگئی۔ شریف کو اپنی بی بی سے چندان انس نہ تھا لیکن آخر حمیت اور انسانیت کا بھی کچھ مقتضا ہوتا ہے۔ وہ اپنی بی بی کی حالت دیکھ کر کئی گھنٹے تک خون جگر کھاتا رہا اور اُسکے بعد قلم دوات اُٹھا کر چند سطرین جواب مین لکھین۔

قبلہ لئیمان کی ہمت

سلامت۔

آپ کا آدمی ایسے وقت پہنچا کہ میرا آنا عبث تھا اور یہی آپ کا منشا بھی تھا۔ آپنے اپنی خصلت لئیمہ کے لحاظ سے یہ پسند نہین کیا کہ دو چار ہفتے بھی مین آپ کی مہمان ہون۔ آپ کو یہ معلوم نہ تھا کہ مین جو کچھ آپ کا کھاتی اُس سے کہین زیادہ مالیت کے تحائف مین اس چھوٹی سی اوقات مین ساتھ لاتی۔ خیر جو کچھ ہوا اچھا ہوا میرا بھی نفع ہوا اور آپ کا بھی۔ الحاصل مین اسوقت نہین آسکتی اور یہی آپ کی بھی خواہش تھی دنیا مین شاید اب کوئی دوسرا موقع میرے آپ کے ملنے کا نہ ہو۔ لیکن قیامت مین ضرور ملاقات ہوگی اور اُسوقت کچھ آپ سمجھین گے اور کچھ مین سمجھون گی۔

خدا جسکو آپ کی صورت نہ دکھائے وہ مین ہون۔

آپ کی بیٹی معصومہ عفی عنہا

محمد شریف نے یہ خط لکھا اور آدمی کو دے بھی دیا۔ لیکن وہ بڑا ہی بردبار اور شریف النفس تھا سمجھا کہ لئیم کے ساتھ مین کیون لئیم بنون۔ حامل کو واپس بلا کر اُس چٹھی کو چاک کر ڈالا اُسکی جگہ پر دوسرا خط لکھا۔

قبلہ و کعبہ السلام علیکم

آدمی دیر کو پہنچا۔ اسلیے مین آپ کی صاحبزادی کا روانہ کرنا غیر ضروری سمجھا۔ آپ کے لیے جو کچھ تحفے اور ہدیے اُس بیچاری نے مہیا کیے تھے وہ شاید آپ لینا پسند نہ کرین اسلیے اُنکو بھی رکھ چھوڑتا ہون۔ لیکن کچھ کُرتے رومال اور ٹوپیان اُسنے اپنی سہیلیون اور اُنکے لڑکون کے لیے طیار کیے تھے۔ یہ چیزین جاتی ہین اگر آپ نامناسب

نہ سمجھین تو اسی آدمی کے ہاتھ اُن تک پہنچا دیجیے گا جنکے نام ان پر لکھے ہوئے ہین
جب آدمی سیدان پہنچا تو خط معصومہ کی مان کے ہاتھ پڑا۔ نعیم کہین باہر گیا ہوا تھا۔ گھر پر نہ تھا۔ بیٹی کے نہ ہونے سے مان کی نظرون مین بیٹے کا بیاہ بالکل ہی بے لطف تھا۔ کچھ بھی اُسکو خوشی نہ تھی۔ گھر کی ایک پرانی لونڈی روز صبح کو گھر سے نکل کر گاؤن کے باہر ایک اونچے مقام پر بیٹھتی تھی کہ جب دور سے سواری آتے ہوئے دیکھے تو پہلے اطلاع کرے۔ صبح سے شام تک وہ لونڈی برابر بیٹھی رہتی تھی اور پھر واپس جاتی تھی۔ معصومہ کی حالت منتظرہ کا یون خاتمہ ہوا کہ وہ آدمی واپس آیا اور معصومہ کے ہاتھ کے سلے ہوئے کچھ کپڑے ساتھ لایا۔ اس بڑھیا کی بیقراری قابل دید تھی۔ وہ ایک ایک کپڑے کو کھولتی تھی اور آنکھ سے لگاتی تھی۔ اور مُنھ سے کہتی جاتی تھی کہ یہ خاص معصومہ کے ہاتھ کے سلے ہوئے ہین۔ یہ اُسی کی تراش معلوم ہوتی ہے۔ ٹھیک وہ ایسی ہی بخیہ کرتی تھی۔ سینے مین اُسکے ہاتھ کی صفائی ہمیشہ قابل تعریف تھی۔ یہ کہتی جاتی تھی اور آنکھ سے آنسو جاری تھے۔ ان کپڑون کو مُنھ سے چومتی تھی کبھی آنکھ سے لگاتی تھی۔ اور کبھی سونگھتی تھی۔ اُسکے نزدیک وہ گھر خانہ شادی نہ تھا بلکہ خانۂ ماتم تھا۔ بیٹے کے بیاہنے کی خوشی جو کچھ تھی وہ بیٹی کے نہ آنے کی وجہ سے جاتی رہی۔ کچھ عجب اتفاق ہوا کہ یہ غم اس عورت کی جان کے ساتھ گیا۔ دو تین مہینے تک تو وہ مغموم رہی پھر مُنھ سے خون آنے لگا۔ آخر آخر بخار آیا اور چھ مہینہ کے اندر گھل گھل کر روح فنا ہو گئی۔ مرنے کے تو دن ہی تھے لیکن مشہور ہوا کہ بیٹی کے غم مین مری۔ وہ غریب جان دیکر لئیم کے پنجۂ غضب سے چھوٹی۔ اسکی سخت جانی سراہنے کے قابل تھی۔ معمولی دل و دماغ کی عورت ہوتی تو کبھی کی مر گئی ہوتی اور اتنے دنون تک نعیم کا ساتھ کبھی نہ دیتی۔

نعیم گو دل کا سخت تھا اور بی بی سے ذرا مانوس نہ تھا۔ لیکن بوڑھون کو اپنی بیبیون کے مرنے کا ایک خاص صدمہ ہوتا ہے۔ بی بی کی جدائی سے نعیم بہت متاثر ہوا۔ اُسپر بیٹے کا چلن اور بھی اُسکو ایذا پہنچانے لگا۔ جبار نے ہاتھ پاؤن نکالے۔ کچھ تو اسکی خلقت بُری تھی اور کچھ اسباب ایسے بہم پہنچ گئے کہ وہ خاصہ شیطان بصورت انسان نکلا۔

بیاہ کے بعد لڑکون کی خود مختاری ذرا بڑھ جاتی ہی۔ باپ نے تمام جائداد اُسکے نام ہبہ کردی تھی یہ اور غضب تھا۔ مان کے مرنے سے وہ ایک ہفتہ تک وہ ملول خاطر رہا۔ لیکن اس سانحہ نے اُسکی مطلق العنانی مین اور مدد دی۔ پیری و صد عیب۔ اب نعیم کا وہ جاہ و جلال بھی باقی نہ تھا۔ پیری سے اسکے اخلاق کی کچھ اصلاح ہوگئی تھی۔ لیکن اسکا بخل پیری مین بہت بڑھ گیا تھا اور اسلیے جو نفرت جبار کو باپ سے تھی اُسمین روز بروز ترقی تھی۔ باپ کی کمزوری نے بیٹے کو دلیر بنا دیا تھا۔

جبار کی عمر ۲۰ برس کی تھی۔ عالم شباب تھا۔ حوصلون کے دن تھے۔ دو چار مصاحبون نے اسکو بہکانا شروع کیا۔ یہ دیہات کا رہنے والا گھر سے کبھی باہر نکلا نہ تھا۔ خیالات محدود تھے ہمت پست تھی۔ لیکن اسکا کیا علاج کہ موقع پا کر گرد و نواح کے اوباش اسکی مصاحبت مین داخل ہوتے جاتے تھے۔ جبار کوئلہ سہی لیکن مصاحب تو گندہک اور شورے کی قایم مقامی کرنے کو کافی تھے۔ اور اب وہ مصالحہ طیار ہوا کہ نعیم کے تعمیر بخل کو دم کی دم مین اُڑا دے۔ سوء اتفاق کہ جبار نے اپنی بی بی کو پسند نہین کیا۔ اسکے بیاہ مین پٹنہ سے جو رنڈیان ناچنے آئی تھین اُنمین سے دو اسکو بہت پسند آئین مصاحبون نے جب جمع ہو کر جبار کو دیکھا تو بالکل سادہ پایا۔ اتفاق سے ایک دن جبار نے ان دو غارتگرون کا ذکر کیا مصاحبون نے دیکھا کہ اچھا نسخہ ہاتھ آیا۔ مختلف پیرایون سے انھین دونون کا ذکر اسکی مجلس مین ہوتا رہا۔ گفتگو تو سحر کا کام کرتی ہے۔ جب جبار کے دماغ مین عشق کا سودا پیدا ہوگیا تو ایک روز یہ چل کھڑا ہوا اور سیدھا پٹنہ پہنچا۔ وہان وہ دونون کسبیان اسکی ملازمت مین داخل ہوئین۔ روپیہ کی کیا کمی تھی۔ مان کا تمام زیور تو لے ہی گیا تھا۔ سونے چاندی کے برتن معلوم نہین کس کس زمانہ کے رکھے ہوئے تھے اسکو مل گئے تھے۔ اور سب سے بڑی بات تو یہ تھی کہ لاکھون روپیہ کی زمینداری اسکے نام تھی بنئے کے ساہوکار ہر وقت قرض دینے کو طیار تھے۔

لڑکی کا وہ حال کہ بیاہتے ہی قطع تعلق ہوگیا۔ بی بی مر ہی گئی۔ بیٹا بھاگ گیا۔ نعیم تنہا گھر مین رہ گیا۔ حوادث روزگار سے یہ گھبرانے والا نہ تھا۔ لیکن مقتضاے عمر عجیب

چیز ہی - جو شخص زندہ آدمیون کو ڈبو دینے مین باک نہین کرتا تھا اُسے اسکی کیا پروا ہوتی کہ وہ گھر مین تنہا رہگیا - اب سیکڑون توہمات اُسکو گھیرے ہوئے تھے - اپنے افعال پر کچھ نادم تھا - گزشتہ زمانہ کے معاصی پیش نظر تھے - اپنے دشمنون سے بھی ڈرتا تھا کہ کہین وہ بدلا لینے کو طیار نہ ہون - نوکرون کا خوف تھا کہ وہ زہر نہ دے دین - بیٹے کی محبت تو نہ تھی مگر دولت و ثروت کی محبت تھی - لڑکے کی آوارگی کا حال پہلے سے معلوم ہو چکا تھا - وہ سمجھتا تھا کہ جب دلی کی سلطنت سامان عیش و عشرت کے لیے کافی نہ ثابت ہوئی تو میری چھوٹی سی زمینداری کیا حقیقت رکھتی ہی - اپنے مرنے کے بعد تلف ہونا تو یقینی سمجھ چکا تھا - بیٹے پر اُسے کچھ بھی اطمینان نہ تھا - لیکن بیٹے کی موجودہ حالت دیکھ کر اُسے کھٹکا ہوا کہ کہین مین جیتے جی بھیک مانگنے کے قابل نہ ہو جاؤن ان خیالات نے اسکو بہت زیادہ پریشان کیا -

ایک روز یہ گھبرا کر بیٹے کی تلاش مین نکلا - باپ تو پٹنے پہنچا اور بیٹا پٹنے سے چھپرے چلا آیا - پانچ مہینے کے اندر کوئی ۳۰ ہزار کے زیورات اور قیمتی ظروف فروخت کیے گئے اور کوئی پچاس ہزار روپیہ مہاجنون سے قرض لیا گیا - کوئی ایسا ناکردنی فعل نہ تھا جو جبار سے سرزد نہ ہوا ہو - اور نہ شہر کا کوئی جرایم پیشہ ایسا تھا جسکو جبار کی خدمت مین باریابی نہ ہوئی ہو - جبار کا کیا قصور تھا ؟ نعیم نے تمام گھر والون کے حقوق غصب کرکے انھین کامون کے لیے تو اُسکے سپرد کیا تھا کہ دُنیا کا کوئی ناجایز فعل وہ باقی نہ لگا رکھے -

جب جبار پورے طور سے شہر مین مشہور ہو چکا - حکام بدظن ہو گئے - کوتوال شہر جبار اور اُسکے ساتھیون کی فکر مین رہنے لگا - تو مصاحبون نے اسکو پٹنہ چھوڑنے کی صلاح دی - اپنے ساتھیون کے مشورہ سے وہ چھپرے چلا آیا - اور ارادہ کیا کہ محض قرض سے گزر اوقات نہین ہو سکتی - کچھ علاقے کے محاصل سے مدد لی جائے - نعیم بیٹے کی تلاش مین گھومتا پھرتا چھپرے پہنچا تو کیا دیکھتا ہی کہ تمام زمینداری پر بیٹے کا پورا تسلط ہی -

حیثمش نگرا نند کہ ملکش با دیگران است

پچاس ساٹھ مصاحبوں میں سے ۲۰-۲۵ تو جبار کے ساتھ رہ گئے تھے اور باقی تمام علاقہ میں جا بجا تعنات ہو گئے تھے۔ جو بڑا پنے کارندے تھے انکو بھی کچھ دے دے کر اُن سبھوں نے ملا لیا تھا۔ آسامی تو زبردست کا ساتھ دیتی ہے۔ اسکو کیا عذر ہوتا داخل خارج نام کا ہو ہی چکا تھا۔ جبار کی طرف سے تحصیل لگان بھی شروع ہو گئی۔

اس سفر میں نعیم کو اپنے بیٹے کے تمام حالات معلوم ہو گئے تھے۔ چھپرے میں وہ ایک دن بھی نہ ٹھہرا۔ اور نہ اپنے بیٹے سے ملا۔ سیدھا سیوان روانہ ہو گیا کہ

سر چشمہ شاید گرفتن بہ بیل

یہاں آنے پر قدرت خدا نظر آئی وہ بیٹھا بھی نہ تھا کہ دو سرہنگ سامنے سے مودار ہوئے اور بے کہے سنے آتے ہی اسکے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں میں نقرئی زنجیریں ڈال کر اسکو قید کر لیا۔ اور مشہور کر دیا کہ اسکو جنون ہو گیا ہے۔ اور فوراً چار ہزار روپیہ لیکر دو آدمی سانڈنی پر سوار کیے گئے اور مرشد آباد روانہ کیے گئے کہ وہاں شاہی حکیم کے مشورے سے کوئی طبیب حاذق بلایا جائے۔ ابھی جنون کی ابتدا ہے شاید صحت ہو جائے یہ معاملہ ان بدمعاشوں نے اس صفائی سے کیا کہ نعیم بھی لوہا مان گیا۔ ایک بڑے کمرے میں وہ قید کیا گیا جسمیں جا بجا آہنی سلاخین تھا اور روشنی آنے کے لیے لگی ہوئی تھیں اسکے دشمن دیکھنے آتے تو ایسے ایسے آوازے کستے کہ اسکا دل مسوس کر رہ جاتا۔ ہمدرد تو نعیم کا کوئی بھی نہ تھا لیکن بعض ایسے بھی تھے جو نہ دوست تھے اور نہ دشمن تھے وہ جب آتے تو ہمدردی کے کلمات منہ سے ضرور نکالتے تھے اور اسکے جنون پر افسوس ظاہر کرتے تھے۔ نعیم اپنی حالت پر سخت متحیر تھا۔ اسکے لیے یہ فیصلہ کرنا بہت مشکل تھا کہ کسے اپنا بدخواہ سمجھے اور کسے اپنا خیر خواہ جانے۔ کوئی اسکو مجنون کہتا تو یہ اپنا دانت پیس کر رہ جاتا۔ اسکا بس چلتا تو کہنے والے کا منہ نوچ لیتا۔ لیکن غیر کے بس میں تھا کہتا تو کیا کہتا۔ جہاں شیر دل کا بس نہیں چلتا وہاں یہ کیا تھا۔ لوہے کے کٹگھرے میں بندرات دن سر کھپایا کرتا تھا۔

یہ کہنا مشکل ہے کہ اگر جبّار اپنے باپ کی واقعی حالت سے مطلع ہوتا تو کیا کرتا مصلحتاً اصلی حالات اُس سے بھی چھپائے گئے تھے - مرشد آباد سے طبیب کا بلایا جانا سُنکر اُسنے مُنھ سے اتنا کہا کہ "اچھا ہوا" لیکن کبھی اُسکو یہ توفیق نہ ہوئی کہ باپ کو آکر دیکھتا اُسے عیش و عشرت سے کب فرصت تھی -

لڑکون کا سب سے اچھا معلم باپ ہوتا ہے - باپ ہی نے تو اُسے یہ تعلیم دی تھی کہ اپنے بیگانون کا پاس کوئی چیز نہین - جب نعیم اپنے پارۂ جگر معصومہ کا نہوا تو اُسکو کیا حق تھا کہ وہ اپنے بیٹے جبّار سے محبت کی چشم داشت رکھتا - جبّار کو تو باپ کی کچھ بھی فکر نہ تھی لیکن اسکے مصاحبون کو اتنا خیال تھا کہ جو حالت پیدا ہوگئی ہے وہ قایم رکھی جائے - وہ سب نعیم کی تمام ملکیت پر منتظم کی حیثیت سے قابض تھے اور مصاحب بنکر جبار کے دل پر بھی قبضہ کیے ہوئے تھے وہ سب نعیم کو سیوان سے چھپرے لائے اور وہان تمام اچھے اطبا اور بڑے بڑے ڈاکٹرون کو معقول رقمین دین اور بظاہر علاج مین نہایت اہتمام ظاہر کیا - اتنے روز تک قید مین رہتے رہتے نعیم مین کچھ آثار جنون پیدا بھی ہو گئے تھے اچھے خاصے آدمی کو دس آدمی پاگل کہین تو وہ پاگل ہو جاتا ہے - نعیم کو تو مہینون گزر چکے تھے کہ شیر کے پنجرے مین قید تھا - پہلے تو وہ غصہ کرتا تھا - اور اب یہ قطع تھی کہ کوئی اسکو پاگل کہتا تھا تو وہ اپنی خوبیِ تقدیر پر اور نیرنگیِ زمانہ پر ہنستا تھا - اب حکیم نہین حکیم کا باپ بھی ہوتا تو تشخیص مرض مین غلطی کرتا - غم - غصہ - ناتوانی - پریشانی - تکلیف - روحانی مصیبتین - جسمانی اذیتین ابتدا اُسکی یہ حالت ہوگئی تھی کہ ڈاکٹر کتنی ہی نیک نیتی سے دیکھنا چاہتا جب بھی شبہ سے خالی کوئی راے قایم نہ کرتا - سامنے سے طبیب آیا اور شیخ نعیم نے مسکرا کر کہا - آپ پاگل کا ملاحظہ کرنے آئے ہین - آئیے اب پاگل کی جگہ دو پاگل جمع ہو جائینگے - کیسا ہی نیک نیت شخص اُسکے پاس جاتا وہ یہی سمجھتا کہ یہ سب میرے دشمنون سے ساز رکھتے ہین - غصے کی حالت مین وہ خواہ مخواہ کلمات ناشایستہ منھ سے نکالتا تھا اور اپنی بدحواسی ثابت کرتا تھا -

سیوان ہی مین سل کا عارضہ نعیم کو شروع ہو گیا تھا - یہ عارضہ اکثر لاعلاج ہوتا ہے

اور وہ بھی جب آخر عمر میں ہو۔ چھپرے میں پہنچکر وہ بہت جلد مطلق العنان کر دیا گیا۔ اسکے ساتھ پاگلوں کا سا برتاؤ نہیں کیا جاتا تھا بلکہ مریضوں کا سا برتاؤ کیا جاتا تھا۔ یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ اب جبار سے مقابلہ کرنے کی تاب اُسمیں نہیں ہی چند روز کا مہمان ہی۔ نہایت پُر تکلف مکان۔ سفید فرش۔ گاؤ تکیہ۔ قالین۔ اگالدان۔ پیچوان۔ سب چیزیں موقع موقع سے رکھی ہوئی تھیں۔ چار آدمی کمر بستہ خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ دروازے پر ہر وقت پہرہ تھا۔ دو دو گھڑی کے بعد طبیبوں کی آمد و رفت جاری رہتی تھی نعیم بھی چپکا تماشا دیکھتا تھا۔ ڈرتا تھا کہ کچھ بولنے پر کہیں پھر پاگل خانہ تجویز نہ کیا جائے۔ وہ سمجھتا تھا کہ مرنا قریب ہی اور ان موذیوں کے پنجے سے جیتے جی رہائی ممکن نہیں ہی۔ خیر یہ حالت اچھی ہی کہ جان ذرا عزت اور راحت سے نکلے گی۔ نسخہ دن میں کئی کئی بار بدلا جاتا تھا۔ دوائیں ایک سے ایک اعلیٰ تجویز ہوتی تھیں۔ لیکن دوا بننے کے وقت ہمیشہ اعلیٰ جز یعنے نسخے کی جان نکال کر پھینک دی جاتی تھی کہ دوا فائدہ نہ کرے۔ سل کے عارضہ میں یوہیں امید نہ تھی۔ اس علاج معکوس نے اور بھی مرض میں ترقی پیدا کی۔ جب یہ اچھی طرح متیقن ہو لیا کہ نعیم کی زندگی ممکن نہیں ہی تو حکیموں کا آنا بند ہوا۔ اور جب حکیموں کا آنا بند ہوا تو اب ضرورت خدمتگاروں کی بھی نہ رہی کیونکہ وہ سب باتیں محض نمائش کے لیے تھیں۔ نعیم کو آرام پہنچانا مقصود نہ تھا۔ پھر تو یہ حالت تھی کہ نعیم رات رات بھر گاؤ تکیے سے لگا بیٹھا رہی جاتا تھا۔ کھانستے کھانستے آنکھیں پھول جاتی تھیں۔ تمام فرش میلا مکان گندہ اور بدبودار۔ کوئی شخص ایسا نہیں جو اُگالدان صاف کرے۔ نعیم نے تمام دیوار کو اپنے پھیپھڑے کے خون سے رنگین کر دیا تھا۔ جبار کی سنگدلی بھی قابل یادگار ہی کہ وہ ایک دن بھی باپ کو دیکھنے نہیں آیا۔ معصومہ کو روز کی خبر ملتی رہتی تھی لیکن وہ کیا کر سکتی تھی۔ میکے والوں سے بالکل قطع تعلق ہو گیا تھا۔ جبار بھی کبھی اُس سے ملتا نہ تھا۔ نعیم ہی کی وجہ سے بھائی بہن میں بھی رنج ہو گیا تھا۔

معصومہ چاہتی تھی کہ باپ سے ملے لیکن وہ سمجھتی تھی کہ باریاب خدمت نہ ہو سکیگی اسنے اپنے شوہر سے اصرار کیا کہ وہ کوئی صورت نعیم سے ملنے کی پیدا کرے۔ شریف

کچھ سوچ سمجھ کر گھر سے نکلا اور سیدھا جبّار کے پاس پہنچا۔ جبّار نے اسکو ایک ہی دفعہ دیکھا تھا یعنے جب یہ بیاہنے گیا تھا۔ لیکن اسکی صورت اُسکے خیال مین تھی دور ہی سے پہچان لیا اور کچھ محجوب سا ہوا۔ بظاہر تواضع اور تپاک سے پیش آیا لیکن خجالت کے ساتھ۔ شریف نے جبّار سے صاف صاف کہا کہ تم کو باپ کی محبت نہ ہو لیکن تمھاری بہن کو باپ کی محبت ہی۔ تم باپ کو دیکھنا نہین چاہتے مگر وہ دیکھنا چاہتی ہی۔ باپ دو چار روز کا مہمان ہی۔ وقت جاتا رہے گا اور بات رہجائیگی۔ تم اگر نعیم کو میرے گھر جانے دو تو تمھارا کوئی نقصان نہین ہی۔ مین جانتا ہون کہ اخروی عذاب و ثواب سے تمکو کچھ بحث نہین ہی اور نہ زبان خلائق کی تمکو فکر ہی۔ پھر بھی تم اپنے دل مین سوچو کہ بیٹی باپ سے دم واپسین ملنا چاہے اور تم روا نہ رکھو تو کتنا بُرا ہی۔ شریف نے صاف صاف تقریر کی۔ اور وہ سمجھتا تھا کہ جبار اسکی درخواست منظور کرنے مین تامل نہ کرے گا لیکن معاملہ کی صورت ایسی تھی کہ جبار کو پس و پیش ہوا اور وہ سمجھا کہ مرتے وقت کوئی تحریر اپنے موافق سعو یہ اپنے باپ سے حاصل کرے تو دقت ہوگی۔ مرض موت کی تحریر کو کیا وقعت ہوتی ہا لیکن جبار کو اسکے سمجھنے کی عقل کب تھی۔ اُسنے بہت زیادہ پیچیدار الفاظ سے رُکتے رُکتے کہا کہ اچھا مین غور کرکے آپ کو مطلع کرونگا۔

شریف جبار کا جواب سُنکر آگ بگولہ ہوگیا اور پیچ کھاکر وہان سے اُٹھا۔ بالا بالا اپنے دوست کوتوال شہر کے پاس گیا اور وہان سے کوئی پچاس آدمی ساتھ لیکر سیدھا اُس مکان مین پہنچا جسمین نعیم کا بستر مرگ تھا یا دوسرے لفظون مین جہان وہ نظر بند تھا۔ پالکی دروازے پر رکھی گئی اور شیخ نعیم کو اسمین لا بٹھایا۔ مارے خوف کے محافظ مکان کچھ بول نہ سکا۔ نعیم ڈرا کہ شاید پھر میرے لیے پاگل خانہ تجویز ہوا۔ اُٹھانے والون سے اُسنے کہا بھائیو! کیون میرے پیچھے پڑے ہو۔ دو چار روز کا مین اور مہمان ہون۔ اور اگر تمکو میرا جینا اتنا بھی منظور نہین تو زہر کا پیالا پلا دو۔ مین آج تک دوا کے ہر پیالے کو زہر ہی کا پیالا سمجھ کر پیتا ہا کہ کسی طرح بار زیست سے سبکدوشی ہو۔ لیکن نہین معلوم تم لوگون کو مجھے ایذا پہنچانے مین کیا ایسی راحت ہی کہ اس کار خیر کی طرف تمکو کبھی توجہ

نہ ہوئی - ایک دن بھی زہر کا پیالا مجھے نہ پلایا کہ مجکو اس غم سے نجات ملتی "!

دو چار منٹ کے عرصہ مین یہ سب باتین ہوئین - شیخ نعیم پالکی مین بیٹھے اور کہارون نے پالکی اٹھائی - شریف نے اپنے کو نعیم کے سامنے پیش نہین کیا - وہ بڑا ہی شریف النفس تھا - نعیم اُسے دیکھکر ضرور محجوب ہوتا - اسکی عالی ہمتی اس انکار کو بھی روا نہ رکھتی تھی - پالکی معصومہ کے دروازے پہنچی اور شریف نے آگے بڑھکر باپ کے آنے سے بیٹی کو مطلع کیا - باپ کے آنے کی خبر سُنکر وہ بہت زیادہ خوش ہوئی - لیکن باپ کی ڈراونی صورت دیکھکر لرز گئی - وہ بیماری سے گُھل گیا تھا - صرف ہڈی اور چمڑا رہ گیا تھا - ایسا معلوم ہوتا تھا گویا بانس کی چھڑیون مین کسی نے کپڑا لپیٹ دیا ہے - لڑکی دوڑکر باپ کے قدمون پر آنکھ ملنے لگی - نعیم نے چاہا کہ اُٹھکر اُسکا سر اُٹھائے لیکن ضعف نے جو پالکی کے تکان سے اور بڑھ گیا تھا اتنی جنبش کی بھی اجازت نہ دی جب معصومہ نے سر اُٹھایا تو نعیم مارے شرم کے آنکھ برابر نہ کرسکا - مُنھ پھیرنے کی تو اُسمین طاقت نہ تھی اپنے بائین ہاتھ سے دونون آنکھین چھپالین اور مُنھ سے کہا "بیٹی! تم نے اپنی صورت دکھا کر مجھے بہت شرمندہ کیا - مجکو برسون سے زیست وبال جان ہے - لیکن اسوقت کی زندگی ازحد ناگوار ہے - خدا سے یہی التجا ہے کہ کہین جلد جان نکل جائے اور اس کلفت کا خاتمہ ہو - ہائے! جس لڑکی کے ساتھ مین نے شیطانی وسوسون مین پڑکر سب سے زیادہ بُرائی کی آج وہی ایک ہمدرد میری اس دنیا مین ہے - خدایا اپنے بندے کو تو اسقدر کیون ذلیل کرتا ہے - موت کو حکم دے کہ وہ جلد میری خبر لے "

معصومہ - (آنکھون مین آنسو بھرکر) ابّا جان مین آپ کی بیٹی ہون - آپ نے مجھ پر بہت کچھ احسان کیا - پالا - پرورش کیا - بیاہ دیا - رسم دُنیا کے مطابق چلتے وقت جہیز بھی ساتھ کر دیا - آپ نے تو سب کچھ کیا - لیکن مجکو مقدر نے ایسا موقع نہ دیا کہ مین آپ کی خدمت کرکے کچھ بھی آپ کے احسانون کا بدلا اُتارتی -

نعیم - بیٹی! ان باتون سے میرا دل نہ دُکھاؤ - مجھ سا ظالم - شقی - بدبخت اور کج راے دُنیا مین دوسرا نہ ہوگا - مین نے دنیا مین بہت معصیتین کین - اور خدا سے

امید ہی کہ وہ میرے گناہون کو بخشدے گا۔ گو حق العباد بخشا نہین جاتا۔ میری گردن پر سیکڑون ہزارون بیگناہون کے حقوق ہین۔ خدا قادر مطلق ہی تو کوئی نہ کوئی صورت نکال ہی لیگا۔ اُسکا بحر رحمت جوش مین آیا تو مین ترجاؤنگا۔ لیکن مجھے شرم آتی ہی کہ جب خدا کو مین منصف نہین سمجھا اُس سے انصاف کی امید کرون تو کس دل سے کرون۔ مین جسکو عادل نہین سمجھا اُس سے عدل کا خواہان ہون تو کیونکر مین نے جسکو اپنے سے بھی کم ذی خرد سمجھا کس مُنہ سے اُسکے سامنے کوئی تمنا پیش کرون افسوس ہزار افسوس۔ جیا کم بخت کو اپنی کل دولت دیتے وقت۔ اے تو یہ وہ کمبخت نہین بلکہ مین کمبخت ہون میرے دل مین تمھارا تصوّر آیا اور یہ بھی خیال آیا کہ خود خدا نے تمھارا حصہ قرآن مین مقرر کردیا ہی۔ جس روز تم نے میرے گھر مین جنم لیا اُسی روز خدا نے میری جائداد مین تمکو حصہ دار کردیا تھا یعنے یہ ٹھہرادیا کہ زمانہ نابالغی تک تمھاری پرورش میری دولت سے متعلق ہی اور پھر میرے مرنے کے بعد تم زندہ رہین تو کم سے کم ایک جزو کی ضرور مالک ہوگی۔ مین نے بہت سوچا اور کہین سے احکام الٰہی مین کوئی تاویل کی گنجایش نہ دیکھی۔

اسکے بعد نعیم کی زبان تھوڑی دیر تک بند رہی۔ ضعف کی وجہ سے وہ تھک گیا تھا تھوڑی دیر کے بعد وہ بولنا چاہا تو معصومہ نے منع کیا اور کہا۔ اَبّا جان آپ ناحق اپنا دل خراب کرتے ہین۔ چُپ بھی رہیے۔

نعیم۔ نہین بیٹی اسوقت مجھ سے اور خدا سے باتین ہوتی ہین۔ تم دخل نہ دو اپنے گناہون سے منفعل ہوکر توبہ کرلون۔ مین جانتا ہون کہ اسوقت کی توبہ قبول نہین ہوتی لیکن مجھے اپنی ایسی توکر لینے دو۔ ہاے شیطان کمبخت تمھارے حقوق کی طرف سے چشم پوشی کرنے پر مجکو مجبور کرتا تھا۔ بالآخر شیطان نے میرے قلب کو دبا لیا اور میری آنکھین بند کردین۔ میری عقل پر پردہ پڑگیا۔ مین نے یہ خیال کیا کہ خدا نے عورتون کو جائداد مین حصہ دلوانے کا حکم نہایت بے اٹکلی سے صادر کیا ہی۔ اُسوقت میرے دل کی یہ کیفیت تھی کہ اگر میرا بس چلتا تو اِن تمام احکام کو جو اسکے متعلق ہین

قرآن سے محو کردیا۔ جس خدا کی شان میں مین نے ایسی بے ادبی کی اُس سے کس منھ سے خواستگار معافی ہون۔ مین تو سو مرتبہ توبہ کرون لیکن وہ مجھ ایسے ضعیف الایمان قابو پرست خود غرض بندے پر کچھ توجہ بھی کرے گا؟ مجکو امید نہین ہی کہ وہ کچھ بھی توجہ کرے۔ میرا کوئی ملازم اس سے کہین چھوٹی خطا کرتا تو مین ہرگز معاف نہ کرتا مین کیسے سمجھون کہ وہ اتنی بڑی خطا کو بھول جائیگا۔ دم رُکتا ہی بولا نہین جاتا۔ مجھے جتنا کہنا ہی اسکا عشر عشیر بھی تو نہین کہا گیا۔ اب تک زبان پر قابو تھا اب اسپر بھی نہ رہا۔ مین نے اتنی باتین کین تو معلوم ہوتا ہی کہ پھیپھڑہ کھنچ کر مُنھ کو چلا آتا ہی۔

معصومہ۔ آپ اپنا دل چھوٹا نہ کیجیے خدا مین سب قدرت ہی۔ سچے دل سے اُسپر بھروسا کیجیے۔ آپ نے میرے ساتھ کوئی قصور نہین کیا اور اگر کیا بھی تو مین اسکو معاف کرتی ہون۔

نعیم۔ بیٹیا۔ وہ قصور ایسا نہین ہی جسکو تم معاف کرسکو۔ اب میری کچھ شنوائی بھی نہ ہوگی۔ مین کہون تو کیا کہون۔

معصومہ۔ ابا جان یہ خیالات دل سے نکال دیجیے۔ خدا پر بھروسہ کیجیے۔ وہ قادر مطلق ہی۔ سب کچھ کرسکتا ہی۔ خاطر جمع رکھیے۔

نعیم۔ مین یہ سمجھتا ہون لیکن بات میرے اختیار کی بھی ہو۔ مین اپنے خیالات کو جتنا یکجا کرنا چاہتا ہون وہ پراگندہ ہوتے جاتے ہین۔ کسی طرح میرے قلب کو اطمینان اور خاطر کو تسکین نہین ہوتی۔ جبار نے جو سلوک میرے ساتھ کیا وہ بھولنے کے لائق نہ تھا لیکن اسوقت وہ بھی میرے دل سے محو ہی۔ میرا معاملہ اسوقت خدا سے ہی جس پہلو سے دیکھتا ہون مین اپنی حالت سقیم پاتا ہون۔ کسی قسم کا خیال یا تمنا میرے دل مین نہین ہی۔ بس صرف یہ ڈر ہی کہ خدا کے سامنے کیا مُنھ دکھاؤن گا۔

یہ کہکر نعیم پھر بیہوش ہوگیا۔ تمام گھر کے لوگ اُسکی طرف متوجہ ہوئے۔ معصومہ کا بیٹا نصیر بھی وہان کھڑا تھا۔ سب کے سب نعیم کی خدمت مین مصروف تھے۔ کوئی تلوا سہلاتا تھا۔ کوئی سر تھامے ہوئے تھا۔ ایک کھڑا النخلخہ سونگھا رہا تھا۔ دوسرا سورہ یسین پڑھ

رہا تھا۔ اکلی غشی کا دوسرا رنگ تھا۔ سب سمجھے کہ اسکا آخیر وقت آگیا۔ لیکن ابھی رشتہ حیات باقی تھا۔ ضعف سے غشی تھی۔ یا کلی کا نکان تو تھا ہی باتین کرنے اور رونے سے طبیعت زیادہ سست ہوگئی۔ کوئی پاؤ گھنٹہ تک نعیم دم بخود پڑا رہا۔ اُسکے بعد اُسنے آنکھین کھولین آنکھون کا کھلنا تھا کہ کھانسی نے زور کیا اور کھانسی کے ساتھ ہچکی شروع ہوگئی۔ خدا اس گھڑی کی سختی آسان کرے۔ دشمن بھی یہ دن نہ دیکھے۔ دس بجے رات سے اذان صبح تک جو کرب نعیم کو تھا وہ بیان سے باہر ہے۔ ہاتھ پٹکتا تھا۔ پاؤن کو جنبش تھی۔ کبھی ہاتھ پیشانی پہ ہوتا تھا اور کبھی تکیہ پر۔ کروٹ بدلنے کی تو طاقت نہ تھی لیکن جسم کی جنبش سے صاف ظاہر تھا کہ اُسے کسی کل آرام نہین ہے۔ مُنہ سے کچھ آواز نکلتی تھی اور بہ مشکل سُنائی دیتی تھی تو وہ صرف اسقدر کہ "خدایا مجھے اس دن کی خبر نہ تھی" دونون ہاتھ برابر کرکے وہ کچھ دعا مانگنا چاہتا تھا لیکن ہاتھون مین اتنی قوت کہان تھی کہ وہ کام دے سکتے جن ہاتھون سے ہزارون بُرائیان کین۔ سیکڑون کے حقوق غصب کیے بیسیون کو اذیتین پہنچائین آج وہ اتنے بھی نہین ہین کہ دعا مانگنے مین ذرا سا ساتھ دیدین۔

شدت ضعف سے اسیدعا قطع ہوئی
ہاتھ اُٹھاؤن تو اُکھڑ جائے کلائی میری

تنفس اسدرجہ بڑھا ہوا تھا کہ سیکڑون قدم تک آواز جاتی تھی۔ پلنگ کی چادر تمام تھوک سے بھر گئی تھی۔ رگڑتے رگڑتے ایڑیان چکنی ہوگئی تھین۔

صبح ہوتے ہوتے نعیم نے دم توڑا۔ اور تمام تعلقات دُنیا کے چھوڑے۔ جتنے بدنما داغ روح مین آگئے تھے ساتھ گئے۔

قدمضت لذاتہ والاثم حل

بدکرداریون کی لذتین جاتی رہین گناہ رہ گئے۔ دنیا کی دولت دنیا مین رہی لیکن حصول دولت مین جو معاصی سرزد ہوئے تھے وہ ساتھ ساتھ بلکہ دو قدم آگے آگے چلے۔ دنیا کی کسی خوشی نے ساتھ نہین دیا لیکن اس ناپائدار خوشی کے لیے جو اخلاقی بُرائیان نعیم نے کی تھین وہ اس طرح روح کے ساتھ تھین جس طرح عرض کے

ساتھ جو ہر اور جہیر کے ساتھ عرض نعیم کے ساتھ جو معاملہ آخرت کا گزرا اُسکی خبر تو معلوم نہین ہو سکتی۔ لیکن دنیا مین اپنے افعال کی وجہ سے جو شہرت اُسنے چھوڑی اُسکی بدولت وہ آج شیطان کے نام سے زیادہ چھپرے کے ضلع مین مشہور ہی۔ شریف نے نعیم کی تجہیز و تکفین کی۔ جبار دفن کرنے مین بھی شریک نہ ہوا۔ معصومہ کو بھی باپ کے مرنے کا کچھ ملال نہین ہوا۔ صرف اسلیے نہین کہ باپ کے ساتھ اُسکو چندان موانست نہ تھی بلکہ اسلیے بھی کہ جس حالت مین اُسنے باپ کو دیکھا تھا اُس سے مرجانا کہین اچھا تھا۔ جبار نے باپ کا مرنا سُنکر صرف اتنا کہا کہ "اچھا ہوا۔ جھگڑا چھوٹا"۔ بیٹے اور بیٹیون کی یہ کیفیت تھی تو اغیار جنکو اکثر اُسکے ہاتھون سے اذیتین پہنچتی رہتی تھین اسکے مرنے سے کیون خوش نہ ہوتے۔ اگر کسی کو اُسکے مرنے کا رنج تھا تو صرف اس خیال سے کہ کچھ دنون وہ اور اس حالت مین رہتا تو اچھا ہوتا۔ غرضکہ نعیم مرا اور نہایت بُری موت مرا۔ ایک متنفس بھی اُسکے مرنے پر افسوس کرنے والا نہ تھا۔

جبار کی حالت سے کوئی زیادہ بحث کرنا نہین ہی۔ نعیم کے بعد صرف آٹھ دس برس تک وہ زندہ رہا۔ مرنے کے قبل وہ اپنی تمام جائداد بیچ چکا تھا۔ نعیم نے بیٹے کو جائداد دیکر بقاے نام کی صورت سوچی تھی لیکن اُسکے مرنے کے پانچ چھ برس کے اندر ہی اندر ایک جائداد بھی اُسکے لڑکے کے پاس نہ رہگئی۔ جب مفلسی نے جبار کو بہت زیادہ ستایا اور زیادہ تر تکلیف تو اسکو یہ تھی کہ دو تین روپیہ روز اُسکو شراب کے لیے درکار تھے اور وہان حالت یہ تھی کہ نان شبینہ کا بھی ٹھکانا نہ تھا۔ سسرال والون کی یہ کیفیت تھی کہ وہ اسکے نام سے کانون پر ہاتھ دھرتے تھے۔ اور اسکو بھی بی بی سے ایسی نفرت تھی کہ بی بی کے نام سے اسکو بخار آتا تھا۔ یہ کوئی تعجب نہین ہی۔ جب کسی کے دن بُرے آتے ہین تو اسکے اسباب بھی جمع ہو جاتے ہین۔ عقل پہلے سلب ہوتی ہی پیچھے افلاس آتا ہی۔ جبار سے کوئی رنج معصومہ کو نہ تھا اور رنج ہوتا بھی تو عورتین اپنے نرم نازک اور بھولے بھالے دل مین کسی کی بُرائی عرصہ تک ٹھہرنے نہین دیتین۔ جبار نے اپنے بُرے دن مین بہن سے اعانت چاہی تو اُسنے اپنے چھوٹے بھائی کی خبر گیری نہایت مسرت سے

سے منظور کی۔ تمام ضروری سامان معصومہ مہیا کر دیتی تھی۔ شراب خواری اور اُسکے لوازمات کے بہم پہنچانے کے لیے جبار کچھ دست درازیاں کرتا تھا اور معصومہ مسامحت کر جاتی تھی۔ کچھ دنون تک یون بھی جبار نے زندگی کے دن پورے کیے۔ آخر کثرت بادہ خواری سے جبار مختلف امراض مین مبتلا ہوا اور رباب کے پاس شکایت کرنے چلا کہ "آپ نے مجھے ایسی تعلیم نہین دی تھی کہ آپ کے بعد زیادہ دنون تک مین دنیا مین رہ سکتا" نعیم کے خیال کے مطابق تو جبار کے مرتے ہی اُسکے خاندان کا چراغ گُل ہوجانا چاہیے تھا۔ مگر فی الواقع معصومہ کے بیٹے نصیر کی بدولت عرصہ تک اُسکا نام دنیا مین قایم رہا۔

۳

نصیر

خدا کی قدرت کہ نصیر نے اخلاقی امور مین شریف النفس باپ کی پیروی نہ کی۔ نانا کا پیرو ہوا۔ نانا کی زیارت اسکو نصیب ہوچکی تھی۔ اور اُسکے مرنے کے بعد تو روز ہی اُسکا چرچا سُنا کرتا تھا۔

نصیر کے ہوش سنبھالنے پر زمانہ بہت کچھ ترقی کرچکا تھا۔ جُہلا جنکو معلوم نہین ہی کہ مذہب کیا چیز ہی شروع شروع کہتے تھے کہ نئی تعلیم مخرب اخلاق اور مخرب مذہب ہی۔ لیکن تجربے سے ثابت ہوا کہ ایسا کہنا بالکل غلط ہی۔ یہ سوچا گیا تھا کہ نئی تعلیم سب کو لامذہب کردے گی لیکن ہندوستان مین ہرگز ایسا نتیجہ ظاہر نہین ہوا۔ یونیورسٹی سے جب طلبا گریجوئیٹ ہوکر نکلتے ہین تو اپنے مذہب کی بڑی قدر کرتے ہین۔ ہنود اپنے تمام رسوم و رواج کو دلیل اور توجیہ سے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہین۔ مسلمان اپنے بزرگان دین کے اعمال و افعال کے سُننے اور اُسکو سراہنے کی طرف ساعی ہوتے ہین۔ تعلیم یافتہ گروہ نے گویا اپنے مذہب کے چمکیلے ذرون کو خاک جہالت سے چننے اور صاف کرکے علیحدہ جمع کرنے کی کوشش کی۔ موجودہ گورنمنٹ سے صرف پولیٹکل حالت ہی کو ترقی نہین ہوئی بلکہ مذہبی خیالات پر بھی اچھا اثر پڑا۔

کہ بے علم نتوان خدا را شناخت

اب خدا کو بت کی صورت مین ایک بے انتہا قوت والی وہمی شئی سمجھ کر اسکی پوجا کرنے والے تو ضرور کم ہوتے جاتے ہین۔ لیکن خدا کی خدائی کو نظر معرفت سے دیکھ کر سچے دل سے اسکے احکام کے ماننے والے اور شوق سے اسکی بندگی کرنے والے روز بروز بڑھتے جاتے ہین۔ نئی تعلیم سے انسان وہ باتین سیکھتا جاتا ہی جسکی تعلیم مذہب اور بالخصوص مذہب اسلام کے ذریعہ سے ہوتی تھی۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہان علوم جدیدہ اور علوم قدیمہ کا مقابلہ کیا جاتا ہی۔ علم کوئی شئی نہین ہی جب تک وہ حاصل نہ کیا جائے اس زمانہ مین جو چرچا علوم کا ہی وہ اگلے کب تھا۔ جو کچھ برکت ہی حصول علم کی ہی نہ کہ نفس علم کی کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ زمانہ قدیم زمانہ سے اچھا ہی۔ وہ زمانہ جب علوم فیض صحبت سے حاصل ہوتے تھے۔ سب سے اچھا تھا۔ سیدھی سادھی باثر تعلیم ہوتی تھی۔ بہرحال نعیم سے کہین اچھے زمانہ مین نصیر نے نشو و نما پائی تھی۔ اس روشن زمانہ کی ابتدا نصیر کی جوانی ہی مین شروع ہوگئی تھی۔ اور اسلیے گو اسکو نانا کے خیالات کی طرف رجحان تھا۔ لیکن زمانہ کی کشش نے ادھر اسکو پورے طور پر مائل ہونے نہ دیا۔ بین بین رہگیا زمانے کے ساتھ ساتھ اسکے خیالات بھی بھلائی کی طرف ترقی کرتے رہے۔ اسکا بیٹا کسی قدر رفتار زمانہ سے مخالفت کرتا تھا اپنے باپ کو گمراہی کی طرف پھیرنا چاہتا تھا لیکن قوم کے خیالات مین تبدیلی پیدا ہوگئی تھی اسلیے جبار کی طرح اسکو کامیابی نہ ہوئی۔ مجاہد الیاس پیر و مقابلہ کو اٹھ کھڑا ہوا۔ اور مجاہدین فی سبیل اللہ مین نام لکھوا کر ہمیشہ کے لیے اپنا نام زندہ چھوڑ گیا۔

نصیر کا مزاج بعض بعض باتون مین نانا سے ملتا جلتا تھا لیکن وہ نانا کے قدم بقدم نہ چل سکا۔ وہ کسی قدر ذی عقل تھا زمانہ ترقی کر چلا تھا۔ وہ حالت زمانہ کے ساتھ موافقت کرنے پر مجبور تھا۔

نصیر نے ہوش سنبھالتے ہی چمڑے کی تجارت شروع کی۔ اُسوقت اس تجارت مین مین بہت فائدہ تھا۔ باپ ہی کی دولت سے اسنے تجارت بڑھائی تھی۔ لیکن خدا کی قدرت کہ باپ کو دو چار ہزار روپیہ سال مین پیدا کرنا مشکل ہوتا تھا اور اسنے تین برس مین

پچاس ہزار روپیہ منافع مین پیدا کیے اور پھر اُس سے مختلف شاخین تجارت کی قایم کین جن سے دس برس کے اندر وہ کئی لاکھ کا آدمی ہوگیا۔ اتفاق سے بقایا مالگزاری کی علت مین ایک ہندو راجہ کا تعلقہ ضلع چمپارن مین نیلام ہوتا تھا اسے اسنے خرید لیا۔ اب تجارت چھوڑ کر زمینداری پیدا کرنے اور اسکے بڑھانے کی طرف اسکی توجہ ہوئی۔ شریف دیکھتا تھا کہ نصیر کی نظرون مین اُسکی کچھ بھی عزت نہین ہی لیکن وہ کنارے کنارے رہتا تھا۔ نصیر کے معاملات مین وہ کچھ دخل نہ دیتا۔ تھوڑے دنون مین شریف اور معصومہ نے انتقال کیا۔ والدین کے مرنے کی نصیر کو نہ خوشی ہوئی اور نہ رنج ہوا۔ وہ نشہ دولت مین ایسا مست تھا کہ اپنے یگانے کا اسکو کچھ خیال نہ تھا نصیر کا بیاہ ایک متمول شخص کی لڑکی سے ہوگیا تھا۔ بی بی کے ذریعہ سے بھی کچھ دولت اُسکے ہاتھ آئی تھی۔ دولت اور ثروت کے اعتبار سے قرب وجوار کے دو چار ضلعون مین یہ اپنا ثانی نہین رکھتا تھا۔

جب اسکی عمر ۵۰ - ۶۰ برس کی ہوئی تو اُسکے خیالات نے نانا کے خیالات کی پیروی شروع کی۔ السعید من وعظ بغیرہ۔ لیکن اسمین یہ سعادت کہان تھی کہ غیر سے نصیحت حاصل کرتا۔ اپنے نانا کی ذلتین یہ دیکھ چکا تھا۔ پھر بھی اُسے عبرت نہ ہوئی لیکن خیریت تھی کہ اب زمانہ بدل چلا تھا۔ تمام ملک مین انگریزی تعلیم پھیلی ہوئی تھی۔ اس تعلیم نے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہی صرف انگریزی زبان اور علوم جدیدہ ہی نہین سکھلائے تھے بلکہ اس سے ہندوؤن اور مسلمانون مین مذہبی باتین سُننے اور سمجھنے کا شوق پیدا ہوگیا تھا اور اس طرح قوم مین کچھ جان آچلی تھی۔ جہالت اور تاریکی رفع ہورہی تھی۔ نصیر کو اپنا مطلب حاصل کرنا اُتنا آسان نہ تھا جتنا کہ نعیم کو تھا۔ نصیر اپنے نانا کی چال پر چلنا اپنا خاندانی شعار جانتا تھا اور زمانہ اُسکو اپنے رنگ مین رنگنا چاہتا تھا۔ اس دو عملے مین اس بیچارے نصیر کی بہت سے آبروئی ہوئی اور بڑی بڑی زحمتین اسے اُٹھانی پڑین نتیجہ تو خود اسکی دلی کمزوری کے سبب سے اور زیادہ تر اسلیے کہ اسکے بیٹے کلیم نے اتفاقات سے طبیعت وہ پائی تھی جو سو برس پہلے مناسب وقت تھی لیکن اسوقت تو بالکل مخالف

وقت تھی۔

نصیر نے چھپرے مین مستقل سکونت اختیار کرلی تھی۔ جب وہ ساٹھ سال کی عمر مین پہنچا تو دو لڑکے جوان اسکے گھر مین تھے۔ ایک بڑا لڑکا کلیم بیاہا گیا تھا اور صاحب اولاد بھی ہوگیا تھا۔ لیکن دوسرا سلیم بے بیاہا تھا۔ نصیر کو سلیم کے بیاہنے کی زیادہ فکر نہ تھی لیکن سلیم سے دو برس چھوٹی لڑکی فہیمہ اٹھارہ برس کی ہو چکی تھی اور کہین سے نسبت کے رقعہ نہین آئے تھے۔ فہیمہ کے بیاہ کی بڑی دقت تھی۔ نصیر جسکو چاہتا وہ اسکے خاندان کے دستور سے گریز کرتا۔ کچھ ایسے بھی تھے جنکو نصیر اسلیے پسند نہین کرتا تھا کہ وہ بیاہ کے بعد اپنے روٹی کپڑے کا بار بھی نصیر ہی پر ڈالنا چاہتے تھے اور نصیر نانا کی سنت پر چلنا چاہتا تھا یعنے وہ لڑکی کو ایسی جگہ بیاہنا چاہتا تھا کہ پھر لڑکی سے کوئی تعلق باقی نہ رہے گھر سے وہ اس طرح دور کی جائے جس طرح دودھ سے مکھی۔ فہیمہ کے چند خواستگار ایسے بھی تھے جو نصیر کے سر نہ ہوتے لیکن اُنکے انداز ایسے نظر آتے تھے کہ نصیر کو انجام برا نظر آیا۔ نصیر کوئی بڑا لائق داماد نہین چاہتا تھا۔ کوئی نیک... بولا بھالا سیدھا جاہل مطلق داماد کھانے پینے سے خوش اسکو ملجاتا تو بہت خوش ہوتا۔ ایسا متمول خاندان بھی وہ نہین ڈھونڈھتا تھا جو اس سے مقابلہ کرنے کی تاب رکھتا۔ جستجوین اتنی بہت سی قیدین ناکامی تک منتج ہوتی تھین۔ لڑکی ۱۴ برس کی تھی اسوقت سے اٹھارہ برس کی عمر تک نصیر اسکے لیے شوہر تلاش کرتا رہا لیکن کہین بات پکی نہین ہوئی۔

اتفاق سے ایک کوٹھی شورے کے کاروبار کی چھپرے مین قایم ہوئی۔ مرشدآباد سے ایک نوجوان محمد متین نام منیجر مقرر ہوکر آیا سو روپیہ اُسکی تنخواہ تھی اور علاوہ اسکے تجارت مین وہ دو آنے کا حصہ دار بھی تھا۔ نصیر کے مکان کے پاس ہی اُسنے مکان لیا اور نصیر سے رسم ملاقات بڑھتی گئی۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ نصیر ہی کے مورث اعلی کی نسل سے ہے۔ نصیر کے پردادا کا ایک بھائی شاہی فوج کے ساتھ مرشد آباد چلا گیا تھا اور وہین بس گیا تھا۔ مولوی متین اُسی کی نسل سے تھے جتنی باتین نصیر

ڈھونڈھتا تھا بجز جہالت کے وہ سب انھین موجود تھین۔ مولوی متین بڑے ہوشیار بڑے مدبر۔ عالم باعمل۔ متحمل۔ منکسر المزاج اور غیور تھے۔ ایک بھلے مانس مین جتنے اوصاف چاہیے سب انھین موجود تھے۔

مولوی متین نے تمام عمر کوئی کام بے دانشی کا کیا تو وہ صرف یہ تھا کہ فہیمہ سے بیاہ کرنے پر راضی ہوگئے۔ کچھ سمجھ مین نہین آتا کہ کس امر نے انکو ایسا کرنے پر مجبور کیا۔ مولوی صاحب مین ذرا طمع نہ تھی اسلیے محمد نصیر کے تمول نے کچھ بھی سفارش نہ کی ہوگی۔ وہ طامع ہوتے تو جب بھی دو چار مہینے تک نصیر کے محلہ مین رہکر یہ تو ضرور سمجھ جاتے کہ ان تلون تیل نہین ہی۔ فہیمہ اپنے محاسن اخلاق یا صورت شکل مین کچھ مشہور نہ تھی کہ متین غائبانہ دل دے بیٹھتا۔ نہین معلوم وہ کیون نصیر کے جال مین آپھنسا۔ ہان متین مین مروت بہت تھی۔ نصیر نے قرابت سے سابقہ یاد دلا کر اور کچھ جھوٹا سچا ظاہری تپاک کر کے اُسے رام کر لیا ہوگا بہرحال وہ کسی طرح پھنس گیا اور نصیر کے گھر سے تعلق پیدا کرتے ہی اُسکے تمام اوصاف آدھے رہ گئے۔ صحبت مین بڑا اثر ہی۔ تعلق زناشوئی سے ایک نئی دنیا شروع ہوتی ہی۔ بیبیون کی وجہ سے شوہرون مین اور شوہرون کی وجہ سے بیبیون مین انقلاب عظیم واقع ہوتا ہی۔ متین جب تک زندہ رہا وہ اس غلطی پر تاسف کرتا رہا۔ اپنی خوبیون مین زوال اور اپنے کمال مین صریح نقصان دیکھتا تھا اور دل ہی دل مین کہتا تھا کہ خودکردہ را چہ علاج اور نہایت صبر سے تمام زحمتون کا مقابلہ کرتا تھا۔

شروع شروع بی بی کو طلاق دینا بہت آسان تھا۔ لیکن یہ بھی اُسکی کریم النفسی اور فراست متانت کی دلیل تھی کہ وہ طلاق کو عمدہ سے عمدہ علاج سمجھتا تھا لیکن کبھی اسپر آمادہ نہین ہوا اور یہ حالت بھی تھوڑے ہی دنون تک قایم رہی۔ مرغ نوگرفتار کی طرح وہ کچھ دنون قفس مین اُچھلا کودا۔ پھر کثرت اولاد شروع ہوئی اور اب طلاق جو عمدہ سے عمدہ شرعی علاج تھا اسکے لیے بد سے بدتر زہر ہوگیا اور ناچار اسکو تمام عمر فہیمہ کا ساتھ دینا لازم آیا۔ مکھی کتنی ہی اُچھلے کودے لیکن مکڑی کے جالے مین پھنس کر چھوٹ نہین سکتی فہیمہ مین کوئی عیب شرعی نہ تھا لیکن متین ایسے متین اور سلیم الطبع شوہر کے

لیے وہ بے تکلف وبال جان تھی وہ نیک تھی اور باحیا تھی خلقت اسکی بری نہ تھی صرف تربیت بری تھی۔ نصیر کے گھر میں اس نے پرورش پائی تھی یہی عیب تھا اور بڑا عیب تھا نصیر کو اپنی بی بی سے کچھ بھی اُنس نہ تھا انتظام خانہ داری نصیر کا بہت بُرا تھا فہیمہ کی تعلیم کی طرف نصیر نے توجہ نہیں کی تھی۔ تعلیم نسواں کا چرچا تمام ہندوستان میں تھا لیکن نصیر نے اسکا رواج دینا پسند نہیں کیا۔ نصیر کے کنبے کا کوئی دوسرا چہرے میں نہ تھا ماں اور باپ کے سوا اور کوئی فہیمہ کا ملنے والا یا اُسکا معلم نہ تھا۔ اور اِن دونوں کی صحبت میں وہ بیچاری کچھ بھی سیکھ نہ سکتی تھی۔

متین بڑے باپ کا بیٹا اور بڑے ذی علم خاندان اور نیک نام گھرانے کا۔ نوجوان تھا۔ اسکا باپ مرچکا تھا اور شادی بیاہ کے متعلق خود اسکو تجربہ کم تھا۔ باپ زندہ ہوتا تو ہرگز اُس کو نصیر کے گھر نہ بیاہتا۔

متین کو تا زیست اس غلطی پر افسوس رہا۔ لیکن از راست کہ برراست سمجھ کر صبر کرتا رہا۔

اپنے گھر والوں کے ساتھ متین کا برتاؤ کیسا تھا یہ اس کتاب میں دکھانا مقصود نہیں ہے یہاں صرف اُن معاملات کا ذکر کرنا ہے جو کلیم کی فرط ذہانت سے نصیر اور متین کے درمیان پیش آئے۔ متین نے سسرال والوں سے کبھی کسی قسم کی طمع ظاہر نہیں کی تھی۔ اُسنے اپنی سیر چشمی کی وجہ سے نصیر کے دل میں جگہ بھی پیدا کر لی تھی متین سے نصیر محبت ضرور کرتا تھا لیکن سو کھی ساکھی پھیکی۔ بدمزہ۔ نصیر چاہتا تھا کہ ایک پیسہ فضول خرچ نہ ہو اور کلیم خود کو باپ کا حصہ دار سمجھتا تھا۔ متین ان جھگڑوں سے بالکل بے تعلق رہنا چاہتا تھا۔ شروع شروع کلیم سے نصیر کچھ کشیدہ خاطر رہنے لگا اور متین سے رسم ملاقات بڑھتی گئی۔ متین کے استغنا نے کلیم کو دلیر کیا اور نصیر کے سکوت بیجا نے اسکو اور ناحق شناس بنایا۔ اس طرح کلیم کی طبعیت بڑھتی گئی اور بالآخر اسکو یہ خواہش پیدا ہوئی کہ باپ کی تمام دولت کا میں تنہا مالک رہوں تو اچھا۔

نصیر کا چھوٹا بیٹا سلیم ہمیشہ دلی میں رہا اور علما کی صحبت میں تحصیل علم کرتا رہا۔ کلیم شروع سے گھر ہی رہا اور ہر طرح اسکو معاملات میں مداخلت کا موقع حاصل تھا۔ باپ کی کل دولت

کلیم اپنی سمجھتا تھا۔ سلیم بالکل گھر سے بے واسطہ تھا پھر بھی وہ کچھ نہ کچھ خرچ کا طالب ہوتا ہی تھا۔ فہیمہ اور متین سے البتہ نصیر بظاہر خوش تھا کہ اُنھوں نے نصیر سے کبھی کوئی امید نہیں رکھی تھی۔ متین کے ایما سے فہیمہ نے جہیز کی تمام چیزین باپ کو واپس کر دین۔ زیورات جو رسم دنیا کے طور پر فہیمہ کو میکے سے ملے تھے فہیمہ نے انمین سے ایک بھی نہ لیا۔ نصیر آخر نعیم کا نواسہ تھا۔ یہ ادائین اسکو بہت پسند آئین۔ یہ چیزین تجارت کی وجہ سے واپس آئین اور نصیر نے اسکو داماد کا فرط استغنا تصور کیا۔

نصیر دوسرون کے لیے دولت جمع کرنے کو مخلوق ہوا تھا نہ وہ کھاتا تھا اور نہ کسی کو کھلا سکتا تھا خلیق تھا۔ وضع دار تھا۔ بردبار تھا۔ ان اعتبارات سے وہ بہت اچھا تھا۔ ضرورت سے زائد قوت انتظامیہ اسکے دماغ مین تھی۔ یہی ایک عیب تھا اور ایک دوسرا عیب اور بھی تھا کہ فی عمرہ وہ اچھی صحبتون سے بے بہرہ رہا تھا۔ اخیر اخیر وہ کلیم سے بہت دل آزردہ ہو گیا تھا۔ اس کے مصارف سے وہ گھبراتا تھا اور بڑی تکلیف اُسکو یہ تھی کہ کلیم اسکی تمام دولت سے مستفید ہوتا تھا اور پھر بھی ناسپاس اور غیر ممنون رہتا تھا۔ نصیر کو یہ خیال ضرور تھا اور یہ اسکے دل کی محض کمزوری تھی کہ جو جائداد اور سرمایہ میرا کلیم کے پاس رہجائیگا وہ فی الواقع میرا ہی ہوکر رہے گا اور میرے مرنے کے بعد اسی ذریعہ سے میرا نام دنیا مین قایم رہیگا۔ نعیم بھی انھین خیالات کا تھا۔ لیکن اُس وقت زمانہ تاریک تھا۔ اب روشنی کے زمانہ مین یہ خیالات بعید از فہم سمجھے جاتے تھے اور نصیر کے ہمخیال اسوقت کم لوگ باقی رہے تھے۔ ان باتون سے ناظرین سمجھ سکتے ہین کہ نصیر اور کلیم مین اگر مخالفت تھی تو اُسکی کیا کیفیت تھی۔ اور موافقت تھی تو اسکی کیا نوعیت تھی۔

کلیم اپنی پیدائش سے متین کو اپنا بدخواہ سمجھتا تھا۔ حالانکہ نصیر کی طبیعت ایسی نہ تھی جسمین کسی کو بھی دخل ہوتا۔ وہ اپنی راے کا پکا اور خیال کا مضبوط تھا۔ متین کے لیے جہان سب زحمتین تھین وہان کلیم کی مزاج دانی کا خیال بھی تھا۔ کلیم کی مزاجداری مین وہ جتنا ہی انکسار صرف کرتا تھا اتنا ہی کلیم اس سے نفور ہوتا تھا۔ متین اور فہیمہ کی طرف سے ارتباط مین جتنا مبالغہ اور اہتمام کیا جاتا تھا اُتنی ہی کلیم کی نفرت بڑھتی جاتی تھی۔ فہیمہ کے برتاؤ سے چاہیے تھا کہ کلیم کے دل مین محبت پیدا ہوتی۔ بہن کو وہ عزت کی نگاہ سے دیکھتا۔ لیکن وہان

نتیجہ برعکس پیدا ہوا۔ بجاے محبت کے عداوت ہوئی اور عزت کے بدلے ذلت بڑھی۔ فہیمہ بھائی اور بھائی کی اولاد پر جان دیتی تھی۔ وہ خود کثیر الاولاد تھی اُسے اپنے بچّون سے فرصت نہ تھی۔ باایمنہ وہ کچھ وقت اپنا کلیم کے بچّون کی خدمت مین ضرور صرف کرتی تھی۔ بھائی کے بچّون کی دودھ پلانے والی دائی بیمار ہوجاتی یا کہین چلی جاتی تو اپنے شوہر کی خلاف مرضی خدا کی گنہگار ہوکر خود اپنا دودھ پلا پلاکر اُنکو پالتی۔ لونڈیان یا مامائین جہان اس طرح جان نثاری سے خدمت کرتی ہین وہان مالکون کے دلمین جگہ پیدا کرلیتی ہین۔ لیکن کلیم کی حمیت کبھی اِن باتون کو خاطر مین نہ لائی۔ کلیم کا قصور کم ہی۔ زیادہ قصور نصیر کا ہی جس نے کلیم کو یہ نہین بتایا تھا کہ بھائیون کو بہنون سے کیونکر ملنا چاہیے۔ خود نصیر حق پدری ادا کرنے مین صریح کوتاہی کرتا تھا تو کلیم جو باپ سے عقل وفراست مین کم تھا بھلا کب اِن باتون کی طرف توجہ کرتا۔ افسوس کلیم کی نظر دن مین ماماؤن کی سی عزت بھی بہن کی نہ تھی۔ اِسنے اپنے باپ سے یہ سبق ہی نہین پایا تھا۔ جب باپ کو لڑکیون سے محبت ہوتی ہی تو بھائی پر بھی اسکا پرتو پڑتا ہی۔ اور جس گھر کا ٹھاٹ ہی بگڑا ہو وہان ایک کو دوسرے سے کیا واسطہ۔

گھر کا تمام انتظام صاحب خانہ کے حسن اطوار سے تعلق رکھتا ہی۔ شوہر کو بی بی سے محبت ہو تو بی بی کے ذریعہ سے بچّون سے بھی اُسکو اُنس ہوتا ہی۔ پھر بچے بھی باپ اور مان سے محبت رکھتے ہین اور اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہی انہین باہم ایک کو دوسرے سے موانست ہوجاتی ہی۔ بھائی بہن پر فدا ہوتا ہی اور بہن بھائی پر جان نثار کرتی ہی۔ گویا سب کے سب ایک گلدستہ کے پھول بنجاتے ہین یا ایک شاخ کے گچھے نظر آتے ہین۔ خود اُنکو لطف آتا ہی اور دیکھنے والے محظوظ ہوتے ہین۔ محبان اسلام بےسبب بھی ایسے گھرون کو دیکھ کر مسرور ہوجاتے ہین اور قوم کی قوم پر عمدہ اثر پڑتا ہی۔ اور جن گھرون مین ایسا نہین ہی وہان تمام دُنیا کی دولت ہو لیکن خاک لطف نہین آتا اور نہ ذرا رونق ہوتی ہی۔

نصیر کے خاندان مین ایک کا دوسرے سے بے اُنس ہونا کوئی حیرت کا مقام

نہ تھا۔ لیکن تعجب یہ تھا کہ فہیمہ نے ہر طرح اپنا خلوص ظاہر کیا۔ متین نے حد سے زیادہ متانت کو راہ دی۔ پھر بھی کلیم کا دل پتھر کا پتھر ہی رہا۔

کبرسنی کی وجہ سے جب نصیر کا کچھ زور گھٹا تو کلیم اُسپر قابو پا گیا۔ نصیر کو کلیم سے کوئی اُنس نہ تھا۔ لیکن بقائے نام کا جاہلانہ خیال اُسے مغلوب رکھتا ۔ اور کچھ کلیم نے اپنا ظاہری رنگ دکھا کر نصیر کے قابو پرست دل پر اپنا قبضہ بھی کرلیا تھا ورنہ فطرتی محبت جو خون کے تعلق سے پیدا ہوتی ہے وہ خاندان میں کسی کو کسی سے نہ تھی۔ نصیر کی طبیعت کسی قدر اصلاح پذیر تھی لیکن عالموں کے فیض صحبت سے وہ ہمیشہ محروم رہا تھا۔ کلیم تو ماشاء اللہ اپنے باپ کے نانا نعیم کی سنت کو زندہ کرنے والا تھا۔ نہ اسکے دل میں خوف خدا تھا اور نہ آنکھوں میں ذرا مروت تھی۔ دل کیا تھا سنگ خارا کا ٹکڑا تھا۔ ہوش سنبھالتے ہی اسے یہ فکر ہوئی کہ فہیمہ ترکہ پدری سے کسی طرح محروم ہو جائے تو اچھا۔ نصیر کی جائداد سے اگر کوئی مستفید ہوتا تھا تو وہ کلیم تھا۔ خود نصیر اپنے لیے خرچ نہیں کرتا تھا مگر کلیم کی تمام ضرورتوں کو پورا کرتا ۔ کلیم کو تدبیریں معلوم تھیں ۔ وہ وقت پر خوشامد سے ۔ جبر سے ۔ رو کر ۔ آنکھیں دکھا کر کسی نہ کسی طرح باپ سے روپیہ وصول کرلیتا تھا۔ مثل ہے کہ شیر کے منہ میں خون کا لگنا اچھا نہیں ہوتا۔ اب کلیم اس فکر میں ہوا کہ نصیر کے مرنے کے بعد بھی نصیر کی تمام جائداد صرف اسی کے صرف میں آئے اپنے ضروری مصارف بند کرکے اور تمام حقداروں کے حق تلف کرکے جو سرمایہ نصیر نے جمع کیا ہے وہ سب کا سب اُسی کو ملجائے۔ گویا وہ نصیر کو اپنا غلام سمجھتا تھا اور نصیر کی بقیہ اولاد کو غلام کی اولاد جانتا تھا ۔ معاذ اللہ حرص بھی کیا ناپاک شے ہے۔

سلیم کی نسبت کلیم کا خیال تھا کہ وہ درویشانہ زندگی بسر کریگا اور اسلیے اسکا کھٹکا نہ تھا۔ ہاں فہیمہ صاحب اولاد تھی اور اسکا شوہر شہر کے با اثر لوگوں میں تھا۔ کلیم کو جو کچھ ڈر تھا فہیمہ کا تھا۔ لیکن باپ کے ایمان کو وہ مذبذب سمجھتا تھا اور یہی ذرا اسکی تسکین خاطر کی صورت تھی۔

فہیمہ نے بھی پدری دولت کی طمع نہیں کی ۔ مگر تینوں کا سب جمع ہونا تو بہت مشکل ہے

لیکن اُنہین قوت ضبط ایسی ہوتی ہی جو بہت سے عیوب چھپا لیتی ہی۔ اور متین کی عالی ہمتی اور سیر چشمی تو بہت بڑھی ہوئی تھی اسکو نصیر کی دولت کا کبھی خیال بھی نہ آیا۔ اور اگر کلیم جلدی نہ کرتا تو شاید متین کبھی اُسکا نام بھی نہ لیتا۔ اسکی عالی ہمتی سے یہ بہت بعید تھا کہ وہ بی بی کے ذریعہ سے اپنے یا اپنے بچون کی راحت کا کوئی سامان کرتا۔ اسمین نہ کوئی شرم ہی اور نہ کوئی شرعی عیب ہی لیکن متین بلند حوصلگی مین مشہور تھا اور پیچیدہ ذرایع سے وہ حصول معاش کو برا جانتا تھا خصوصاً زمینداری سے تو اُسکو دلی نفرت تھی۔ خود اُسکی آبائی جائداد مرشدآباد مین بہت کچھ تھی لیکن اُسنے کبھی اُدھر رُخ نہین کیا اور اپنے دور کے رشتہ دارون کو مفت دیدیا کہ وہ اُس سے بسر اوقات کرین۔ سو روپیہ اسکی تنخواہ محض کہنے کو تھی تجارت مین وہ آٹھوین حصہ کا مالک تھا جس سے پچاس ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ منافع حاصل ہوتا تھا۔ اور اسی آمدنی سے اُسنے رفتہ رفتہ پانچ جہاز خود اپنے صرف سے بنوائے تھے جو خلیج بنگال مین کرایہ پر چلتے تھے۔ برہما مین جب ریل جاری ہوئی تھی تو اسنے بہت سے حصے خرید لیے تھے۔ اب یہ اس حالت مین تھا کہ چھوٹے کا زمیندار مشہور ہونا اپنی ہتک جانتا تھا۔

یہان پر یہ لکھنا بے موقع نہین ہی کہ فہیمہ کے باپ اور بھائی کی جو کیفیت تھی وہ ظاہر کی گئی کہ ادنی سے ادنی مسلمان بھی جو سلوک اپنی لڑکیون یا بہنون سے کرتا ہی وہ بھی فہیمہ کے ساتھ اُسکے بھائی اور باپ نے روا نہین رکھا۔ لیکن پھر بھی وہ اپنے کو شہزادیون اور امیر زادیون کی مد مین سمجھتی تھی۔ شروع مین جو متین کی حالت تھی وہ بھی ظاہر کر دی گئی۔ ابتدا مین متین کی عزت اُسکی نظرون مین کم تھی اور اُسکا اثر جو تمدن پہ پڑ سکتا ہی متین کا خاندان بھی اس سے نہ بچ سکا۔ اور متین کو بہت بڑا قلق اسکا تھا۔ جو نفرت اُسکے دل مین فہیمہ کی طرف سے پیدا ہو گئی تھی وہ اُسکو نہایت تحمل سے برداشت کرتا تھا۔ بار بار یہی کہتا تھا کہ از ماست کہ بر ماست۔ جب کبھی اپنے خاندان کی تمدنی حالت کی خرابی پر نظر کرتا تھا تو اُسکی عالی منشی اُسکو بہت بڑی حیرت اور بہت بڑے سوچ مین ڈال دیتی تھی۔ اسلیے کبھی کبھی خود بھی اس بات کو سوچتا تھا کہ کہین باپ اور بھائی کی

بدسلوکی فہیمہ پر ظاہر ہو جاتی تو اچھا ہوتا کہ اسکا تکبر ٹوٹتا۔ یہ بھی ایک دستور ہے اور عام دستور ہے اِس سے کوئی شخص انکار نہین کر سکتا کہ کسی مالدار کی لڑکی اپنے سے کم حیثیت والے شوہر کو کبھی آرام نہین دے سکتی۔ گو یہ حالت شوہرون کو ہمیشہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔ لیکن بی بی کا تمول شوہرون کے زخم دل کا مرہم بنجاتا ہے۔ شوہرون کو تسکین ہوتی ہے کہ مزاجدار بی بی اپنی مزاجداری کی وجہ رکھتی ہے۔ لیکن کتنا بدبخت اور واجب الرحم وہ شوہر ہے جو اپنے سے بھی کم حیثیت کی بی بی باعتبار دولت کے اپنے گھر لائے اور پھر اُس بی بی کا مزاج بیوجہ عرش پر ہو۔ وہ بیچارہ تو اپنے آرام کے لیے بیاہ کرتا ہے۔ بی بی کے خوش کرنے کو وہ اپنے کو بیچ کر اپنے حق سے ادا ہوتا ہے لیکن بی بی کی خاطر مین کچھ بھی نہین آتا۔ اس طرح برائیون کا تناور درخت تعمیر تمدن کی جڑ مین جمکر تمام مکان کو کھنڈر بنا دینے کی دھمکی دیتا ہے تو اسکا علاج سوا اسکے دوسرا ہو ہی نہین سکتا کہ درخت جمنے کے ساتھ ہی اُکھاڑ دیا جائے۔ یعنے شرعی طور پر طلاق دیکر مخلصی حاصل کر لی جائے۔

درختے کہ اکنون گرفتست پاے ۔۔۔ بہ نیروے شخصے بر آید زجاے
وگر ہمچنان روزگارے ہلی ۔۔۔ بگردونش از بیخ بر نگسلی

متین نے فہیمہ کے ساتھ بیاہ کرنے مین جو غلطی کی تھی اُسکی اصلاح طلاق سے ہو سکتی تھی۔ متین نے اس پہلو پر بارہا غور کیا۔ غور کا زمانہ ختم نہاین ہوا تھا کہ فہیمہ کے بطن سے کئی اولاد ہوئین ۔۔۔ اور اب فہیمہ کے تعلق کے درخت کو اکھاڑ پھینکنا اُسکے اختیار سے باہر ہو گیا۔

جسوقت فہیمہ آئی تھی متین کی تنخواہ ستر روپیہ ماہوار تھی۔ وہ سمجھی کہ مین بنیے کے ایک ادنیٰ ملازم کے ساتھ بیاہی گئی ہون۔ باپ کا دیا ہوا ایک چھلا اسکی اُنگلی مین نہ تھا بیاہ کے بعد ایک جوڑہ کپڑہ تو بہت ہوتا ہے کبھی ایک رومال بھی نصیر نے فہیمہ کو نہین دیا لیکن فہیمہ کا دماغ ایسا تھا کہ عالمگیر کی بیٹی زیب النسا ناصر علی ایسے تباہ حال شاعر کے پاس بیاہ کر آتی تو شاید ایسا ہی دماغ ساتھ لاتی۔ فہیمہ اپنی نادانی سے سمجھتی تھی کہ جو کچھ نصیر کا ہے

مین بھی اسمین حصہ دار ہون۔ متین موجودہ حالت کو دیکھتا تھا کہ سو روپیہ اُسکی تنخواہ ہے جو فہیمہ کے پان ڈلی کے لیے بھی کافی نہین ہے۔ فہیمہ نے متین کو ذلیل سمجھا اور متین نے فہیمہ کو وبال جان جانا۔ متین کو غصہ نہ آتا وہ بڑا ایک اور دور اندیش تھا۔ لیکن انسان ہی تھا کہان تک صبر سے دیکھتا کہ ایک گدا گر جو سلوک اپنی لڑکی کے ساتھ کرتا ہے وہ بھی نصیب نے نہین کیا اور پھر فہیمہ نصیر ہی کا دم بھرتی ہے۔ اسنے ضبط سے بہت کام لیا مُنہ سے کچھ نہین کہا لیکن اسکا دلی غصہ نفرت سے مبدل ہو گیا اور وہ دل کے فعل سے مجبور تھا کچھ دنون کے بعد متین کی مالی حالت نے ترقی کی۔ رفتہ رفتہ باپ اور بھائی کی بدسلوکیون کا بھی فہیمہ کو پتہ چلا۔ اب فہیمہ کے دل مین شوہر کا اعزاز قایم ہوا۔ طرفین مین موانست کی صورت پیدا ہوئی لیکن جب بناخراب ہو گئی تو پھر کہان تک اصلاح ہوتی۔ جب متین کی نظرون سے فہیمہ گر گئی تو پھر وہ لاکھ اطاعت و فرمانبرداری کرتی کیا ہوتا۔ اب وہ یکجہتی کہان پیدا ہو سکتی تھی جو زن و شو مین چاہیے۔

متین کے دل مین اتنا پیچ و تاب تھا۔ لیکن اسکی صلاحیت اور نیک مزاجی نے جسکی وجہ سے خود نصیر اسکو ضرورت سے زیادہ بے پروا اور سادہ لوح سمجھ رہا تھا کوئی بے لطفی کی صورت پیدا نہ ہونے دی۔ وہ سب سمجھے کہ یہ بالکل ہی احمق اور بے حس ہے اور یہ نہ سمجھے کہ بی بی کی ہمدردیون سے تنگ آکر بی بی کے رشتہ دارون کا احسانمند ہونا اسکو ناگوار ہے۔ اب بجاے اسکے کہ متین کی صلاحیت کی قدر کی جاتی وہ سب اسکو کمزور سمجھے اور اسکی کمزوری سے فائدہ اُٹھانے کی خواہش دلون مین پیدا ہوئی کلیم کو یہ خیال ہوا کہ جسطرح شیخ نعیم نے جبار کے حق مین ہبہ نامہ لکھدیا تھا اُسی طرح نصیر بھی کوئی کتبہ اُسکے حق مین لکھدے تو اچھا۔ لیکن اب زمانہ ترقی کر چلا تھا۔ شیخ نعیم کا سا وقت نہ تھا لوگ حقوق کو پہچاننے لگے تھے۔ وہ خود سمجھتا تھا کہ اس حکمت مین کامیاب ہونا ذرا مشکل ہے لیکن وہ اپنی تدبیر سے غافل رہنے والا بھی نہ تھا۔ جب کسی موضع کی خریداری باپ نے اُسکے اہتمام مین چھوڑی تو اُسنے بجاے باپ کے اپنا اور اپنے بھائی سلیم کا نام بیعنامہ مین درج کرا لیا اور کبھی تنہا اپنا ہی نام لکھوایا۔ کلیم کی یہ صریح دغابازی اور

اور بے ایمانی تھی۔ ہندوستان میں ایسی فرضی تحریروں کا پہلے دستور تھا۔ گو اب زمانہ کی ترقی کے ساتھ اسمیں کمی آچلی تھی۔ کلیم تو بد دیانتی سے ایسا کرتا تھا لیکن اسکا خیال دوسروں کو نہ ہوتا تھا۔ اس حرکت سے کوئی فائدہ کلیم کا نہ تھا لیکن کلیم یہ خیال کرتا تھا کہ جہاں تک اُسکے اختیار میں ہو وہ کیوں باقی لگا رکھے۔ کلیم ہر وقت اپنے خیال میں مستغرق رہتا تھا لیکن کوئی صورت اُسکے ذہن میں آتی نہ تھی۔

کلیم کا خسر مخدوم شاہ کمال الدین سہسرام کی ایک مشہور مذہبی خانقاہ کا جواب تک قایم ہے متولی تھا۔ تمام بہار کے مسلمان اسکے معتقد تھے۔ خانقاہ کے متعلق بہت بڑی جائداد کسی مسلمان صوبہ دار بہار نے وقف کی تھی جو متولیوں کے قبضہ میں یکے بعد دیگرے چلی آتی تھی۔ کلیم کی خواہش تھی کہ وہ متولی مقرر کیا جائے۔ شاہ صاحب بہت بڑے دانا تھے وہ نا اہل کو کسی طرح اپنا جانشین نہیں کر سکتے تھے۔ جائداد اُنکی خاص ملکیت نہ تھی کار خیر کے لیے وقف تھی۔ شاہ صاحب سچے مسلمان تھے۔ سیدھی بات جانتے تھے اُنکے مریدوں میں سب سے زیادہ صادق الارادت مولوی صادق علی تھے۔ اُنکو شاہ صاحب نے تولیت کے لیے منتخب کیا۔

مولوی صاحب نواحی الہ آباد کے رہنے والے تھے گورکھپور کے مدرسہ میں عرصہ تک عربی کے مدرس رہے تھے۔ انگریزی کی قدر بڑھنے سے عربی کا درجہ ٹوٹ گیا۔ مولوی صاحب بڑے ذی علم تھے (مر نہیں گئے اب بھی زندہ ہیں) زبان عربی کی قدر تو باقی نہ تھی پھر بھی انکی عزت کرنے والے زندہ تھے۔ یہ گورکھپور ہی میں رہ گئے۔ روساء شہر کے لڑکے کچھ انسے گھر پر پڑھتے بھی تھے اور گزر اوقات کے لائق انکو بیس پچیس روپیہ ہر مہینے میں مل ہی رہتے تھے۔ شاہ صاحب نے مولوی صادق علی کو تولیت کے لیے منتخب کیا لیکن انکو گورکھپور چھوڑنا پسند نہ تھا۔ مولوی صاحب نے خط بھیجا اور اسمیں لکھا۔

بعالی خدمت حضرت جناب شاہ صاحب۔ السلام علیکم۔

آپ نے میرے ~~لیے~~ اعتبار بار تجویز کیا جسکا اُٹھانا مجھے مشکل ہو اور آپ کے حکم کی

تعمیل بھی ناگزیر ہی۔ میں انکار کرنے کی جرأت نہیں کرتا اور خود میں قابلیت نہیں پاتا سال میں ایک مرتبہ حسب معمول آپ کی زیارت کو حاضر ہوتا رہوں گا۔ جب تک آپ زندہ ہیں اُسوقت تک میں کوئی انتظام کر نہیں سکتا۔ آپکے بعد پھر دیکھا جائیگا آپ سے زیادہ مجھے شعور نہیں ہی۔ آپ کے ہوتے ہوئے میں کیا انتظام کرونگا اور پھر یہ کہ میرے آنے سے خواہ مخواہ بیوجہ جائداد موقوفہ پر بار عائد ہوگا جسکو میں ہرگز پسند نہیں کرسکتا۔ جب تک مجکو محنت سے ڈیڑھ پیسے یہاں ملتے ہیں مجھے امید ہی کہ آپ مجھے وہاں کی حاضری سے معاف فرمائیں گے۔

نیاز مند عاصی محمد صادق علی

اسکے جواب میں شاہ صاحب نے لکھا۔

بیٹا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

میں تمھارا خط دیکھکر بہت خوش ہوا کہ میں نے انتخاب میں غلطی نہیں کی۔ خدا تمھاری نیت ایسی ہی رکھے اور اسی نیت پر تمھارا خاتمہ ہو۔ مجھ میں قوت ہوتی تو میں تمھیں ہرگز نہ بلاتا۔ دمہ کے دورہ سے اب کوئی ہفتہ خالی نہیں جاتا اور نہ آنکھوں سے اچھی طرح معلوم ہوتا۔ مرنے کا تو کوئی وقت نہیں ہی۔ آج ہی مرجاؤں۔ اور یہ بھی ممکن ہی کہ دو چار سال یا اس سے بھی زیادہ زندہ رہوں۔ لیکن یہ سمجھ لو کہ میں بالکل وجود معطل ہورہا ہوں ایک ہفتہ سے خانقاہ کا میں نے کوئی کام نہیں دیکھا اور نہ اب مجھسے کوئی کام ہوسکتا۔

خادم الفقرا

کمال الدین عفی عنہ

ان خطوط سے معلوم ہوتا ہی کہ صادق علی کے انتخاب میں کمال الدین نے بڑی ہی ایمانداری کو راہ دی تھی۔ وہ مالک جائداد نہ تھے جائداد موقوف تھی اور وہ اُسکے مہتمم تھے۔ اُنھوں نے اپنے یگانوں کا خیال نہیں کیا۔ امت محمدی میں جسکو سب سے زیادہ لائق اور مناسب سمجھا اُسکے سر پر بار امانت رکھنا چاہا۔ لیکن کاہم کو اس سے بہت زیادہ پیچ و تاب ہوا۔ وہ اپنی کم فہمی سے خود کو ستر لی خانقاہ کا سسرام سمجھ رہا تھا اپنی

خام خیالی پر تنبیہ تو نہین ہوا اُلٹے غصہ آیا اور غصہ کی حالت مین وہ شاہ صاحب کا تو کچھ نکر سکا۔ اپنی بہن کے حقوق غصب کرنے کی طرف مائل ہوگیا۔ نزلہ بر عضو ضعیف میریزد کہان کی بات اور کہان پہنچی۔ سہسرام کی گدی سے تو اسکو کمال الدین نے محروم کیا یا یہ کہ نارسائی بخت نے کمی کی اور یہ اس فکر مین ہوا کہ اس فرضی نقصان کو ضمیمہ کا قطعی اور واقعی حق چھین کر پورا کرے۔ جائداد کی نوعیت اور حالت پر تو خیال نہ کیا صرف اتنا سمجھا کہ جیتے جی بھی تملیک ہوسکتی ہے اب اپنے باپ سے مین بھی یون ہی تملیک کرالون تو اچھا۔ بزرگون کے افعال بد ایسے مواقع پر بہت ہی برا اثر پیدا کرتے ہین۔ نعیم کی حکایت وہ سُن چکا تھا۔ سمجھا کہ اسمین کوئی عیب نہین ہے۔ بزرگون سے یہ بات ہوتی آئی ہے۔

کلیم نے غلطی کی کہ زمانہ نے جو ترقی کی تھی اسپر اُسنے لحاظ نہین کیا اور مختلف پیرایہ مین باپ کو سمجھانا شروع کیا۔

ایک دن نصیر اور کلیم بیٹھے ہوئے تھے کہ محلے کا ایک شخص مجاہد بول اُٹھا کہ کمال الدین نے تو گورکھپور کے کسی مولوی کو اپنا جانشین کیا ہے۔

کلیم۔ ہان صحیح ہے۔ اُس قل اعوذیے کا نام صادق علی ہے۔ شاہ صاحب کا خلیفہ ہے اور کچھ لکھا پڑھا بھی ہے۔

مجاہد۔ تم سے کم؟۔

کلیم۔ نہین۔ مجھ سے کہین زیادہ۔ بڑا قابل آدمی ہے۔

مجاہد۔ تو پھر حقارت سے اُنکا نام کیون لیتے ہو۔

کلیم۔ زیادہ پڑھنے والا قل اعوذیا نہین تو اور کیا کہا جائیگا۔

مجاہد۔ بزرگون کی شان مین ایسے کلمات کہتے ہو تو آگے چل کر بڑے سعادتمند مشہور ہوگے۔

کلیم۔ اچھا مین ناسعادتمند سہی آپ کی بلا سے۔

مجاہد۔ مجکو تو یہ اُمید تھی کہ وہ گدی تمکو ملے گی۔

نصیر۔ سب یہی سمجھتے تھے۔

کلیم۔ نہیں صاحب بھلا میں کیونکر منظور کرسکتا تھا۔ بیوجہ دردسر مول لینا میں کب گوارا کرتا۔ اور مجھے فرصت کہاں۔ گھر کے کام سے ایک لحظ چھٹی نہیں ہوتی

نصیر۔ دردسر کیسا؟ پانچ چار ہزار ماہوار کی آمدنی ہے۔ خاصی ریاست ہے۔

کلیم۔ آمدنی کے ساتھ خرچ بھی تو ہے۔ کوئلوں کی دلالی میں ہاتھ اور منہ کالے۔ آمدنی معین ہے اور خرچ معین ہے۔ حکام وقت کو حساب دینا ہوتا ہے۔ تمام ملازم سرکاری اپنی حکومت جتاتے ہیں۔ عام مسلمانوں کی الگ خوشامد کرنا ہوتی ہے۔

مجاہد۔ یہ سب صحیح۔ لیکن تمھیں یہ جگہ ملتی تو تم منظور نہ کرتے؟

کلیم۔ میرے ہی مشورے سے تو یہ سب ہوا ہے۔ خود میں نے صادق علی کے لیے رائے دی تھی

مجاہد۔ ممکن ہے کہ ایسا ہی ہو گو قیاس نہیں چاہتا۔

نصیر۔ خیر کچھ ہی ہو۔ بڑا دھوکا ہوا۔ اگر پہلے سے یہ معلوم ہوتا تو کچھ بندوبست کیا جاتا

مجاہد۔ میرے نزدیک تو کچھ بھی دھوکا نہیں ہوا۔ جو کچھ ہوا بہت اچھا ہوا۔

کلیم۔ خیر اپنے سامنے لکھ پڑھ کر ٹھیک کر دیا تو اچھا ہی ہوا۔ کچھ نہ لکھنے سے تو یہ کہیں اچھا ہوا۔ بڑی غلطی کرتے ہیں وہ مرنے والے جو کوئی کتبہ وصیت نامہ کے طور پر ورثا کے لیے نہیں چھوڑتے

مجاہد۔ نہیں صاحب میں آپ کے خیال سے تو ہرگز متفق نہیں ہوں۔ میرے خیال میں تو وہ بڑی غلطی کرتے ہیں جو ورثا کے حق میں قرآن سے اچھا وصیت نامہ لکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

نصیر۔ تو پھر شاہ کمال الدین کے فعل کو تم برا کیوں نہیں کہتے۔

مجاہد۔ میں نے ورثا کی قید پہلے ہی لگادی ہے یعنے ورثا میں جائداد کے تقسیم کے لیے ہدایت نامہ لکھنا اور قرآن شریف کے مطابق تقسیم کا ہونا غیر محمود سمجھنا بیشک برا ہے اور جب جائداد ایسی ہو کہ اسکے متعلق وراثت جاری ہی نہیں ہوتی تو پھر وصیت میں کوئی عیب نہیں ہے۔ خانقاہ شاہ کمال الدین کی جائداد نہ تھی وہ امین محض تھے جب کام کرنے کے قابل نہ رہے تو اپنا قایم مقام تجویز کرلیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرات طلحہؓ۔ زبیرؓ۔ سعدؓ۔ عثمانؓ۔ علیؓ۔ عبد الرحمنؓ چھ شخصوں کو مرتے وقت یہ اختیار دیا کہ وہ جانشین منتخب کر لیں گے۔ حضرت علیؓ کے قول سے بھی امام حسینؑ کی نسبت خلافت کے وصیت ضمناً تشریح سمجھی گئی تھی۔ شاہ کمال الدین کا فعل بھی اسی قسم کا ہے اور بہت مناسب ہے۔ جائداد کے وہ محض امین تھے۔ جیتے جی ایک لائق مسلمان کو اپنا جانشین مقرر کیا تو بہت اچھا کیا۔ لیکن ان لوگوں کے ساتھ مجھکو کوئی ہمدردی نہیں ہے جو اپنا مقصود باطل حاصل کرنے کے لیے خواہ مخواہ شرع کی سیدھی سادی باتوں میں تاویلیں کرتے ہیں اور ہمیشہ غلط پہلو اختیار کر کے شرمناک امور کا ارتکاب کرتے ہیں مثلاً کسی کو منظور ہو کہ وہ بعض ورثا کو زیادہ دے اور بعض کو کم دے یا یہ کہ دوسرے ورثا کو محروم کر کے کسی خاص یا خاص قسم کے ورثا کو نسلاً بعد نسل ترکہ پہنچایا کرے جیتے جی تو دینا مقصود نہو مرنے کے بعد یہ سب انتظام کیا ہوا اور وہ وصیت کو ناجائز سمجھ کر وقف کرنے کا بندوبست کرے۔ مقصود تو کچھ اور ہے اور خدا کو فریب دینے کے لیے اور احکام شرع کی توہین کرنے کے لیے فرضی وقف قایم کر کے محض احکام قرآنی سے اپنی اولاد اور جائداد کو الگ رکھنے کی غرض سے وقف نامہ لکھے اور بجائے خیر کے شر کا مرتکب ہو خیرات کے کاموں کا کچھ بھی ذکر نہو اولاد ذکور کو دینا اور اولاد اناث کو محروم رکھنا اسکا اصلی مقصود ہو تو ایسے وقف سے مجھکو سخت نفرت ہے۔ اور اس سے قانون بھی کچھ ہمدردی نہیں کرتا۔ موصی تو سب کچھ کر جاتے ہیں لیکن برٹش عدالتیں آنکے انتظام کو تسلیم نہیں کرتیں اور یہ تجویز کرتی ہیں کہ کوئی مسلمان شرع محمدی کے کسی مسئلہ توریث کو توڑ کر اپنے ناجائز مدعا کے مطابق نہیں بنا سکتا۔ یہاں پر یہ کہنا بیجا نہیں ہے کہ بہت سی شرعی باتیں برٹش گورنمنٹ کی بدولت ہندوستان میں زندہ ہیں۔ کتنی باتیں ایسی قایم ہیں کہ مسلمانوں کا بس چلتا تو وہ نابود ہو جاتیں اور شرع کا نام صرف زبان پر رہجاتا عملی طور سے کہیں دیکھنے میں نہ آتا۔

یہ باتیں کر کے مجاہد تو چلا گیا۔ لیکن اظہار مدعا کے لیے تمہید خوب ہاتھ آئی۔

نصیر اور کلیم مین گفتگو کا سلسلہ دیر تک قایم رہا۔

کلیم۔ (نصیر سے) آپ نے اپنی اتنی بڑی جائداد کا کوئی انتظام نہین کیا۔ مجھکو آپ کا عندیہ اب تک معلوم نہ تھا اسلیے مین نے کبھی کچھ عرض نہ کیا۔ اگر آپ کی نیت وہی ہی جو آپ نے ابھی بیان کی تو پھر آپ سا شخص ایسے مفید اور ضروری کام مین پہلوتہی کرتا ہی تو سخت حیرت ہوتی ہی۔

نصیر۔ میری عمر آخر ہوئی۔ مین مہینون سے اس امر کو سوچ رہا ہون۔ میرے نزدیک کچھ انتظام میری زندگی مین ہو جائے تو اچھا ہی۔ لیکن کبھی کبھی یہ بھی خیال آتا ہی کہ انتظام کرنا فضول ہی ہوتا ہی وہی جو مقدر ہوتا ہی۔

کلیم۔ وصیت تو آپ کو ضرور کرنی چاہیے۔ سمجھدار کے لیے بے وصیت مرنا مناسب نہین ہی۔ شرع محمدی مین بھی سخت تاکید ہی کہ آدمی کو بے وصیت مرنا ٹھیک نہین ہی۔ انسان اور حیوان مین آخر کچھ فرق چاہیے۔ حیوان خیال نہین کرتے کہ کل کیا ہوگا اور انسان آیندہ حالت کو سوچتا ہی اور اسکی اصلاح کی فکر کرتا ہی اگر آپ کو یہ خیال ہوا۔ مین سمجھتا ہون کہ ضرور ہوگا کہ آپ کی جائداد کا انتظام آپ کے بعد کیونکر ہو تو کچھ انتظام کیجیے۔

نصیر۔ اچھا مین اسپر غور کرونگا۔

دوسرے ہی دن نصیر نے اپنے بیٹے سلیم کے نام طلبی کا خط بھیجا اور اسمین لکھا کہ مین اپنی جائداد کا کچھ انتظام کرنا چاہتا ہون اسلیے تمھاری شرکت بھی اسمین ضرور ہی۔ سلیم نے جو جواب لکھا ہی وہ یہان نقل کیا جاتا ہی۔

دہلی کوچہ چیلان۔
۵۔ اگست سنہ ۱۹ء

مخدوم ومکرم! مین نے آپ کا نوازش نامہ پایا۔ حالات معلوم ہوئے حدیث کی کتابین ختم ہوگئین۔ اب مدرسہ طبیہ مین پڑھتا ہون۔ مجھے حاضری مین کوئی عذر نہین ہی۔ صرف تضیع اوقات کا خیال مانع ہی۔ لیکن اسقدر لکھے دیتا ہون اور اپنی گردن کا

بار اُتارے دیتا ہون کہ مین آپ کے خیالات سے بالکل متفق نہین ہون مین نہین سمجھتا کہ آپ اپنی جائداد کا کیا انتظام کرین گے - آپ مسلمان ہین اور مسلمانون کی جائداد کا جو انتظام ہونا چاہیے وہ قرآن و حدیث مین محکوم ہی - اب اس سے اچھا انتظام کیا ہوگا خدا کے انتظام سے بہتر بندے کیا کرین گے اور وہ کرنا بھی چاہین تو شرع کب اجازت دیتی ہی - ہان یہ ہو سکتا ہی کہ اگر موصی کو کسی غیر شخص سے اُنس ہو - کسی کا بار احسان ہو اور وہ اُتارنا چاہے یا اور کسی کار خیر کی نیت رکھتا ہو تو دو ثلث اپنے اعزہ کے لیے جنکے حقوق شرع مین مقرر ہین چھوڑکر باقی ایک ثلث غیر ورثا کو دینے کی ہدایت کرے - جہان تک میرا قیاس ہی آپ کی طبیعت کا مقتضا یہ نہین ہی کہ کسی کار خیر مین آپ کی جائداد صرف کی جاے اور آپ خوش ہون - یا کوئی حصہ اسکا آپ کے خاندان سے باہر جائے اور آپ پسند کرین اسلیے مین فرض کر لیتا ہون کہ آپ اپنی ملکیت ورثا ہی مین تقسیم کرنا چاہتے ہین یا شاید بی بی فہمیدہ سلمہا اللہ عن آفات الزمن کے حصہ مین کچھ کمی آپ کو مرکوز خاطر ہی اور اسلیے آپ کچھ لکھنا چاہتے ہین -

گو آپ کی نیت کا پورا حال مجکو معلوم نہین ہی لیکن مین اتنا تو بتا دینا مناسب سمجھتا ہون کہ ورثا مین قرآن کے خلاف کوئی وصیت کرنا اپنی عاقبت کا خراب کرنا ہی - صرف عاقبت خراب نہ ہوگی - دُنیا مین بھی ذلت ہوگی - یہ مسئلہ بالکل متفق علیہ ہی کہ ورثا کے حق مین وصیت کرنا صریح بیجا ہی - اور ایسی وصیت کبھی قابل نفاذ نہین ہوتی - مین ایک وفادار اور مطیع لڑکے کی حیثیت سے آپ کو گڑھے مین گرتا ہوا نہین دیکھ سکتا - آپ کو مطلع کر کے اپنے فرض سے ادا ہوتا ہون - آیندہ آپ کو اختیار ہی -

بھائی جان چاہتے ہونگے کہ آپ مجکو بھی محروم کر دین - مجھے معلوم ہو چکا ہی کہ گھر سے میرا علیحدہ رہنا اُنکی نیتون مین فساد پیدا کرنے کا باعث ہوا ہی - آپ جانتے ہین کہ مجکو گھر سے آج تک بہت کم تعلق رہا ہی اور آیندہ کے لیے بھی میرا ارادہ ہی کہ مین یون ہی آزادانہ زندگی بسر کرون - مجھے ہرگز یہ تمنا نہین ہی کہ بزرگون کی پیدا کی ہوئی جائداد پر تکیہ کرون - اور یون میرا خرچ ہی کیا ہی - ہر شخص کو بقدر ضرورت فکر ہوتی ہی - جتنا میرا خرچ ہی اُتنی ہی مجکو فکر بھی ہی - مین نے

جسقدر علم حاصل کیا ہے وہ میرے لیے بہت ہی جس پہلے مانس کے دروازے پر بیٹھ کر اسکے لڑکون کو پڑھا دونگا وہ نہایت احسان مندی سے میرے کھانے کپڑے کا کفیل ہوگا اور گھر سے کہین زیادہ آرام سے زندگی بسر ہوگی۔ ممکن ہے کہ میرے خیالات پر آپ کو تاسف ہو لیکن ہر شخص اپنی تن آسانیون کو دیکھتا ہے بین علیحدگی ہی مین اپنی بھلائی سمجھتا ہون بھائی کا علم مین نے نہین پڑھا کہ آپ کی مرضی کے موافق مین اپنا چلن رکھون ع میراث پدر خواہی علم پدر آموز۔ بھائی جان آپ کا اتنا ادب بھی نہین کرتے جتنا مین کرتا ہون۔ اور جتنی محبت مجکو آپ کے ساتھ ہے اور جتنی فرمانبرداری مین کرسکتا ہون شاید بھائی جان سے نہ ہو سکے۔ لیکن بھائی جان کی خوش قسمتی ہے کہ انپر آپ زیادہ مہربان ہین۔ یہ باتین بہت دنون سے میرے دل مین تھین۔ اسوقت موقع پاکر مین نے اپنے خیالات ظاہر کردیے۔ معاف فرمائیگا۔ ہان ایک بات اور قابل گزارش ہے۔ مدرسہ سے ۱۰؎ ماہوار میرا وظیفہ مقرر ہوگیا ہے۔ اب مین عاقل و بالغ ہون۔ اب میری پرورش آپ پر فرض نہین ہے یہ دس روپیہ میرے خرچ کو کافی ہین۔ کہین آپ یہ نہ سمجھیے گا کہ مین آپ سے ناخوش ہون آپ مجھے ہمیشہ ۱۰؎ ماہوار بھیجتے رہے ہین اسکا ازحد ممنون ہون اور تازیست ممنون رہونگا بھائی جان اپنے خرچ کے لیے دو ہزار روپیہ ماہوار سے کم نہ لیتے ہونگے لیکن وہ دو ہزار پاکر اتنا ممنون نہ ہونگے جتنا کہ مین دس روپیہ ماہوار پاکر منت کش ہون۔ اب خدا نے میرے لیے ایک صورت پیدا کردی ہے تو پھر کیا ضرور ہے کہ آپ کو تکلیف دی جائے۔

مین آپ کو اتنا پھر یاد دلاتا ہون کہ میری نسبت آپ جو چاہین انتظام کرین۔ مجھے محروم کرین یا حصہ دین۔ پورا حصہ دین یا کم۔ مجکو سب منظور ہے لیکن للہ بہن کی حق تلفی نہ کیجیےگا ورنہ دونون جہان مین آپ کی رسوائی ہوگی۔ آپ تو ہونگے لیکن ذلت اٹھانے کے لیے ہم سب رہجائینگے۔ ہم چشم کہینگے کہ سلیم کا باپ بڑا ظالم تھا اور اسوقت مجکو سخت ندامت ہوگی۔

خاکسار محمد سلیم

یہ خط دیکھ کر نصیر بہت ہی متفکر ہوا۔ عمر کی زیادتی کے ساتھ عقل اور راسے جین بھی

لنوری آجاتی ہے۔کلیم نے جو کچھ رنگ جمایا تھا اس خط سے وہ بالکل اُتر گیا گو زیادہ عرصہ تک اسکو بھی پائداری نصیب نہیں ہوئی۔

باب ۴

مجاہد اور تینین

مجاہد کا بھی کچھ حال لکھنا چاہیے سُنا جاتا ہے کہ قندھار سے اسکا پردادا چنار کی قلعہ داری کے لیے بُلایا گیا تھا۔جب زمانہ کا رنگ بدلا تو اسکے دادا نے تجارت شروع کی اور اسی سلسلہ مین اسکے باپ نے چھپرہ مین ایک کارخانہ لکڑی کا جاری کیا اور بہت فراغت سے بسر کرنے لگا۔مجاہد نے عربی تعلیم آرہ مین حاصل کی۔ اور پھر کچھ انگریزی پڑھنے کو علی گڈھ چلا گیا۔ انٹرنس پاس کر کے کالج کلاس مین داخل ہوا تھا کہ باپ کے مرنے کی خبر سُنکر چھپرے چلا آیا اور تجارت مین اسنے باپ سے زیادہ ترقی کی۔

ایک روز سلیم کا خط نصیر کے ہاتھ مین تھا اور وہ اسی معاملہ مین غور کر رہا تھا کہ سامنے سے مجاہد آیا۔یہ عجیب شخص تھا۔نصیر سے یہ اُتنا ہی بے تکلف تھا جتنا کلیم سے۔نصیر کا باپ زندہ ہوتا تو اُس سے بھی یہ دوستی رکھتا۔کلیم کا لڑکا انیس بھی مجاہد سے موانست رکھتا تھا۔یہ ایک راست گو اور ہر دلعزیز شخص تھا جس صحبت میں بیٹھتا تھا میر رہتا تھا۔جوانون مین جوان تھا اور بوڑھون مین بوڑھا تھا۔

مجاہد کے سامنے نصیر نے وہ خط رکھدیا۔مجاہد خط پڑھ کر چپکا ہو رہا۔

نصیر۔(مجاہد کی طرف مخاطب ہوکر) حضرت کچھ بولیے چپکے کیون ہو رہے۔

مجاہد۔آپ کے خانگی معاملات مین مجھے دخل دینے کا کیا حق ہے۔

نصیر۔مین آپ سے رائے پوچھتا ہون دخل دینے کو کب کہتا ہون۔مین عجیب کشمکش مین ہون۔کلیم کچھ سوچتا ہے اور سلیم کچھ اور ہی کہتا ہے۔

مجاہد۔مین تو اُس روز بھی تھا جب کلیم نے یہ معاملہ پیش کیا تھا۔میرے نزدیک اُسنے آپ کو بہت غلط صلاح دی تھی۔اس خط کے ہر لفظ سے مین اتفاق کرتا ہون

اور شروع سے میری راے ہو کہ سلیم آپ کے گھر کا آفتاب ہی۔ آپ کو یا آپ کے بڑے صاحبزادے کو اُس سے کوئی نسبت نہین ہو۔ لیکن تعجب ہو کہ سلیم کے ساتھ آپکو بہت کم اُنس ہو۔

نصیر۔ بھائی سچّی بات پوچھو تو سلیم کو مین بھی بہت زیادہ پیار کرتا ہون۔

مجاہد۔ آپ کا پیار کس کام کا جب وہ آپ کے دل ہی تک محدود رہے۔ نہ سلیم پر اُسکا اثر پڑے اور نہ دوسرون کو اُسکا پتہ لگے۔

نصیر۔ بھائی مین عجیب کشمکش مین ہون۔

مجاہد۔ کشمکش کیا ہی؟ دل مین عدل اور انصاف نہین ہی۔ اسلیے خیال مین مردانگی نہین ہی۔ جنبیت ہی۔

نصیر۔ اچھا یون ہی سمجھیے۔

مجاہد۔ آپ نے اپنی صاحبزادی سے بھی کچھ پوچھا؟۔

نصیر۔ اُس سے کیا پوچھتا؟۔

مجاہد۔ کیون وہ آپ کی لڑکی نہین ہو کسی دوسرے کی لڑکی ہی۔؟

نصیر۔ مین تو فکر مین ہون اور تمکو مذاق سوجھا ہی۔

مجاہد۔ مذاق ہرگز نہین۔ مین نہایت سچے دل سے باتین کرتا ہون۔ جب آپ اپنی اولاد کی قسمت کا فیصلہ کرنا چاہتے ہین تو تمام اولاد سے مشورہ کیجیے۔ اگر فہیمہ سے آپ نے مشورہ نہ کیا۔ تو ہم سب سوائے اسکے اور کیا سمجھین گے کہ جسکو ہم آج تک آپکی بیٹی سمجھتے رہے شاید وہ آپ کی بیٹی نہین ہی۔ اور اسکو آپ ہی جان سکتے ہین۔

نصیر۔ (شرماکر) بھئی آج کل مین بڑے تردد مین ہون۔

مجاہد۔ آپ کا تردد خود آپ کے فعل سے ہی۔ خدا اور رسول سے آپ لڑنا چاہتے ہین اور پھر آپ کو آسایش ملے۔ آپ روپیہ والے ہین آپ کی عقل مین یہ بات آتی ہوگی۔ مجھ غریب کی سمجھ سے تو یہ بالکل باہر ہی۔

نصیر۔ خدا اور رسول سے لڑنا کیسا؟۔

مجاہد۔ لڑنے سے میرا مقصود یہ نہیں ہے کہ آپ ہتھیار چلاتے ہیں۔ خدا سے تو آپ ہتھیار چلا ہی نہیں سکتے۔ رہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ اگر زندہ ہوتے اور آپ کے یہ خیالات ہوتے تو شاید اسکی بھی نوبت پہنچ جاتی۔

نصیر۔ نعوذ باللہ۔ کیسی باتیں کرتے ہو۔

مجاہد۔ نعوذ باللہ کے معنی بھی آپ سمجھے۔ نعوذ باللہ کے معنی ہیں وہ ہم خدا کی پناہ میں آئے"۔ لیکن معلوم نہیں ہوا کہ خدا کی پناہ میں آنے کی ضرورت آپ کو دفعتاً کیوں لاحق ہوئی؟ کیا میرے شر سے؟ میں تو خدا اور خدا کے رسول کی باتیں کرتا ہوں۔ ہاں میں نعوذ باللہ کہوں تو بجا ہے کہ آپ کی صحبت سے اور آپ کے ساتھ مکالمہ کرنے سے میرے نور ایمان کے گھٹ جانے کا خدشہ ہے۔

نصیر۔ کیا فی الواقع تمھارے نزدیک سلیم کی تحریر صحیح ہے؟ کیا جو کچھ اُسنے لکھا ہے سچ لکھا ہے؟ غیر خاندان میں جائداد جانے سے سلیم کا بھی نقصان ہے۔ میں دونوں بھائیوں پر جائداد کو تقسیم کردوں تو اسمیں سلیم کا بھی فائدہ ہے۔ کیا وہ اپنا نفع نقصان نہیں سمجھتا۔ ضرور سمجھتا ہے کلیم سے اسکو رنج ہے اور اسلیے کلیم کے نقصان کے لیے وہ اپنا نقصان بھی گوارا کرتا ہے۔

مجاہد۔ استغفر اللہ۔ آپ نے سلیم کو پہچانا ہی نہیں۔ وہ بڑا پرہیزگار ہے۔ حرام مال کبھی نہ لیگا۔ آپ دیں جب بھی وہ واپس کردے گا۔ یا ضیمہ کو دیدے گا۔

نصیر۔ حرام حلال کی کیا بحث ہے۔ میرا مال ہے میں جسے چاہوں دیدوں۔

مجاہد۔ میری آپ کی گفتگو آج بہت زیادہ ہوگئی۔ کلیم سُن پائیگا تو میرا دشمن ہو جائیگا اور معلومات شرعی مجھے مجبور کرتے ہیں کہ اس بارے میں میں آپ سے خوب لڑوں قیامت کے دن جب آپ پکڑے جائیں تو ممکن ہے کہ لاعلمی اور جہالت کی وجہ سے آپ چھوٹ جائیں اور آپ کی ساری بلائیں میرے سر پڑیں کہ میں جانتا تھا اور چپکا ہو رہا۔ کلیم کی مروت کے سامنے میں نے خدا کا کچھ خوف نہ کیا۔ آپ صریح گڑھے میں گر رہے تھے۔ میں نے جان بوجھ کر چشم پوشی کی۔

چو می بینی کہ نابینا و چاہ ست | اگر خاموش بنشینی گناہ است

آپ کی محبت کا مختصر جواب یہ ہی کہ بے شک مال آپ کا ہی جسے چاہیے دیدیجیے۔ اور فہیمہ بھی تو آخر آپ ہی کی لڑکی ہی کسی غیر کی نہین ہی۔ ایک روز اسے گھر بلوائیے اور کھانے مین زہر دیجیے۔ کوئی پوچھے تو کہدیجیے گا کہ میری لڑکی تھی مین نے زہر کھلا دیا کسی کا کیا بگاڑا۔

نصیر۔ کیا فہیمہ کو اپنی جائداد مین حصہ ندینا اور اسکو زہر کھلا دینا دونون برابر ہی؟

مجاہد۔ کلیم کو بلوائیے۔ انکے سامنے جو کچھ مین کہونگا وہ میری نیک نیتی پر محمول ہوگا اور اسطرح شاید انکے دلمین کدورت نہ آئے گی۔ ورنہ مین غیبت مین یون باتین کرون اور وہ سن پائین تو سمجھین گے کہ "میرے بوڑھے باپ کو مجاہد نے میری طرف سے بھر دیا ہی"۔

نصیر۔ اچھا۔ اسوقت گفتگو ملتوی رکھیے۔ آپ کو بھی دینی حرارت ستا رہی ہی اور میرا دل بھی طرح طرح کی الجھن مین پھنسا ہی۔ پھر کبھی مین آپ کو تکلیف دونگا۔

اسوقت مجاہد اٹھ کر چلا آیا۔ اور دوسرے دن پھر اسکی طلبی ہوئی۔ نصیر اور کلیم دونون بیٹھے ہوئے تھے۔ باہمی مشورے سے مجاہد بلایا گیا تھا۔ مجاہد کا سونا کلیم کب چاہتا تھا۔ نصیر ہی نے تحریک کی ہوگی۔ ان دونون نے جو کچھ تخلیہ مین گفتگو کی اسکا حال معلوم نہین ہوا۔ مجاہد حسن اتفاق سے جب پہنچا اسکے بعد جو گفتگو ہوئی وہ یہان درج کیجاتی ہی۔

کلیم۔ (لہجہ گفتگو بدل کر) کیون صاحب آپ نے یہ کیا زہر اگلے ہین۔ میں نے آپ کو کچھ دینے کا تو وعدہ نہین کیا؟ سلیم کے خط پر بھی مجھے غیر اصلی ہونے کا شک ہی۔

مجاہد۔ (مسکرا کر) جب آپ کے خیالات میری طرف سے ایسے ہو رہے ہین تو پھر مجلس شورہ مین مجھے بلایا ہی کیون؟ مجھ سے غلطی ہوئی۔ شیخ صاحب سے مین نے حق ہمسائگی ادا کیا۔ اسکی پاداش مل گئی۔ اب رخصت ہوتا ہون۔

نصیر۔ نہین صاحب۔ بیٹھیے یہ تو لڑکے ہین۔ انکی باتون پر نہ جائیے۔ کل کے مسائل آج پھر فرمائیے۔ مین تو ایک ناواقف دوسرے سن۔ مین آپ کی باتون کا کیا جواب دیتا ہون انسے (بیٹے کی طرف اشارہ کرکے) کہیے تو یہ جواب بھی دین۔

کلیم - (مجاہد کی طرف مخاطب ہو کر) ہاں حضرت - آپ نے یہ کیا فرمایا تھا کہ وصیت کرنا گناہ ہے۔

مجاہد - اگر میری بات اس طرح بگاڑ کر آپ فرمائیں گے تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ آپ کو تحقیق حق منظور ہے تو سیدھی طرح باتیں کیجیے - اور اگر اپنی بات کا بالا رکھنا منظور ہے تو آپ جیتے اور میں ہارا - میں کچھ بھی نہیں بولنے کا - جو کچھ میں نے کہا وہ سب غلط معاف فرمائیے -

نصیر - نہیں صاحب - بُرا ماننے کی کیا بات ہے - مجکو تو سلیم کی چٹھی کا مفہوم سمجھنا ہے - سلیم یہاں موجود نہ تھا - اتفاق سے آپ نے اُسکی قایم مقامی منظور کی - میں سمجھونگا کہ دونوں بھائی باہم گفتگو کر رہے ہیں - کوئی بات طے ہو تو میں اُسپر پابند رہوں۔

مجاہد - انھیں دونوں بھائی پر کیوں اکتفا کی - فہیمہ کو کیوں نہیں یاد کیا۔

کلیم - فہیمہ سے کیا واسطہ - ؟

مجاہد - کیا فہیمہ کا باپ کوئی دوسرا ہے؟ وہ تمھاری ماں کے بطن سے نہیں پیدا ہوئی؟ کیوں تم سے مشورہ کیا جائے اور اُس سے نہ کیا جائے؟ کیوں تم باپ کی جائداد کو اپنی سمجھو اور فہیمہ اُسے اپنی نہ سمجھے؟ - کیوں تمھارا باپ تم سے پوچھے اور فہیمہ سے نہ پوچھے؟ کیوں تم اپنے حقوق کو زبردست اور فہیمہ کے حقوق کو کمزور سمجھو - کیا محض اسلیے کہ تم مرد ہو اور وہ عورت؟ شرم! شرم!! شرم!!! -

نصیر - بات میں بے وجہ طوالت ہوتی جاتی ہے - فہیمہ بھلا عورت ہو کر یہاں آ سکتی ہے جو بحث ہے اُسے طے کیجیے -

مجاہد - بحث ہی تو ہو رہی ہے - کلیم سمجھتے ہیں کہ صرف یہی آپ کے لڑکے ہیں اور شرع اور شرع کے ساتھ تمام دُنیا جانتی ہے کہ انکے علاوہ ایک بیٹا اور ایک بیٹی آپ اور رکھتے ہیں - دوسرے بیٹے سے آپ نے رائے لی ہے - اسوقت مجکو اُسکا قایم مقام تصور کرتے ہیں - بیٹی سے بھی کچھ پوچھا؟ کیوں نہیں پوچھا؟ - اگر آپ کی کمائی میں کلیم حصہ دار ہے تو فہیمہ بھی حصہ دار ہے - اور وہ نہیں تو کلیم بھی نہیں - فہیمہ سے آپ نے ابتک نہیں پوچھا تو

اب پوچھیے۔ اُسے بلوا نہیں سکتے متین کو تو بلوا سکتے ہیں۔ مجھے آپ نے سلیم کا قایم مقام فرض کر لیا۔ متین کو فہیمہ کا وکیل ماننے میں آپ کو کیا پس و پیش ہے۔ متین کو بلوائیے اور ضرور بلوائیے۔

نصیر۔ حضرت آپ تو کچھ عجیب باتیں کرتے ہیں۔ تخلیہ میں ایک مشورہ ہوتا ہے آپ کو سمجھدار سمجھ کر میں نے بلا لیا۔ اور آپ ہیں کہ اصل معاملہ کو شروع کرنا ہی نہیں چاہتے

مجاہد۔ لاحول ولا قوۃ۔ جناب معاف کیجیے گا۔ آپ میرے سمجھائے لاکھ برس نہ سمجھیں گے۔ مشورہ کیا کچھ ڈاکہ زنی کی صلاح ہو رہی ہے۔ کسی کے گھر میں نقب لگانے کے لیے مشورہ کرنا ہے۔ وہ کون راز ہے کہ تین سے چار ہوئے اور بھنڈا پھوٹا آپ اپنی جائداد کا انتظام کرنا چاہتے ہیں تو اُس جائداد کے تمام حقداران آیندہ کو بلوائیے بلکہ اور اغرہ جو حقدار نہ ہوں اُنکو بھی بلوائیے۔ سب کے سامنے کھلم کھلا مشورہ کیجیے۔ اور وہ رائے سوچیے جو خلاف شرع نہ ہو اور ہر ایک اُسے پسند بھی کرے۔ میرے آپ کے درمیان شروع ہی سے اختلاف ہے۔ آپ فہیمہ کو اپنی لڑکی نہیں سمجھتے اور میں سمجھتا ہوں کہ وہ آپ کی لڑکی ہے۔ میرے آپ کے علم میں اتنا بڑا فرق ہے۔ تو ظاہر کہ میں آپ کے مشورے میں شرکت کے قابل نہیں ہوں۔

یہ کہکر مجاہد اُٹھ کھڑا ہوا۔ اِن دونوں نے اُسے بہت روکا لیکن وہ نہ رُکا اور چلتے وقت اتنا سُناتا گیا کہ "میں دیکھتا ہوں کہ آپ کی رائیں تمام عزت اور آبرو کو خاک میں ملا دینگی۔ میں نے حق ہمسایگی ادا کر دیا ع ہاں نہ مان تو ہے مختار۔ جب وقت آئیگا اور زندگی قایم رہی تو میں بھی تماشا دیکھنے والوں میں ہونگا۔

مجاہد کے چلے جانے کے بعد معلوم نہیں باپ بیٹوں میں کیا گفتگو ہوئی۔ لیکن اتنا مجاہد نے بھی سُن پایا۔ "بیٹے نے کہا کہ متین نے کچھ اسکو رشوت دی ہے۔ اور باپ نے اسکے جواب میں کہا نہیں۔ مجاہد تو ایسا آدمی نہیں ہے۔ ذرا جھلا ہے۔ بس اتنا ہی عیب ہے"

مجاہد وہاں سے اُٹھ کر سیدھا متین کے پاس پہنچا۔ متین کھانا کھا کر قیلولہ کر رہا تھا

دان کی آہٹ پاکر اٹھ بیٹھا۔۔ دروازہ کھولتا ہی تو کیا دیکھتا ہی کہ مولوی مجاہد کھڑے ہیں۔
ان دونوں کی طبیعتیں قریب قریب ایک سی تھیں۔ مجاہد ذرا مزاج کا تیز تھا۔ اور متین
میں بردباری بڑھی ہوئی تھی۔ بس یہی فرق تھا ورنہ اور باتوں میں دونوں یکساں تھے۔
دونوں میں یوں گفتگو ہونے لگی۔

مجاہد۔ میں نے تمکو بہت دنوں سے نہیں دیکھا۔ تم نے سسرال کا جانا بالکل ہی بند کر دیا۔ یوں تو پہلے بھی تم مانوس کم تھے۔ لیکن ادھر چار پانچ سال سے تو ادھر بالکل رُخ ہی نہیں کرتے۔

متین۔ کچھ عدیم الفرصتی اور کچھ سسرال والوں کی بے التفاتی۔ نہ مجھے اتنی فرصت کہ بیکار گھوما کروں۔ اور نہ شوق ملاقات میں اتنا زور کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنا وقت نکال لے۔

مجاہد۔ لیکن نصیر کو تم سے بڑا اُنس ہی۔

متین۔ اُنس سے میں انکار نہیں کرتا۔ اُنس ہوگا۔ اُنس تھا جبھی تو آپ کو معلوم ہوا۔ سوکھا ساکھا اُنس ہی ہوا تو کس کام کا۔ جب عزیزداری کے جو مراسم ہیں وہی نہ ہوئے۔ بہر حال بہت سی باتیں ہیں۔ تم خواہ مخواہ گزشتہ باتیں یاد دلاکر ایک اور اشتغال پیدا کرتے ہو۔ تمھیں کیا واسطہ جو برتاؤ ہم لوگوں میں ہی وہ بہت اچھا ہی۔ ہزاروں لاکھوں گھر ایسے ہیں جہاں رشتہ داروں میں اتنا بھی اُنس نہیں۔

مجاہد۔ تم نے مجھے غیر سمجھ کر بات کا رُخ بدل دیا۔ میں تم سے بہت ہمدردی رکھتا ہوں۔ معلوم نہیں کہ تمکو کہاں تک اسکا یقین ہی۔

متین۔ مجکو تم پر پورا بھروسہ ہی۔ اور میں جانتا ہوں کہ اسوقت چھپے میں تم سے زیادہ اچھا کوئی دوسرا مسلمان نہیں۔ دلہا را بہ دلہا راہ باشد۔ دل کو دل سے راہ ہی۔ تم مجھے جتنا چاہتے ہو اتنا ہی میں تمکو بھی دوست رکھتا ہوں۔ دوست ہی نہیں میں تمکو بھائی کے برابر سمجھتا ہوں۔ المومنون اخوۃ المومنین مسلمان مسلمان کے بھائی ہوتے ہیں۔ لیکن ایسا بھائی جیسا سلیم کا کلیم ہی خدا ایسے بھائی سے بچائے۔

بھاگ ان مردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی

مجاہد- اپنے معاملات کی نسبت کچھ فرمائیے ؟-

شتین- میں نے جو کچھ کہا اسی پر مجھکو افسوس ہے۔کسی کی شکایت میری وضع کے بالکل خلاف ہے اور غیبت کرنا میری عادت کے سراسر منافی ہے۔ زبان کا کام رازدل کا افشا کرنا نہیں۔ بڑا کام اسکا بھید کا چھپانا ہے۔ اور میں کسی کا گلہ کرنے سے نفع ہی کیا ہے۔ سننے والا قاضی الحاجات ہوتا نہیں۔ کہنے والے کی بیوجہ سُبکی ہوتی ہے۔کسی کی غیبت روا بھی نہیں ہے۔ لایحب اللہ الجہر بالسوء من القول-

مجاہد- الامن ظلم کیوں چھوڑ دیا-

شتین- میرے دشمن مظلوم ہوں۔میں کیوں مظلوم ہونے لگا-

مجاہد- بھائی تم سا صابر اور حلیم میں نے کم دیکھا-تمھارے حالات سے میں ناواقف نہیں ہوں-تمھارے ضبط اور تہذیب کی تعریف کرتا ہوں تم اس طرح باتیں کرتے ہو کہ گویا تم کو کچھ خبر ہی نہیں ہے-

مجاہد نے چاہا کہ شتین کچھ سلسلہ سخن دراز کرے اُسکے عندیہ کا پتا لگے تو نفیس سے جو گفتگو ہوئی تھی اسکا اعادہ کرے۔شتین کو اتنا بےنفس پاکر مجاہد کو تامل تھا کہ ڈنا جرا اُسکے سامنے بیان کیا جائے یا نہ بیان کیا جائے تھوڑی دیر سوچنے کے بعد مجاہد نے خود ہی گفتگو شروع کی-

بھائی! میں مسلمان ہوں۔مسلمان بننے کی کوشش کرتا ہوں-میرا اسلام پسندیدہ ہے یا نہیں- اسکا علم اسی عالم الغیب کو ہے-اور نزع روح کے بعد مجھکو یا دوسرے لفظوں میں میری روح کو بھی ہوگا-میں مسلمان ہونے کی کوشش کرتا ہوں اسلیے میری یہ بھی کوشش ہے کہ میں تمام ارکان کو پورے طور پر ادا کروں-خلوص نیت کا علم خدائے علیم کو ہے-اور اسکی جزا سے مجھکو یا میری روح کو مرنے کے بعد واسطہ ہوگا-خدا دنیا تو دلوں کے بھید کا جاننے والا ہے-

" انہ یعلم الجہر و ما یخفی "

متین بڑا ہی اہل دل تھا۔ مجاہد کی تقریر سنکر وہ سہم گیا اور گھبرا کر بولا۔ بھائی جان! تم نے کس حکایت کے لیے ایسی پُراثر اور پُر درد تمہید اٹھائی ہو کہ دل ہلا جاتا ہی۔

مجاہد نے کہا کہ بھائی صاحب میں اسوقت ایسی سخت بلا میں مبتلا ہوں اور ایسے کڑے امتحان میں پھنسا ہوں کہ بجز خدا کے اور کسی سے میرا معاملہ نہیں ہی میں اسوقت دو مسلمانوں میں لڑانے کی کوشش کرتا ہوں اور پھر یہ امید رکھتا ہوں کہ خدا مجکو جزائے خیر دے گا۔ میں تمام ہوکر تمہارے سامنے آیا ہوں لیکن مجکو ذرا انفعال نہیں ہی ایک طور پر میں امانت میں خیانت کرتا ہوں۔ المستشار موتمن کے خلاف میرا عمل ہی۔ مجکو اپنے اجتہاد پر بھروسا نہیں ہی۔ صرف الاعمال بالنیات پر تکیہ ہی۔ میری ایک عادت ہی اور دنیا اسکے خلاف ہو جب بھی میں اُسے نہ چھوڑونگا یعنے میں کسی کو خلاف شرع دیکھتا ہوں تو مجھے نفرت ہو جاتی ہی اور دل میں خواہ مخواہ عداوت اور خلش پیدا ہوتی ہی۔ خداوندا میں خاطی کو اسلیے برا نہیں سمجھتا کہ وہ مجھ سے بُرا ہی یا میں اس سے اچھا ہوں۔ یہ خیال آیا اور قعر جہنم میں میرا ٹھکانا ہوا۔ میں بُرے کو اسلیے بُرا سمجھتا ہوں کہ وہ تیرے احکام سے بے ادبی کرتا ہی میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں تیرے احکام سے بے ادبی کرنے والوں سے نفرت نہ کرونگا تو تو کہیں مجھ ایسے کمزور دل اور بے تمیز بندے سے مُنہ نہ پھیر لے۔ تیرے رسولؐ نے فاسقوں کے جنازے کی نماز اسلیے نہیں پڑھی تھی تاکہ دوسرے فاسقوں کو عبرت اور تنبیہ ہو۔ بہت سی برائیاں ہم لوگوں میں صرف اسلیے پھیلی ہیں کہ گروہ یا جماعت میں عاصی ذلیل نہیں سمجھا جاتا۔ اور جب تک جماعت میں اچھے اور بُرے کی امتیاز نہ ہوگی شخصی امتیاز کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا اسوقت اشاعت دین یا احیاے سُنّت نبوی تلوار کے ذریعہ سے نہیں ہوتی۔ سچّے دل سے اگر کوشش کی جائے تو دل اور زبان کا جہاد الجہاد فی سبیل اللہ ہی۔

میں اسوقت مجاہد فی الدین کی حیثیت سے نصیر کی مجلس میں گیا۔ وہاں میں ناکامیاب رہا۔ لیکن میرا دل کسی طرح امر حق کی پیروی سے نہ تھکا۔ مدد کی غرض سے میں آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔

یہ کہکر مجاہد نے تمام حالات شروع سے آخر تک کہہ سُنائے۔ متین شروع میں غیر متاثر رہا

لیکن کب تک - حالات ایسے تھے جنھوں نے متین کو برافروختہ کرکے چھوڑا - مجاہد نے آخر آخر یہ کہا کہ میں تمھاری بی بی کی ہمدردی نہین کرتا - بلکہ اپنی بہن فہیمہ کا بہی خواہ ہون - تم بھی ایک مومن بھائی کی حیثیت سے اسکی مدد کرو یہ نہ سمجھو کہ تم اسکے شوہر ہو - جب مجاہد نے دیکھا کہ متین پر اسکی سحر بیانی کارگر ہوئی تو وہ اٹھ کھڑا ہوا اور یہ کہتا ہوا چلا گیا کہ فہیمہ ایک بے زبان عورت تمھاری قید میں ہے - اُسکے حقوق کی نگہداشت تم پر اخلاقاً واجب ہے - اگر تم میں یہ قابلیت نہ تھی تو اُس غریب کو تم قید نکاح مین کیون لائے - تم مین حلم اور متانت بہت زیادہ تھی لیکن افراط و تفریط دونون معیوب ہین بارے تمکو حس ہوئی - میرا مدعا حاصل ہوا العوذ باللہ من غضب الحلیم - تمکو جوش آیا تو تم کچھ کرکے رہو گے اور اگر یہ جوش قایم نہ رہے تو فہیمہ کو اپنی قید سے آزاد کر دیا - طلاق دو اور کسی ایسے شخص کو اُسکی زوجیت کے لیے تلاش کرو جو اُسکے حقوق کی حفاظت کر سکے -

مجاہد نے اپنا کام کیا اور گھر کا راستہ لیا - متین عجب کشمکش مین پڑا - جو فوری برافروختگی پیدا ہو گئی تھی وہ تو قایم نہ رہی - لیکن مجاہد کا آخری فقرہ اُسکو برابر اُسکا فرض یاد دلاتا رہا - گو اُسکی متانت بہت بڑھی ہوئی تھی مگر اپنے متعلقین کے حقوق کی نگہداشت وہ اخلاقاً واجب سمجھا -

یہ خبریں متین کے ذریعہ سے فہیمہ تک پہنچین اور اُسکے ذریعہ سے اُسکی مان واقف ہوئی - عورتون کو بجز رونے سکنے کے کوئی چارہ نہین — مان اور بیٹی دونون تین چار روز تک اپنے اپنے گھرون مین روتی رہین - مان غریب پر ایک اور مصیبت تھی وہ کھل کر رو بھی نہین سکتی تھی - شوہر کا تو ڈر کم تھا ڈر ناخلف بیٹے کا تھا - وہ یہ پسند نہین کرتی تھی کہ جیتے جی فہیمہ سے قطع تعلق ہو جائے - وہ اپنی سمجھ کے مطابق سیدھی بات جانتی تھی کہ اپنی اولاد کو اپنے ترکہ سے محروم کرنا اولاد کے مار ڈالنے کے برابر ہے اور یہی ڈر تھا کہ کہین کلیم نے اُسکو اپنا دشمن اور بیٹی کا خیر خواہ سمجھکر گھر سے نکال دیا تو وہ کہین کی نہ رہیگی بڑھاپا خراب جائیگا -

تمام برائیان نصیب کی بدولت تھین کہ احکام الہی کا اجرا اُسنے اپنے گھر مین کبھی

نہیں چاہا۔ سچی خوشی اسکے گھر میں ناپید اتھی۔ ایک دوسرے کے حقوق سے ناواقف تھا۔ نہ بیٹے کو باپ کا ادب تھا نہ ماں کا دل بیٹے سے صاف تھا۔ بیٹیا دونوں کو غلام اور لونڈی سے بدتر جانتا تھا۔ دلوں میں وسوسے طبیعتوں میں کمزوریاں بڑھ رہی تھیں۔ غرض ماں بھی بیٹے سے متخوف تھی۔ باپ پر بھی بیٹے کا دباؤ تھا۔ اور یہ خود باپ ہی کا کیا ہوا تھا۔ اسنے یہ تعلیم ہی نہ دی تھی کہ حالت تمدن میں ایک پر دوسرے کے کیا حقوق ہیں۔ کلیم کو سکھایا ہی نہ گیا تھا کہ باپ پر کیا فرض ہے۔ بیٹوں پر کیا واجب ہے۔ ماں بیٹے۔ بھائی بہن اور باپ میں باہمی برتاؤ کیا ہونا چاہیے۔ "وبالوالدین احسانا وات ذا القربیٰ حقہ" والدین کے ساتھ احسان کرو اور قرابت مندون کا حق ادا کرو۔ جب باپ قرابت مندون کے حقوق دینے میں رکتا تھا تو ناتجربہ کار نوجوان بیٹے سے یہ کب امید تھی کہ وہ والدین پر احسان کرے گا۔ نصیر نے اپنے باپ سے بھی برا سلوک کیا تھا اور ویسا ہی اسکے ساتھ کلیم بھی کرنا چاہتا تھا۔

تو بجائے پدر چہ کردی خیر کہ ہمان چشم داری از پسر

کلیم میں یہ کہان دور اندیشی تھی کہ حکم خدا اور رسول کا اتباع یا محبت فطری کا تقاضا نہ سہی حکمت عملی کے اعتبار سے سمجھتا کہ ہم جیسا سلوک والدین سے کرین گے ویسا ہی ہمارے ساتھ ہمارے لڑکے بھی کرین گے۔ سیکڑون ہزارون گھرون میں یہ دیکھا گیا ہے کہ بزرگان دین کا نام لیتے وقت پیغمبر خدا سے بھی انکی عظمت بڑھا دیتے ہیں اور والدین کو بے تکلف منھ پر گالیان دینے میں باک نہیں کرتے۔ کیون؟ محض اسلیے کہ انھون نے اپنے باپ کو بچپن ہی سے شرک فی النبوت میں منہمک اور والدین کی خدمت میں بے ادب دیکھا تھا۔ جہان تک تمدنی حالت کو تعلق ہے گھر کی حالت بالکل پیشوا اسے خاندانکے اختیار میں ہوتی ہے۔ وہ جیسا نمونہ دکھائے گا گھر والے اسیپر چلین گے۔ غرض کلیم کے دل میں نہ باپ کی عزت تھی اور نہ ماں کا وقار تھا۔ بھائی بہن کی محبت کیسی۔ اسکو تو بہن کے بہن ہونے میں بھی کلام تھا۔ باپ کا دست نگر تھا اسلیے کچھ مصنوعی ادب کا اظہار کرتا تھا۔ رہی ماں وہ اگر لونڈیون سے بدتر حالت میں نہ تھی تو کچھ اچھی حالت میں

بھی نہ تھی۔ اب ماں نے کیا کہا بیٹی نے کیا سنا اسکے اعادہ مین کچھ لطف نہین
گویا اسی گھر کی نسبت حافظ شیرازی نے فرمایا تھا۔

پسران را ہمہ جنگ است جدل با مادر

وہ خط قابل دید ہی جو پانچ سات روز کے غور کے بعد ستین نے اپنے خسر کے
نام بھیجا تھا۔

جناب من

آپ اپنی جائداد کی نسبت وصیت کرنا چاہتے ہین اور وصیت کا مقصود صرف
یہ ہی کہ فہیمہ آپ کے ترکہ سے محروم کی جائے۔ آپ سمجھتے ہونگے کہ مین یہ خبر سنکر خوش ہوا
لیکن مین آپ کو یقین دلاتا ہون کہ مین اسوقت بالکل آپ سے ناخوش نہین ہون
خبر سنکر مجھے ضرور برا معلوم ہوا۔ لیکن رفتہ رفتہ طبیعت اس اعتدال پر آگئی جس پر
شروع سے تھی۔

فہیمہ کی پیدائش سے اسوقت تک آپ نے جو برتاؤ اُسکے ساتھ رکھا وہ ضرور اسی کا
مقتضی ہی کہ جب وہ کبھی آپ کے تمول سے مستفید نہ ہوئی تو آپ کے مرنے کے بعد بھی
مستفید نہ ہو۔ شروع سے چلیے۔ آپ نے لڑکون کی تعلیم مین ہزارون روپیہ خرچ کیے
لیکن فہیمہ کے لیے ایک اُستانی دو روپیہ مشاہرہ کی بھی کبھی نہ رکھی۔ یہ انتظام آپ کا محض
اسلیے نہ تھا کہ تعلیم نسوان کے آپ خلاف ہین یہ تو جب سمجھا جاتا کہ دوسری طرح آپ
اُسکی تلافی کرتے۔ وہ آپ کے گھر مین لونڈی کی طرح پل کر جب بیاہی گئی تو یون جیسے
بالغ ہونے پر کوئی لونڈی گھر سے نکال دی گئی۔ یا اُس سے بھی بدتر حالت مین۔ مین نے
مانا کہ میری سادگی آپ کو ایک بہانہ ہوئی۔ لغویات اور فضول رسمون مین آپ نے کچھ نہین خرچ
کیا تو جہیز اور زیورات دینے مین کون مزاحم تھا۔

لڑکی کو جو آپ نے زیورات کم دیے اور مین نے واپس کیے۔ آپ نے اُسکو میری
سادگی پر محمول کیا یہ نہ سمجھے کہ مین نے اسکو آپ کی اور اپنی حیثیت کے خلاف سمجھکر لینے سے
نہ لینے مین لطف دیکھا۔ زیورات کے متعلق جو وعدے آپ نے کیے تھے وہ بارہ برس

ہو گئے کہ پورے نہ ہوئے - آپ کا یہ عذر کہ کلیم کے اخراجات سے آپ دبے جاتے ہین آپ ہی سمجھین کہ یہ باتین ایک منصف مزاج باپ کے کہنے کی ہین ؟ -

جاہل اور بدمزاج بی بی کا میکہ سے خالی ہاتھ آنا مین کچھ اچھا سمجھا تھا - لیکن اس سادہ لوح کو آپ کے وعدون پر ایسا بھروسہ رہا کہ اس حالت مین بھی بوے امارت اُسکے دماغ مین باقی ہے اور میرے پریشان رکھنے کے لیے بہت کافی ہے - مین نے ان تمام عیوب کے ساتھ آپ کی دختر نیک اختر کا اتنا ہی وقار کیا جیسا کہ ایک اچھی سی اچھی بی بی کا سسرال مین ہوسکتا ہے - مجھ سے اس پیوند مین جو غلطی ہوئی تا دمِ مرگ مجھے یاد رہیگی مین تمام نوجوانون سے وصیت کرتا ہون کہ شادی بیاہ کے متعلق جتنی تحقیقات اُنسے ممکن ہو کم ہے -

غریب لڑکی اطاعت سے شوہر کے دل مین اپنی جگہ کر لیتی ہے - خوشحال گھر کی لڑکیان اگر بدمزاجی اور جہالت میکے سے ساتھ لائین تو بہت کھلتا ہے خصوصاً ایسی حالت مین کہ اس نقصان کی تلافی کرنے کو میکے والے طیار نہ ہون - سب سے اچھی وہ حالت ہے کہ غریب گھر کی لڑکی غربت کی حالت مین اطاعت اور فرمانبرداری کے زیور سے آراستہ شوہر کے گھر مین داخل ہو اور سب سے بدتر وہ حالت ہے کہ نافرمان بی بی خالی ہاتھ امیرانہ دماغ کے ساتھ کسی بھلے مانس کے گھر مین آکر ہمیشہ کے لیے اُسکا عیش منغص کر دے شوہر غلام بننے کو طیار ہو - لیکن بی بی اُسکو خاطر مین نہ لائے سے

زن بد در سرائے مرد نکو ہم درین عالم است دوزخ او

آپ کی لڑکی نے اپنی جہالت سے نہ اب تک آپ کو پہچانا اور نہ بدبخت کو پہچانا - میرے عیش کی کوئی صورت کم و بیش پیدا ہو سکتی ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ آپ اپنی جائداد سے فہیمہ کا محروم الارث رہنا بہت جلد ظاہر کر دین - آپ نے پہلے ہی ایسا کیا ہوتا تو مجکو زیادہ نفع پہنچتا - اب آپ کے اس احسان پر بھی میری آسائش کی پوری صورت نکلے یہ تو ممکن نہین - لیکن خیر کچھ تو نفع پہنچ ہی جائیگا - ممکن ہے کہ میری طبیعت پر آپ کو تعجب ہو میری بات کو آپ باور نہ کرین - لیکن آپ کیون نہ باور کرین ؟ - آپ ہی کی سی طبیعت تمام دنیا کی

ہو یہ کیا ضرور ہے۔ متمول بی بی سے میں فرمانبردار بی بی کو ہزار درجہ بڑھکر اچھا سمجھتا ہوں میں آپ کو پھر باور کرانا چاہتا ہوں کہ میں کسی طرح آپ کے ارادے کے مخالف نہیں ہوں آپ کے جی میں جو آئے شوق سے کیجیے میں ہرگز مزاحم نہ ہونگا۔ مزاحمت کا تو مجھے یوں بھی حق نہیں ہے۔ صرف بی بی کو ورغلانا بس یہی میرے اختیار میں ہے۔ آپ کو اطمینان دلاتا ہوں کہ میں ہرگز ایسا نہ کرونگا۔ لیکن اگر بی بی نے خود سر اٹھانا چاہا تو پھر میں مانع بھی نہ ہونگا۔ میں کسی طرح اُسپر جبر کرکے اپنی عاقبت خراب کرنا نہیں چاہتا۔ اے پاک پروردگار تمام چیزیں خراب ہو جائیں۔ تمام منصوبے بگڑ جائیں۔ دُنیا میں تو مجھے جس حالت سے چاہ رکھ۔ لیکن قیامت میں رسوائی کا طوق گردن میں نہ ہو۔ آمین ثم آمین۔

آپ کا خادم

محمد متین

یہ خط کسی آدمی کے ہاتھ روانہ کیا گیا۔ اور اطمینان کر لیا گیا کہ فی الواقع نصیر کے ہاتھ میں خط پہنچ گیا۔ نصیر نے خط پڑھکر فوراً کلیم کو بلوایا۔ اور کلیم کی تحریک پر مجاہد بھی طلب کیا گیا۔ اور اِن سب کے جمع ہونے پر گفتگو شروع ہوئی۔

کلیم (مجاہد کی طرف مخاطب ہوکر) بھائی تم نے خوب ہی گُل کِھلایا۔ سلیم اور متین کی چٹھی دونوں ساتھ پڑھی جائیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی مبدأ کی یہ دونوں فیاضیاں ہیں۔

مجاہد۔ ایک ہی مبدأ فیاض سے اِن دونوں نے ازلی سعادت پائی ہے۔

کلیم۔ میرے کہنے کا منشا اور ہے۔ میں سمجھا ہوں کہ ایک ہی شخص کے یہ دونوں مسودے ہیں۔

مجاہد۔ خدا نے آپ کو ضرورت سے زیادہ ذہین بنایا ہے اسلیے آپ سب کچھ سمجھ سکتے ہیں لیکن جہانتک امر حق کو تعلق ہے سلیم اور متین میں ابتک کوئی مراسلت نہیں ہوئی۔ سلیم کا خط آپ کے والد بزرگوار کے خط کا جواب تھا اور متین نے جو کچھ لکھا ہے وہ شیخ صاحب کے ارادے سے واقف ہوکر لکھا ہے۔ ہاں شیخ صاحب کا ارادہ متین کو صرف

میرے ذریعہ سے معلوم ہوا۔ میں خطاوار ہوں تو صرف اسی قدر۔

کلیم۔ لیکن مجکو ہرگز یہ امید نہ تھی کہ حق ہمسائگی آپ یوں ادا کریں گے۔

مجاہد۔ بھائی سچی بات تو یوں ہی کہ فہیمہ کے حق میں یہ آپ صاحبوں کا ظلم دیکھ کر میں بہت رنجیدہ ہوا۔ اخوت اسلامی اور حق ہمسائگی یہی دو نسبتیں آپ سے ہیں۔ فہیمہ کے ساتھ بھی یہ دونوں واسطے موجود تھے۔ وہ بھی مسلمان ہی۔ اور برابر اسی محلہ میں آپ کے گھر رہ چکی ہی۔ کیا وجہ ہی کہ میں آپ کا ہمدرد بنوں اور اُسکا شریک حال نہ ہوں خصوصاً ایسی حالت میں کہ آپ ظالم ہوں اور وہ مظلوم ہو۔ میں کو تمام حالات سے مطلع کرنا انسانی ہمدردی کا مقتضا تھا۔ میں اُنکو مطلع نہ کرتا تو خطاوار ہوتا۔ راست بازی نے مجھے ساکت نہ رہنے دیا۔

جب کلیم نے دیکھا کہ گفتگو کا پہلو بدلتا جاتا ہی۔ مجاہد کسی طرح دبنے والا نہیں۔ اور شیخ نصیر پر بُرا اثر پڑ رہا ہی تو کلیم اوٹھ کر چلا گیا۔ مجاہد تھوڑی دیر تک ساکت بیٹھا رہا اور پھر وہ بھی اپنے گھر چلا آیا۔

شروع سے آخر تک نصیر چپ رہا۔ اُسکے مُنھ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا۔ مسلمین کا خط پڑھ کر وہ بہت متاثر تھا اور اپنی غلطی پر نادم تھا۔ کلیم کو اپنے باپ کی دلی حالت سے خبر ہوئی اور کسی قدر اپنے مقصود کی طرف سے اُسکے دل میں نا امیدی پیدا ہو چلی۔

ادھر جتنے مواضع خریدے جاتے تھے بیعنامہ میں بجاے باپ کے نام کے کلیم کا نام درج ہوتا تھا۔ باپ اسکو دیکھتا اور سمجھتا تھا مگر چپکا ہو جاتا تھا۔ اس طرح دو سال کے اندر بہت سی جائداد کلیم کے نام ہوگئی پُرانی دستاویزوں کو بدلوا کر کلیم نے نئی دستاویزیں خاص اپنے نام لکھوانا شروع کیں۔ یہ چالاکی کچھ پہلے سے چلی آتی تھی۔ سب مل ملا کر سات مواضع ایسے ہوگئے جنپر تنہا کلیم کا نام درج کا غذات مال تھا۔ نصیر یہ سب دیکھتا تھا لیکن دلی کمزوری سے سکوت کرتا تھا اور اس طرح کلیم کو اپنی بد طینتی کے اظہار کا موقع ملتا تھا۔

دو برس یوں گذرے اور تیسرے سال حسن اتفاق سے ایک شاہ صاحب محلہ کی مسجد میں آکر ٹھہرے۔ جاہل محض۔ مذہب اسلام سے بالکل ناواقف لیکن ہنسانے رلانے کے لیے چند عام پسند حکایتیں انکو معلوم تھیں۔

باب ۵

خرابی حالت کا ادنیٰ نمونہ

تھوڑے دنوں میں شاہ صاحب مرجع عوام ہوگئے۔ نصیر بھی شاہ صاحب کے دربار میں حاضر ہوتا تھا۔ کلیم کسی کا دوست نہ تھا۔ ہوا کا رُخ دیکھتا تھا۔ باپ کو شاہ صاحب کے پاس آتے جاتے دیکھ کر یہ بھی وہاں حاضر ہونے لگا۔

کلیم کو پھر ایک مرتبہ گزشتہ باتیں یاد آئیں۔ شاہ صاحب کے زمرۂ مریدین میں وہ داخل ہوا اور اپنے باپ کو بھی مرید ہونے کی ترغیب دی۔ کلیم نے اپنی چال بازیوں سے شاہ صاحب پر پورا قابو حاصل کر لیا تھا۔ شاہ صاحب اسکی مرضی کے خلاف زبان نہیں ہلا سکتے تھے۔ اور شاہ صاحب کے حکم کو نصیر رد نہیں کر سکتا تھا۔

کلیم کی تحریک پر ایک روز شاہ صاحب نے یہ مضمون پیش کیا کہ شیخ نصیر اپنی تمام جائداد کارِ خیر میں وقف کر دیں اور کلیم کو اُسکا متولی بنائیں۔ تو لبہ نسلاً بعد نسلاً کلیم کے خاندان میں رہے۔ ممکن ہو کہ شاہ صاحب نے نیک نیتی سے یہ صلاح دی ہو اسلیے یا فہیمہ کو نقصان پہنچانا شاہ صاحب کا مقصود نہ ہو محض کلیم کا خوش کرنا اسکا مقصود رہا ہو لیکن ظاہر ہو کہ کلیم کا یہ جوڑ چل جاتا تو فہیمہ اور سلیم کے لیے دقت تھی۔ شاہ صاحب جاہل مطلق تھے۔ کلیم نے انکو آمادہ کیا وہ نصیر پر دباؤ ڈالنے کو مستعد ہوگئے۔ مسائل مذہبی سے وہ واقف ہوتے تو سمجھتے کہ نصیر کی اولاد موجود ہو وہ محروم ہوگی تو نصیر پر روزِ حشر عذاب ہوگا۔ اور اُسی کے ساتھ میں بھی وہاں پکڑا جاؤنگا"۔

مجاہد کے مخبر لگے رہتے تھے۔ اُسکو اِن تمام حالات سے فوراً خبر ہوگئی۔ ایک روز وہ بعد نماز مغرب مسجد میں آیا شاہ صاحب کے مرید حلقہ باندھے بیٹھے ہوئے تھے کلیم بھی اُنہیں شریک تھا۔ نصیر ایسے جلسوں میں بہت کم شریک ہوتا تھا لیکن حسن اتفاق کہ اُسدن وہ بھی موجود تھا۔ مجاہد کنارے سے بیٹھ گیا۔ جب شاہ صاحب نے مراقبہ سے سر اُٹھایا تو مجاہد نے کہا "السلام علیکم" شاہ صاحب نے نہایت استکراہ سے

جواب دیا۔ مجاہد نے کبھی شاہ صاحب کی مخالفت نہیں کی تھی۔ لیکن یاردن نے اسکا نام باغیون مین لکھوا رکھا تھا۔ اور شاہ صاحب کے دل مین خواہ مخواہ مجاہد کی طرف سے بغض تھا۔ شاہ صاحب تو کچھ نہ بولے۔ کلیم نے پوچھا کہیے حضرت آپ کہان تشریف لائے ہین ؟۔

مجاہد۔ شاہ صاحب سے چند باتین دریافت کرنی ہین۔

شاہ صاحب۔ بیٹا آؤ۔ قریب آؤ۔ کیا پوچھتے ہو۔

مجاہد۔ حضرت آپ پر تو تمام علوم ظاہر و باطن کھلے ہین مجھے ایک مسئلہ مین کچھ شک سا ہو گیا ہے اور مین سمجھا ہون کہ میری تشفی ہوگی تو آپ ہی سے ہوگی۔

شاہ صاحب۔ بیٹا شرعی مسائل کسی عالم سے پوچھ فقیر کو شرع سے کیا کام۔

مجاہد۔ مین کچھ مذہب اسلام کی بات پوچھون گا۔

شاہ صاحب۔ ہم عشق کے بندے ہین مذہب سے نہین واقف۔

مجاہد۔ مین کچھ قرآن و حدیث کے متعلق پوچھنے آیا ہون۔

شاہ صاحب۔ بابا ہم لوگون کو قرآن و حدیث سے کیا مطلب۔

مجاہد۔ اللہ اور اُسکے رسول کی باتین مین پوچھتا ہون اور آپ اُسکے بیان کرنے مین تامل کرتے ہین ؟۔

شاہ صاحب۔ بابا تو یہ باتین کسی مُلّا سے پوچھ۔ ہم فقیرون کو انسے کیا سروکار۔

مجاہد۔ تم مذہب نہین جانتے۔ قرآن و حدیث نہین مانتے۔ اللہ اور اللہ کے رسول سے سروکار نہین رکھتے تو تم کس مرض کی دوا ہو۔ یہ کہنا تھا کہ چارون طرف سے معتقدین مجاہد پر ٹوٹ پڑے۔ آزادی سے کہہ تو گیا لیکن مریدون کی یورش دیکھ کر بہت گھبرایا۔ کلیم نے ذرا لوگون کو تیز کر دیا۔ قریب تھا کہ مجاہد پٹ جاتا۔ لیکن قدرت پروردگار دیکھیے کہ پشاور کے دو مولوی دور وزسے اُس مسجد مین ٹھہرے ہوئے تھے اُنھون نے جو دیکھا کہ ایک حق گو پٹا چاہتا ہے تو گوشہ مسجد سے نکل کر وہ دونون مجاہد کے پاس آگئے۔ ان مین سے ایک نے اُس شخص کو جو مجاہد کا گلا دبائے ہوئے تھا ڈھکیل دیا وہ پٹخنی کھا کر کنارے

ہوگیا۔ اِن دونون بہادرون کے سامنے کسی کی نہ چلی۔

کلیم (پشاوری مولوی سے) آپ کون ہین۔

مُلّا۔ ہم بندۂ خدا ہی۔

کلیم۔ آپ کو ہمارے معاملات مین کیا دخل ہی۔

مُلّا۔ آپ کے گھر کا بات نہین ہی۔ دین کا بات ہی۔ ہم دو دن سے مسجد مین ٹھہرا ہی۔ اس بڈھا کا خاطر مجلہ الا اتنا کرتا ہی کہ پیغمبر کا اتنا تعظیم صحابہ نہین کرتا تھا۔ اسوقت کی بات سے ہمکو معلوم ہوا کہ یہ بالکل جاہل ہی اور دین سے اسکو کچھ تعلق نہین ہی۔ مسلمانون کو دھوکا دینے کے واسطے یہ شاہ صاحب بنا ہی۔ دین سے یہ بے ادبی کرتا ہی۔ مسلمان ہوکر مرتد بنتا ہی۔ ہمارے ملک مین ہوتا تو اسکا سر کاٹ ڈالتا۔

کلیم۔ آپ کو کس طرح معلوم ہوا کہ شاہ صاحب جاہل ہین۔

مُلّا۔ ہم عالم جاہل نہین جانتا۔ یہ بیچارہ مسلمان دین کا مسئلہ پوچھنے آیا۔ اگر یہ بڈھا شاہ مسئلہ جانتا ہی اور نہین بتاتا ہی تو اسکا زبان کاٹ لینا چاہیے۔ اور مسئلہ نہین جانتا اور دین کا پیشوا بنا ہی تو اسکا سر کاٹ لینا چاہیے۔ پیشوائے دین بنکر ردی لکھا ہی تو کام کیون نہین کرتا اور کرنا نہین آتا تو مسلمانون کو فریب دینے کے لیے مذہبی پیشوا کیون بنتا ہی۔ ہمارا مذہب ایسا ہوگیا کہ جاہل لوگ امام بنتا ہی۔ انگریزی عملداری مین سزا کم ہی پھر بھی اطلاع کیا جائے تو اسکو دغا مین سزا ہو سکتا ہی۔ ابھی ملتان مین ایسا مقدمہ ہم خود دیکھ چکا ہی۔

مریدون نے یہ حال دیکھ کر کلیم سے کہا۔ کہ "آپ ملا صاحب سے کیون بحث کرتے ہین۔ شاہ صاحب کیا نہین جانتے۔ سب کچھ جانتے ہین۔ رات دن انکو سکھانے پڑھانے کے سوا اور کام ہی کیا ہی۔

مُلّا۔ ہان یہ ہم مانتا ہی۔ اچھا صاحب (مجاہد کی طرف مخاطب ہوکر) پوچھیے کیا پوچھتا ہی ہم بھی غور کرے گا۔

مجاہد۔ (مُلّا کی طرف مخاطب ہوکر) اچھا آپ بھی بیٹھیے۔ جو ہم پوچھتے ہین آپ

شنتے جاتے۔

یہ دونون ملا بڑے زبردست عالم تھے۔ لیکن اب تک مجاہد نے اتنا ہی سمجھا تھا کہ یہ دونون سچے مسلمان ہین اور بڑے ہمدرد ہین۔ ایک ملا مجاہد کے دائین جانب اور دوسرا بائین جانب بیٹھا اور مجاہد گویا قلعہ مین بیٹھ کر شاہ صاحب اور اُنکے ذریات پر حملہ آور ہوا۔

مجاہد۔ (شاہ صاحب سے) اگر کوئی مسلمان یہ وصیت کرے کہ اُسکی کل جائداد کار خیر مین صرف ہو۔ شرعی ورثا محروم رہین تو یہ وصیت جائز ہے؟۔

کلیم کچھ بولنا چاہتا تھا کہ ملاؤن نے اُسکو ڈانٹا اور کہا کہ "شاہ صاحب سے پوچھا جاتا ہے" جو سب سے زیادہ واقف ہو اُسی کا بولنا مستحسن ہے۔

کلیم۔ مسائل فقہ شاہ صاحب کو کم معلوم ہین۔

ملاّ۔ جب شاہ صاحب کی مذہبی معلومات کا یہ حال ہے تو انکو مذہبی پیشوا کس نے بنایا۔ ہندوستان مین بہت بُرا خراب بات ہے۔ اور اسی سے ہندوستان غارت ہوا ہے کہ یہان عالم کا قدر نہین ہے۔ یہان قدر ہوتی ہے تو مکار جاہلون کی۔ عالمون کو کوئی نہین پوچھتا۔ اور جاہل مذہبی پیشوا بنتے ہین۔ ہمکو اس بات پر بڑا غصہ ہے اسوقت اس بڈھے کو (شاہ صاحب کی طرف مخاطب ہوکر) اس سوال کا جواب دینا ہوگا۔ اگر اسنے جواب ندیا تو ابھی ہم اسکو مسجد سے نکال دے گا۔

مجاہد۔ (ملا صاحب کی طرف مخاطب ہوکر) اس بڈھے کو آپ پیچھے نکالیے گا اسوقت وہ نہین بولتا تو اسی کو (کلیم کی طرف اشارہ کرکے) بولنے دیجیے۔

کلیم۔ اگر کوئی کل جائداد اپنی کار خیر مین دے ڈالے تو کوئی امر مانع نہین ہے۔

ملاّ۔ دے ڈالنے کا سوال نہین ہے۔ وصیت کے متعلق سوال کیا جاتا ہے۔

کلیم۔ اگر کوئی وصیت کرے کہ اُسکا تمام مال اُسکے مرنے کے بعد کار خیر مین لگایا جائے تو یہ وصیت بقدر ایک ثلث کے جائز اور بقدر دو ثلث کے ناجائز ہوگی۔

مجاہد۔ ورثا کے حق مین وصیت کیسی ہے۔

ملاّ۔ حرام۔

مجاہد۔ کیا حرام سے آپکا یہ مطلب ہی کہ وصیت کرنے والا گنہگار ہوگا۔
ملاّ۔ گنہگار تو ہو ہی گا۔ یہ تو آخرت کا بات ہی۔ دُنیا مین بھی پشیمان ہوگا قاضی کے سامنے ایسی وصیت قابل نفاذ نہ ٹھہرے گی۔
مجاہد۔ قاضی اب کہان ہین۔
ملاّ۔ حکام وقت قاضی کا قایم مقام ہی۔ وراثت۔ نکاح۔ طلاق۔ مہر۔ وغیرہ وغیرہ بہت سا باتات احکام شرع کے مطابق انگریزی عدالتون سے فریقین کے مسلمان ہونے کا حالت مین فیصلہ پاتا ہی۔
مجاہد۔ وصیت کیون ورثا کے حق مین ناجائز ہی؟۔
ملاّ۔ قرآن مین وارثون کے حصص مقرر ہین۔ اور جہان کہین کچھ اغلاق ہے احادیث سے صاف ہوگیا ہی۔ قرآن وحدیث کے خلاف وصیت کرنا بے ادبی ہی۔ اور پہلے منع کیا گیا ہی۔ پیغمبر خدا کا قول ہی۔ الا لا وصیۃ للوارث۔ وارث کے حق مین وصیت نہین ہی۔
مجاہد۔ اگر کوئی شخص احکام قرآنی کو بے راز حکمت نہ سمجھے یعنی لڑکیون کو یا بیبیون کو حق دینا منظور نہ کرے اور یہ خیال کرے کہ احکام قرآنی جہانتک عورتون کے حقوق سے تعلق رکھتے ہین بیجا خلاف عقل اور خلاف مصلحت ہین تو کیا ہے؟۔
ملاّ۔ کوئی مسلمان ایسا خیال رکھے تو وہ گنہگار ہی نہین ہی۔ مرتد ہی جو شرع مین کافر سے بھی بدتر سمجھا جاتا ہی۔ جب اسکے نزدیک احکام الٰہی خلاف عدل اور خلاف انصاف ٹھہرے تو اللہ بھی عادل اور منصف اور حکیم نہوا۔ اور جو خدا کو ان صفات سے متصف نہ سمجھے وہ کمبخت مسلمان کب ہے۔
مجاہد۔ اگر وہ شخص وصیت نہ کرے ملک جیتے جی ایک وارث کو تمام حقیت اپنی دیکر دوسرے ورثا کو محروم کردے۔
ملاّ۔ یہ کیونکر ہوسکتا ہی جیتے جی دیدے گا تو خود کیا کھائے گا؟۔
مجاہد۔ فرض کر لیجیے کہ اسنے دیدیا۔ اور خود بھیک مانگ کر یا کوئی اور پیشہ کرکے

کرکرتا ہی۔

ملا- خلاف عقل بات کیونکر فرض کیا جا سکتا ہی۔

مجاہد- مسئلہ تو مفروضات پر بھی بتایا جا سکتا ہی۔ آپ کو اسکے فرض کر لینے مین کیا تامل ہی۔

ملا- اکثر لوگ خدا سے مکر کرتا ہی۔ وصیت نامہ خلاف شرع سمجھ کر ہبہ نامہ لکھد یتا ہی وصیت مقصود ہوتا ہی۔ اور ظاہر کرتا ہی ہبہ۔ قبضہ چھوڑنا مقصود نہین ہوتا اور نہ قبضہ چھوڑتا لیکن یہ سب فریبی کارروائی کرکے دنیا مین ذلت اُٹھاتا ہی اور مرنے پر جو ہوگا اُسکا علم خدا کو ہی۔ جو ہمارے تمھارے اور تمام بنی نوع انسان کے دلون کا بھید جانتا ہی۔

مجاہد- آپ نے میرے سوال کا جواب نہین دیا۔ فی الواقع کوئی شی ایک وارث کو جیتے جی دیدیجائے اور دوسرے وارث کو نہ دی جائے تو یہ دینا شرعاً کیسا ہی؟

ملا- اب مین کہانتک آپ کے سوالون کا جواب دون۔ جواب دینے مین غور و فکر سے کام لیا جاتا ہی۔ دماغ کو تکلیف ہوتا ہی۔ اسقدر مجکو معلوم ہی کہ بشیر نے اپنے بیٹے نعمان کو ایک غلام دیا۔ اور پیغمبر خدا کے پاس آیا کہ آپ کو گواہ کرے۔ آنحضرتؐ نے پوچھا کہ دوسرے بیٹے کو کیا دیا ہی۔ بشیر نے عرض کیا کہ کچھ نہین۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مین اس ظلم پر گواہ نہ ہونگا۔ بشیر گھر گیا اور غلام جو نعمان کو دیا تھا واپس لے لیا۔ اب آپ بھی غور کرلے کہ اس حدیث سے کیا بات پیدا ہوتا ہی۔ بعضون نے کہا ہی کہ ایسا ہبہ مکروہ ہی اور حرام کے قریب ہی یعنی مکروہ تحریمی ہی۔ اور بعضون نے کہا ہی کہ ایسا ہبہ مطلق حرام اور باطل ہی۔

مجاہد- جناب مُلا صاحب۔ آپ نے جو کچھ فرمایا سب بجا فرمایا۔ آپ کے ملک مین علمی چرچا ضرور ہوگا جبھی آپ کو یہ سب باتین معلوم ہین۔ لیکن شروع مین آپ نے یہ کیا فرمایا کہ "زبان کاٹ لی جاتی۔ سر اُڑا دیا جاتا"

ملا- ہم قوم کا بات کہا۔ پٹھان لوگ جھوٹا اور خلاف شرع بات سنکر جہالت کرتا ہی لوگونکو مار ڈالتا ہی۔ لیکن پڑھا لکھا عالم لوگ ایسا بات نہین کرتا۔ وہ بحث کرتا ہی جیسا ہم نے کیا۔ اور قاضی کے سامنے مقدمہ جاتا ہی تو وہ فیصلہ کرتا ہی جیسا یہان کچہری کا حاکم لوگ کرتا ہی۔

مجاہد - (شاہ صاحب کی طرف مخاطب ہوکر) کہیے حضرت کچھ آپ کی سمجھ مین بھی آیا - عالم و جاہل مین یہ فرق ہی - مہینون سے آپ شیخ نصیر کو وصیت کرنے کی ترغیب دے رہے ہین اور ناحق غریب ضمیمہ کی بد دعا لینے کو طیار ہین - اگر آپ مین ذرا بھی حب اسلام ہوتی تو آپ ایسے ناپاک مشورے مین شریک نہ ہوتے - میری راے شروع سے یہ ہی کہ آپ ایسے پیشواؤن کے سایہ سے دور بھاگنا چاہیے - آپ ایسی صورتون سے سخت گمراہی پھیلتی ہی - اپنی رنگت جمانے کے لیے عام پسند حکایتین سناتے ہین - خدا اور خدا کے رسولؐ کی باتون سے آپ کو مطلب نہین ہوتا آپ مریدون کا رجحان طبیعت اور عام خلقت کا رخ دیکھتے ہین اور مناسب حال باتین سنا کر عوام کو اپنے دام مین لاتے ہین - آپ کو اس سے بحث نہین کہ خدا اور خدا کے رسولؐ کا دین جاری ہوتا ہی یا مٹا جاتا ہی - آپ کو اپنی کامیابی سے غرض ہی اشاعت دین سے کوئی مطلب نہین ؎

اے بسا ابلیس کادم روے ہست ۔۔۔ پس بہر دستے نباید داد دست

مین اپنے بچپن مین جب سنتا تھا کہ فلان بادشاہ نے فلان فقیر کی گردن مارنے کا حکم دیا - فلان بادشاہ کے وقت مین فلان درویش دار پر کھینچا گیا - تو مجکو تعجب ہوتا تھا کہ خدایا یہ کیسے شقی القلب لوگ تھے جو فقیرون کو بھی چین سے نہین رہنے دیتے تھے لیکن اب معلوم ہوا کہ بہت سے فقرا ایسے ہین اور ممکن ہی کہ پہلے زمانہ مین بھی ہون جنکا نہ ہونا آسایش خلائق کا باعث ہوتا ہی - کیا معنی کہ اگر کوئی شخص بُرا ہی اور بُرا مشہور ہی تو اپنے لیے بُرا ہی - دوزخ مین جائیگا تو اپنے جسم سے دوسرون کو کیا نقصان - لیکن ایک شخص ایسا ہی کہ نہایت بُرے افعال اس سے ظہور مین آتے ہین اور پھر عوام مین وہ پیشواے دین سمجھا جاتا ہی - نعوذ باللہ کیسی خطرناک حالت ہی - اس شخص کے ناپاک دستور کو عوام ذریعہ نجات سمجھتے ہین - اور کوئی عالم منع کرے تو میان صاحب کے فعل سے تمسک کیا جاتا ہی شرک فی النبوۃ اور شرک فی اللہ - تو یہ اعتقادات کی ابجد ہی - جہلا کے نزدیک جب تک اپنے پیر کو نبی اور اللہ سے مرید برتر نہ سمجھے گا - اسیر راہ سلوک ہرگز روشن نہوگی

یہاں تک بھی حیرت ہے۔ صرف مرید ہی خراب ہو گئے۔ پیر کے ساتھ اپنے لیے بھی جہنم کا راستہ نکالا۔ مشکل تو یہ ہوتی ہے کہ پیر کے بھروسے پر یہ مریدین دوسرے بندگان خدا کے آزار کے درپے ہوتے ہیں اور اپنے شمار میں مجاہدین فی سبیل اللہ میں داخل ہوتے ہیں۔ تمام دنیا سے مال لوٹ کھسوٹ کر لاتے ہیں۔ سیکڑوں کو ذبح کرتے ہیں۔ ہزاروں گھر برباد کرتے ہیں۔ اور پھر دادا پیر کے عرس کے لیے سو پچاس روپیہ شاہ صاحب کے سامنے پیش کیے اور شاہ صاحب تمام معاصی کے بخشوا دینے کے ضامن ہو گئے۔ اب پھر وہ قتل و غارت کے لیے طیار ہیں۔ میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ نفوس کرام سے زمانہ خالی ہے یا پہلے خالی تھا۔ ایک سے ایک بڑھکر کامل گزرے ہیں۔ اور اب بھی جا بجا بڑے بڑے اکابر موجود ہیں۔ لیکن سچے درویش اتنے کم ہیں اور تم ایسی نقلی صورتیں اتنی زیادہ ہیں کہ محتاط شخص کو تم سے دور رہنا اچھا ہے۔ خدا صاف لفظوں میں لکھتا ہے للذکر مثل حظ الانثیین۔ ایک مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ دیا جائے۔ یعنے نصیر کی جائداد میں کلیم دو روپیہ پائے۔ سلیم دو روپیہ پائے اور فہیمہ ایک روپیہ پائے اور تم یہ صلاح دیتے ہو کہ پانچوں روپیہ نصیر کے مرنے کے بعد کلیم ہی کو پہنچ جائیں۔ فہیمہ کچھ نہ پائے۔ اب تم خود دل میں سوچو کہ نصیر کو خلاف قرآن عمل کرنے کی تم ترغیب دیتے ہو اور صرف ترغیب ہی نہیں بلکہ پیشوائے دین کی حیثیت سے اسکو باور کراتے ہو کہ اسمیں بہتری ہے۔ تم ہی بتاؤ کہ تم نیابت رسولؐ انجام دیتے ہو یا نیابت شیطان۔ تم پر تو میرا اعتراض کم ہے۔ پیٹ کے لیے آدمی کیا نہیں کرتا۔ آخر وہ بھی تو آدمی ہی ہیں جو پیٹ کے لیے ڈاکہ مارتے ہیں چوری کرتے ہیں۔ حیرت تو اُن بیوقوفوں پر ہے۔ جو خدا کا کلام اور رسولؐ کے افعال سے گریز کرکے تم ایسے مکاروں کی جاہل فریب باتوں پر عمل کرتے ہیں۔

غرض موقع پاکر مجاہد نے خوب ہی سنایا۔ کوئی دقیقہ باقی نہیں لگا رکھا۔ شاہ صاحب تو کیا بولتے کلیم بھی دم بخود رہا۔

نصیر اِن تمام باتوں کو نہایت غور سے سنتا رہا اور اُسکے چہرے سے پیدا تھا کہ وہ بہت

کچھ متاثر ہو رہا ہی۔ اسکے بعد ایک مُلّا نے کھڑے ہوکر عشاکی اذان دی۔ اور اذان کے ساتھ ہی سلسلہ سخن بند ہو گیا۔

نماز پڑھکر سب اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ مجاہد نے اُن مُلّاؤن کے لیے نہایت عمدہ کھانا اپنے گھر سے بھیجا۔ اور پچاس ۵۰ روپیہ خوان پر رکھدیئے۔ دونون مُلّا اپنے دل مین سمجھے کہ عاقبت مین حق گوئی کا صلہ ملتا ہی دُنیا مین بھی کچھ مل گیا۔

صبح کو مسجد مین ایک دوسرا ہی گُل کھلا۔ کلیم تو پابند صوم و صلواۃ نہ تھا لیکن شاہ صاحب کی مجلس مین شریک ہونے کے لیے وہ نمازی بن گیا تھا۔ نصیر گو پابند صلواۃ تھا۔ لیکن صبح کی نماز وہ اکثر قضا پڑھتا تھا۔ شاہ صاحب کی صحبت کا اثر اتنا اسیر بھی ہوا کہ وہ صبح اُٹھنے کا عادی ہو چلا تھا۔ شاہ صاحب پنجوقتہ نماز پڑھاتے تھے اور اسلیے اُنکو سب کے پہلے مصلے پر آبیٹھنا بھی لازم تھا۔ شاہ صاحب کی نماز کہان تک ریاکاری پر مبنی تھی یہ اُنکے اعمال سے ظاہر ہی۔ کہین نماز سچے دل سے ہوتی تو پھر کیا پوچھنا تھا شاہ صاحب کی صحبت اکسیر ہی بنتی ہوتی صحابہ کرام اور اکابر اسلام جو پہلے گزر گئے ہین انمین کیا تھا کوئی سرخاب کا پر لگا تھا۔ اُنکی عبادت بیریا خالصاً لوجہ اللہ ہوتی تھی۔ اسلیے تلامذہ مصاحبین احباب اور مریدین پر نیک سچا اور خالص اثر کرتی تھی۔

صبح کو نماز کے لیے وہ سب جمع ہوئے جنکو اس داستان سے تعلق ہی۔ نماز پڑھکر شاہ صاحب فارغ ہوئے اور وظیفہ شروع کیا۔ جماعت مین ایک اجنبی شخص شریک تھا جیب سے اُسنے کاغذ نکالا کبھی وہ شاہ صاحب پر نظر کرتا تھا اور کبھی کاغذ دیکھتا تھا۔ اس حرکت پر ہر شخص کو تعجب ہوا۔ پہلے شاہ صاحب ہی نے گفتگو مین سبقت کی۔

شاہ صاحب۔ بابا کیا دیکھتا ہی۔؟

اجنبی۔ آپ کو دیکھتا ہون اور اپنا کاغذ دیکھتا ہون۔

شاہ صاحب۔ کاغذ مین کیا لکھا ہی۔؟

اجنبی۔ کاغذ مین لکھا ہی کہ تم نے ملتان کی ایک گاڑی مین دس برس کے لڑکے کو زیور کی طمع سے مار ڈالا تھا۔ اور پھر یہ لکھا ہی کہ سیالکوٹ کی مسجد کے حجرے مین تم نے دو ہزار

زیور چاندی سے سونا بنانے کے لیے اپنے احمق معتقدین سے لیے اور پھر وہان سے رفوچکر ہوئے۔ اس کاغذ مین لکھا ہے کہ ڈیرہ اسمٰعیل خان مین ایک رسالدار جو تمھارا مرید ہے اور اسکی بی بی تمھاری معتقد تھی۔ اس بی بی کو تم نے وہان سے بھگایا اور لاہور کے قریب پہنچکر تم نے اُسکے تمام زیورات لیکر اُسکا ساتھ چھوڑ دیا۔ مین سیالکوٹ کا کوتوال ہون۔ اور تمھاری تلاش کے لیے چھ مہینے سے گھوم رہا ہون۔ امرت سر لاہور دہلی۔ مراد آباد۔ بریلی۔ بنارس۔ غازی پور۔ پٹنہ جہان جہان تم گئے مین بھی تمھارے ساتھ ساتھ چلا۔ ۲ ہفتے سے یہان بھی مقیم ہون۔ آج میری محنت ٹھکانے لگی ہے

للہ الحمد ٹھکانے لگی محنت میری — طے ہوئی آج کی منزل مین مسافت میری

پھر کیا تھا۔ کوتوال صاحب کے ساتھ پانچ کنسٹبل خاص چہرہ کی پولیس کے بتبدیل لباس شریک نماز تھے۔ فوراً اُنھون نے وردی پہنی اور شاہ صاحب کی بانہہ پکڑی شاہ صاحب نے گردن نیچی کرلی اور کوتوال کے ساتھ ہوئے۔ شاہ صاحب کے ساتھ جو دو چار مرید تھے وہ اس طرح نکل گئے کہ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی۔ کوتوال نے شاہ صاحب کے ساتھیون کو پوچھا تو اُنکا اسباب البتہ لاوارثی مال کی طرح بحق سرکار ضبط ہونے کو ہاتھ آیا لیکن اُن بندگان خدا کا کچھ پتا نہ لگا۔ کلیم پہلے ہی مسجد سے باہر ہو گیا تھا۔ نصیر آخر تک رہا۔ اور پھر آہستہ سے اپنی چھڑی اُٹھالی اور جوتا پہنکر گھر کا راستہ لیا۔ مجاہد اور وہ دونون مُلا مسجد مین رہگئے اور دو چار محلہ والے مجاہد کی فراست کے مداح اور مُلاؤن کی ایمانداری کے قائل باقی رہ گئے۔ مسجد مین کوئی گھڑی دن چڑھے تک محلہ والے آتے رہے اور شاہ صاحب کے حالات مجاہد سے سُنتے رہے۔

باب ۶

غلط فہمیان

مجاہد خوش خوش اپنے گھر آیا۔ اور دو گھنٹے کے بعد نصیر کے طلب کرنے پر اُنکی خدمت

مین حاضر ہوا۔ نصیر بہت تپاک سے ملا۔ اور کہنے لگا تمھاری باتین میرے دل پر اثر کرتی جاتی ہین۔ مین تمکو بہت سچا مومن اور بڑا ہی راست باز مسلمان سمجھتا ہون۔ اس شاہ نے مجھے بڑا ہی دھوکا دیا تھا اور مین سمجھتا ہون کہ یہ سب کلیم کی چالبازی تھی۔ مین صدق دل سے توبہ کرتا ہون اور وعدہ کرتا ہون کہ آیندہ کوئی بات خلاف شرع پسند نہ کرونگا۔ کلیم میرے کام آئیگا نہ فہیمہ۔ بس ایک ایمان میرا میرے ساتھ جائیگا۔

مجاہد۔ مجکو آپ کی باتون کا اعتبار نہین۔ لمحہ لمحہ آپ کی راے بدلتی ہے

وہ تلون مزاج یار مین ہے ہان ابھی ہے تو لحظہ بھر مین نہین

کسی بڑے عالم کو بلوائیے۔ کچھ دین کی باتین سُنیے۔ تاکہ ایمان مین آپ کے استواری آئے۔ خیالات مین استقلال پیدا ہو۔ جہان تک مین سمجھتا ہون آپ کو دینداروں سے صحبت کم رہی۔ اور دینی علوم کی تحصیل بھی آپ نے نہین کی۔ اب آخری وقت مین بھی شغلے اچھے ہین۔ دنیا کے مزخرفات کو چھوڑیئے۔ اور خدا کی طرف لو لگایئے

نصیر۔ عرصہ سے میری بھی خواہش ہے۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ مذہب اسلام مین اتنے مختلف فرقے ہین اور مولویون مین اسقدر اختلاف راے ہے کہ اگر کوئی شخص کچھ مذہبی باتین سُننا چاہے تو اُسکو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے کس کی سُنے اور کس کی نہ سُنے۔

مجاہد۔ ایک حد تک آپ کا کہنا صحیح ہے لیکن کوئی شخص اگر سچے دل سے طلب حق کرے تو اسکو کوئی دشواری نہ ہوگی۔ کیا معنی کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل کے مطابق خداشناسی کا نام ہے اسلام۔ تمام اہل اسلام اسمین متفق ہین اتنا سمجھ لیجیے تو ہر مذہبی بحث کا فیصلہ کرنا بہت آسان ہوجاتا ہے۔ پیغمبر خدا نے جو فعل عبادت سمجھکر نہین کیا وہ تم بھی نہ کرو۔ اور جو فعل پیغمبر خدا نے کیا اور اپنی اُمت کو اُسکے کرنے کی ہدایت کی اُسکو حتی الوسع کرو۔ بس یہی اسلام ہے۔ رہا جزئیات مین اختلاف۔ جزئیات کے اختلاف سے نہ کوئی ناری ہوتا نہ ناجی۔ اسلام مین بیجا سختی نہین ہے

اور نہ چھوٹی چھوٹی باتون سے ایمان مین کوئی فرق آتا ہے۔

نصیر - بھائی تمھاری باتین مجکو بہت بھاتی ہین۔ میرے ذہن مین یہ بات جم گئی کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے وہی بڑا مسلمان ہے۔

مجاہد - بڑا اور چھوٹا مین نہین جانتا۔ صرف اتنا جانتا ہون کہ کتاب اللہ اور کتاب الرسول کے اتباع کا نام اسلام ہے۔ اور جو اسکا متبع نہین ہے وہ مسلمان نہین ہے۔

نصیر - [illegible] بھی سمجھتا ہون۔

مجاہد - مین ایک شخص کا نام بتاتا ہون۔ آپ اُنسے ملیے یا اُنکو بلا بھیجیے۔ دیکھیے تو سہی کتنے زبردست عالم ہین۔ اور کیسی باتین بتاتے ہین۔

نصیر - نام کیا ہے؟

مجاہد - آرہ کے مولوی صاحب بہت مشہور آدمی ہین۔ مولانا محمد ابراہیم آپ انکو جانتے نہین۔ اُنکی ذات سے ایک بہت بڑا مدرسہ جاری ہے۔ اُسمین دینیات کی تعلیم دیجاتی ہے۔ وہ مفسر ہین۔ محدث ہین۔ واعظ ہین۔ بڑے محقق اور بڑے پکے دیندار۔ آپ اُنسے ملیے تو جی خوش ہو جائے۔

نصیر - اجی ابو محمد ابراہیم کو تو مین جانتا ہون۔ وہی نا جو وہابی مشہور ہین۔ انکو تو کوئی اچھا نہین کہتا۔

مجاہد - پیغمبر خدا کو کفار کب اچھا کہتے تھے۔ اگر آپ کسی بزرگ کی وقعت کو عوام کے قول سے جانچین گے تو بڑی غلطی مین رہین گے۔ آپ یہ نہ دیکھیے کہ مولوی ابراہیم کو لوگ بُرا کہتے ہین آپ یہ دیکھیے کہ مولوی ابراہیم کو بُرا کہنے والے کیسے ہین۔ آپ ہی کے محلہ مین شاہ صاحب آئے تھے۔ تمام شہر اُنکی طرف گرویدہ تھا۔ لیکن آپ نے دیکھا کہ اُنکا کیا حشر ہوا۔ شاہ صاحب پر اعتقاد رکھنے کا مادہ جنمین ہے وہ ہرگز مولوی صاحب کی طرف رُخ نہ کرین گے اور مولوی صاحب پر ایمان لانے والے ایسے فقیرون پر نظر نہ ڈالین گے مین نے قرب کی وجہ سے مولوی ابراہیم کا نام لیا۔ آپ محسن الملک مولانا شاہ امانت اللہ غازیپوری کو بلوائیے دنیا مین ایک سے ایک بڑھکر عالم اور صوفی موجود ہین۔ طالب سچا چاہیے۔

نصیر۔ تو پھر مولوی ابراہیم کو وہابی کیوں کہتے ہیں؟۔

مجاہد۔ آپ وہابی اور بدعتی کے جھگڑے میں نہ پڑیے انسان تو ہر وقت انسان ہی ہیں آپ جب لڑتے ہیں تو گالیاں بکتے ہیں۔ علما کی لڑائی یہ ہی کہ ایک دوسرے کو وہابی اور بدعتی کا خطاب دیتا ہی۔ کوئی قرآن اور حدیث سنائے تو آپ سنیے۔ خدا اور رسولؐ کے کلام پر عمل کیجیے کہنے والے سے آپ کو کیا مطلب ہی کہ وہ کیسا ہی۔ آپ کو قرآن و حدیث کا غلط ترجمہ کوئی عالم نہ سنائیگا اطمینان کر لیجیے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مشہور ہی۔ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم۔ ترجمہ۔ سب سے اچھا زمانہ میرے ہمعصروں کا ہی۔ پھر اُنکا جو میرے ہمعصروں سے ملے۔ پھر اُنکا جو اِن ملنے والوں سے ملے۔ خلفاے اربعہ تک دین و دنیا کا ایک پیشوا ہوتا تھا۔ اسکے بعد تفرقہ پڑا اور ایک صدی کے اندر علما فقہا محدثین کا گروہ الگ ہو گیا اور بادشاہ دار الکین دولت کی جماعت الگ ہو گئی۔ وہ زمانہ بھی غنیمت تھا کہ عوام کے ڈر سے سلاطین علما کا ادب کرتے تھے اور کچھ اپنے نور ایمان کے سبب سے بھی ایکین مذہبی تہذیب زمانہ ما بعد کے اعتبار سے غیر منقسم تھی۔ جب اسلام میں ضعف آیا تو سلاطین وقت علما کی طرف سے بیخوف ہوئے۔ اور اب خود علما کو یہ فکر ہوئی کہ وہ شرعی امور میں بادشاہ کے لیے سہولتیں بہم پہنچا کر بادشاہ کے دربار میں سرافرازی حاصل کریں۔ سچے علما پھر بھی اپنی حالت پر قایم رہے۔ لیکن انھیں میں بدنام کنندہ نکونامے چند بھی تھے۔ ضعف ایمان تمام پھیل رہا تھا۔ جھوٹے پیشوا اصلی پیشوا سے زیادہ موقر سمجھے گئے۔ جھوٹے پیشواؤں کی ہدایت میں سہولتیں زیادہ اور علمی معلومات کی ضرورت کچھ بھی نہ تھی اسلیے یہ تعداد میں بھی زیادہ ہوئے۔ اسلام قیامت تک قایم رہیگا۔ اور وقتاً فوقتاً علماے اُمتی کا نبیاے بنی اسرائیل کے سچے مصداق ریفارمر بھی پیدا ہوتے رہیں گے۔ جس طرح علماے بنی اسرائیل کے مخالفین ہوتے تھے ویسے ہی سچے مصلحوں کے خلاف بھی عوام نے کمر باندھی۔ آپ نے پوچھا تو کچھ لفظ وہابی کی تحقیقات بھی سن لیجیے گو اسکے جاننے میں دین و دنیا کا کوئی نفع نہیں۔ اکبر کے وقت میں جو حالت اسلام کی تھی وہ ایسی کھلی کھلی ہی کہ اُسکے تذکرے کی ضرورت نہیں ہی۔ لیکن پھر بھی وہ حالت غنیمت تھی۔ اُسوقت بہت سے مسلمان ایسے تھے جو اکبری دربار کا پورا طرز

مقابلہ کر سکتے تھے۔ جہانگیر اور شاہجہان کی حالت بین بین تھی۔ عالمگیر خود اپنی ذات سے سخت تھا اور اُسکے وقت مین بھی پکے مسلمان تھے۔ لیکن عام مسلمانون مین زہریلا اثر پھیل رہا تھا۔ ہندوؤن کی صحبت نے مسلمانون کے مذہب کو بھی مذہب ہنود کی طرح شرک فی اللہ اور شرک فی النبوت کا معجون مرکب بنا رکھا تھا۔ اب اسی حالت مین طرہ یہ ہوا کہ رنگینی طبع نے بھی مذہب اسلام مین دخل حاصل کیا۔ محمد شاہ رنگیلے کا زمانہ دہلی مین اور یہان لکھنؤ مین آخری وقت شاہان اودھ کا ایسا گزرا ہی کہ سب پر ظاہر ہی۔ ان بادشاہون کی دلی تمناؤن کے ساتھ مذہبی انقلاب نے بھی ڈراونی صورت پیدا کی۔ مسلمانون کے گھرین وہ وہ باتین ہونے لگین جو عربون ترکون مغلون کے خیال مین بھی نہ تھین کہ ہماری اولاد اس طرح ہمارے نام مٹادے گی۔ اب اس حالت طوفان بے تمیزی مین محبان اسلام نے جو ذرا اسلامی رنگت دکھانی چاہی تو ہر طرف سے لوگ اُن پر دوڑ پڑے۔ عیسائی اچھے۔ یہود اچھے۔ ہنود اچھے۔ زردشت اچھے لیکن وہ نہین اچھے جنکے منھ سے یہ نکلے کہ "بھائیو خدا اور خدا کے رسول کی راہ پر چلو۔ نقلی اور خاندانی رواج کی پیروی چھوڑو۔ خدا کے حکم اور رسول کی سنت کی پیروی کرو" ان سچے مسلمانون کی شان مین لوگون نے طرح طرح کے سوء ظن ظاہر کیے۔ کتنے مسلمان نماز نہین پڑھتے۔ روزہ نہین رکھتے۔ احکام شرع سے نفرت رکھتے ہین۔ شراب پیتے ہین گانا سُنتے ہین۔ مزامیر پر وجد کرتے ہین اور کہتے ہین کہ ہم فنا فی اللہ ہو رہے ہین۔ انسے مصلحان قوم کہتے تھے کہ بھائیو نفس امارہ نہین مانتا تو سب کچھ کرو۔ اور اپنے کو بُرا سمجھو بلکہ بُرا بھی نہ سمجھو۔ ہر ایک کا معاملہ خدا سے جُدا ہی لیکن یہ کیا غضب ہی کہ تمھاری دیکھا دیکھی جاہل مسلمان نمازین قضا کرتے ہین۔ افعال حسنہ کی پیروی چھوڑتے ہین۔ اور اختراعی طریقے پر فنا فی اللہ ہونے کو چلے آتے ہین۔ خود مریض رہو لیکن اپنے مرض کو مرض متعدی کیون بناتے ہو۔ ناصحون کی اس کڑوی نصیحت نے قوم سے اُنکو وہابی خطاب دلوایا۔ جس طرح انبیا سے بنی اسرائیل جادوگر شکار اور دغاباز کہے جاتے تھے۔ اسی طرح اسوقت کے قومی ریفارمر کی شان مین

کہا جاتا ہے۔ کہ یہ بے دین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت سے منع کرتے
ہین۔ کیا اچھی تعبیر ہے۔ یہ عجیب ملّا پکار رہے ہین کہ "بھائیو آنحضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے محبت کرو۔ اُنکے طریقے پر چلو۔ اُنکے افعال و اقوال کی متابعت کرو۔ آنحضرتؐ
نے جو کیا وہ تم بھی کرو اور جس سے منع کیا وہ ہرگز نہ کرو۔ تم ایسا کروگے تو محب رسولؐ سمجھے
جاؤگے۔ اور جب محبت رسولؐ پیدا ہوگی تو راہ خدا بھی ملیگی"۔ جہلا کے نزدیک اغنیا و
صالحین اور مصلحین کا گروہ تو دشمن نبیؐ سمجھا گیا۔ اور آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف
راہ اختیار کرنے والے آنحضرتؐ کے دوست بنے۔ صدقاً اس کہنے سے جن کے
ہر ایک کی عقل نے اسے تسلیم بھی کر لیا۔ تمام عمر جس نے تحصیل علم حدیث مین صرف کی
سیکڑون کو علم حدیث کا عالم بنا دیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے پر قدم بہ قدم چلنے
مین اپنی نجات سمجھا وہ تو محب رسول نہ کہا جائے۔ گمراہ۔ مرتد اور دشمن رسولؐ مشہور ہو۔ اور
محب رسولؐ کون بنے؟ وہ جاہل مطلق جس نے جھوم کر شعر رنگین آنکھ غضب ناک بھری وہ جھوٹ
پڑھا اور آنکھین بند کر لین۔ محض ریا سے۔ سچے دل سے ہو تب بھی خیر ایک رنگ ہی کا
پر کوئی اعتراض نہین۔ مشکل تو یہ ہے کہ اس لباس مین ہزار جھوٹے ہین تو کوئی ولی سمجھے۔
ہان اور سنئیے۔ نجد مین کوئی محمد ابن عبد الوہاب پیدا ہوا تھا اور مدینہ پر اُسنے سعود شاہ نجد
کے ساتھ چڑھائی کی تھی۔ اور بفحواے حدیث نبوی "لا تجصص القبور" قبرون کو پختہ نہ بناؤ
بجز روضۂ اقدس رسول اللہ علیہ التحیۃ والسلام کے۔ تمام قبرون کے گنبد توڑ ڈالے۔ اور
پختہ قبرین مٹا دین۔ اُسکا یہ بیان تھا کہ ایسی تعمیر مستحب تھی تو اصحاب کے وقت مین کیون
نہ ہوئی۔ یہان عبد الوہاب کے عقاید سے بحث کرنا نہین ہے۔ صرف یہ دکھانا ہے کہ ابن عبد الوہاب
کون تھا یا اسکے عقاید کیا تھے۔ اہل سنت وجماعت کے مذہب کا اصول یہ ہے کہ توحید
اور رسالت کے قایل کو بُرا نہ کہو۔ جب یزید کو ملعون کہنے مین اختلاف ہے تو ابن عبد الوہاب تو
احیاے سنت نبوی کا مدعی تھا۔ دعوی اسکا جھوٹا تھا یا سچا۔ خدا کو معلوم ہوگا۔ بہر حال
ہندوستان مین یہ بے ادب مشہور ہوا اور حجاز مین بھی یہی شہرت ہوئی۔ جاہل فریب
باتین بہت جلد اثر پیدا کرتی ہین۔ مصلحان ہند سے عناد رکھنے والے اپنے

واعظون کو عبدالوہاب کے عقاید کی طرف منسوب کرکے وہابی اور نجدی کہنے لگے - حالانکہ مسعود شاہ کی چڑھائی کے بہت پہلے عبدالوہاب مرچکا تھا - اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام کی طرف سے سنت نبوی پر عمل کرنے والون کو بغیر امتیاز و استثنا کے بے ادب لقب دیا گیا - اور خلاف سنت چلنے والے باادب قرار پائے - مسلمانون کی سمجھ اگر ایسی نہ ہوتی تو آج یہ برے دن کیون دیکھنے مین آتے - لیکن ساتھ ہی یہ بھی ماننا چاہیے کہ جا بجا چند جاہد ایسے بھی گذرے جنھون نے اپنا جوش جہالت کے ساتھ ظاہر کیا اور بے ادب بے عزم ماندازفصل سبب فتنہ ہوگئے

فصیح - یہ تم سب کیا سنا گئے جسکا یاد رکھنا کیا سمجھنا بھی میرے لیے مشکل ہے یہ معلوم تم کیا کہتے ہو - میں تو یہ سمجھتا تھا کہ جو شخص اماموں کو نہ مانے اپنی راے سے دینی باتون مین دخل دے اسکو گمراہ کہتے ہیں -

مجاہد - لاحول ولا قوۃ - تم بھی کس غلطی مین تھے اور تم کیا بہت سے مسلمان ایسی غلطی مین ہونگے - جنکو تم گمراہ کہتے ہو قرآن اور حدیث کا عامل ان سے زیادہ کوئی دوسرا نہین ہے - یہ سب سچے مسلمان حلیم نیک مزاج تابع سنت نبوی سراپا خلق محمدی ہوتے ہیں - کسی زمانہ مین گورنمنٹ کو یہ شبہ ہوا کہ یہ لوگ گورنمنٹ کے مخالف ہین - دشمنون نے موقع پاکر گورنمنٹ کے کان بھرنے شروع کیے تھے فوراً یہ اپنی صفائی نہ دے سکے - عرصہ تک یہ مخمصہ قایم رہا - ممکن ہے کہ چند مشتبہ اشخاص بھی اس گروہ مین ہون - خدا پنج انگشت یکسان نکرد - برے بھلے کن مین نہین ہوتے جہلا تو ہر فرقہ مین باعث بدنامی ہوتے ہیں - دیکھا دیکھی بعض جاہل پھلیون تک کا گھوٹنا اور سینہ چاک پیراہن پہنے ہوئے علامہ دہر بنے پھرتے تھے - علم دین سیکھنے کے لیے لکھنے پڑھنے کی کچھ ضرورت نہین ہے - فیض صحبت کافی اور بہت کافی ہے لیکن جنکو فیض صحبت بھی نہ ہوا ہو محض نقال بنکر جنھون نے بے تمیزی اور بے ادبی کا نام اسلام سمجھا ہو وہ ضرور بدگمانیون کے پھیلنے کی وجہ ہوئے - ورنہ آیت قرانی - اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (ترجمہ - خدا رسول اور گورنمنٹ وقت کی اطاعت کرو) پر جتنا عمل اُن مولویون کو تھا جو جاہل حدیث مشہور تھے اغلباً دوسرون کو نہ تھا - غرض جہلا کی طرف خیال

کرنے سے جو بدگمانیان گورنمنٹ کے ذہن مین پیدا ہوئی تھین وہ رفع ہو گئین اور بالآخر گورنمنٹ نے یہ حکم دیا کہ دفاتر سرکاری مین اس گروہ کے لوگ اہل حدیث لکھے جائین - اب جسکو آپ گمراہ کہتے ہین وہ اہل حدیث ہین یعنے سنت نبوی کے جاننے والے اور اسپر عمل کرنے والے - نام ہی سے سمجھ جایئے کہ یہ امت محمدیہ مین سب سے افضل اور برتر ہونے کا دعوی کرین تو کیا بیجا ہی -

نصیر - جبھی یہ کسی کے مقلد نہین ہوتے ہین جو سمجھ مین آتا ہی کرتے ہین -

مجاہد - یہ خدا اور خدا کے رسول کے مقلد ہین اور کس کے مقلد ہون ؟ - تمھارے شاہ صاحب جو مسجد مین تھے اُنکے مقلد ہون جب خوش ہوگے -

نصیر - نہین صاحب امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہون -

مجاہد - اچھا اسے بھی سُن ڈالیے - سب مین ہی کہدونگا تو مولوی صاحب آکر کیا سُنائین گے - سُنیے جب اسلام عرب سے نکل کر دور دور پھیلنے لگا اور معاملات نئی نئی قسم کے پیدا ہوئے تو اُسوقت ضرورت ہوئی کہ قرآن اور حدیث کو ملا کر عوام کی آسانی کے لیے فقہ مدون کی جائے - ہر سمجھدار مسلمان کو رائے لگانے کا حق حاصل تھا - لیکن چند علما زیادہ تر اس قابل سمجھے گئے اور گویا قوم سے وہ تدوین فقہ کے لیے مامور ہوئے اُنھون نے کوشش کی اور بعض مسلمان اُنکے مددگار رہے انھی علما کو مجتہد یا امام کا لقب دیا گیا - اختلاف آرا لوازم انسانی سے ہی - کہین کہین ان ایمہ مین باہم اختلاف ہی لیکن محض جزئیات اور مستحبات مین - کلیات اور واجبات مین بالکل نہین ہی یا بہت کم ہی - ان ایمہ مین امام ابوحنیفہؒ عراق کے فقیہ تھے - عراق سے ہندوستان تک تمام علما کے تلمذ کا سلسلہ زیادہ تر انھین تک پہنچتا ہی اسلیے ہندوستان مین زیادہ انھین کی رائے کا رواج ہی - اور جہانتک مین نے غور کیا ہی نزاعی مسئلون مین امام ابوحنیفہ کی رائے زیادہ تر صحیح معلوم ہوتی ہی اور یہی وجہ ہی کہ اُنکے پیرو بھی زیادہ ہین - لیکن میرا یہ عقیدہ نہین ہی اور نہ خدانخواستہ کسی دانشمند مسلمان کا ہونا چاہیے کہ ان ایمہ کی تقلید جزو ایمان ہی - اور جسکا یہ خیال ہی میرے نزدیک وہ بڑی غلطی مین ہی -

مین نے تو ایک مرتبہ بہت بڑے عالم سے سُنا تھا اور مجھے تعجب ہو کہ وہ کیسے عالم تھے اگر یہی علم ہو تو اس سے جہل کہین اچھا۔ وہ فرماتے تھے کہ بروز حشر چارون امام یعنے امام ابو حنیفہ۔ امام شافعی۔ امام حنبل۔ امام مالک الگ الگ کھڑے ہونگے اور انکے مقلدین اپنے اپنے امامون کے جھنڈے کے تلے ہونگے۔ وہ وقت غیر مقلدون کے لیے نہایت سخت ہوگا جو کسی جھنڈے کے نیچے کھڑے نہ ہوسکین گے۔ مین سُنکر ساکت رہا لیکن اسکا جواب بہت آسان تھا یعنے ان امامون کے پہلے جتنے صحابی گزرے ہین اور خود پیغمبر صاحب یہ ان امامون مین سے کسی کے مقلد نہ تھے۔ جہان وہ کھڑے ہونگے وہان غیر مقلد بھی کھڑے ہوجائین گے۔ اگر محض غیر مقلد ہونے سے پیغمبر خدا کے جھنڈے کے نیچے کھڑا ہونا نصیب ہوجائے تو غیر مقلد ہونے مین کہین زیادہ نفع ہے۔

تقلید شخصی ہی ایک ایسا مسئلہ ہو جو بہت زیادہ غیر مقلدون کا مُبرا ٹھہراتا ہو۔ قرآن مین صاف محکوم ہو۔ فان تنازعتم فی شیء فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم مومنین الخ۔ ترجمہ۔ تم مومن ہو تو تنازع کی حالت مین اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔ یعنی کتاب اللہ اور سنت رسول سے فیصلہ چاہو۔ پھر دوسری جگہ قرآن مین ہو۔ واذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللہ والی الرسول رایت المنافقین یصدون عنک صدودا۔ ترجمہ۔ تو نے منافقون کو دیکھا جب وہ آیات قرآن اور قول رسول کی طرف بلائے جاتے ہین تو تجھ سے کنارہ کر جاتے ہین۔ اِن آیتون سے بظاہر تو یہ پایا جاتا ہو کہ کوئی مسئلہ پوچھنے آئے اور مولوی ہدایہ یا در المختار نکال کر جواب دینے بیٹھے تو وہ گنہگار ہو۔ لیکن ایسا نہین ہو۔ ہدایہ یا در المختار کتاب اللہ اور سنت الرسول کا ماحصل ہو جو آسانی کے واسطے سلسلہ وار لکھدیا گیا ہو۔ ہر شی کا اعتدال اچھا ہوتا ہو۔ نہ تقلید واجب ہو اور نہ باعث معصیت ہو موقع اور ضرورت کو دیکھنا ہو۔ وہ شخص جو احکام قرآن اور حدیث سے واقف نہ ہو اُسکو بوقت ضرورت ترجمہ قرآن نکال کر اُس سے مسئلہ اخذ کرنے سے مفتاح الجنتہ مولفہ مولوی کرامت علی کا دیکھنا کہین بہتر ہو بشرطیکہ اُسکے ذہن مین یہ ہو کہ قرآن کو ہم سمجھ نہین سکتے اور جو ماحصل اسکا مفتاح الجنتہ مین لکھا ہو اُسے ہم آسانی سے سمجھ لین گے۔

غرض جاہلون کو بغیر تقلید کے چارہ نہین ہی۔ اور عالم کو تقلید ضروری نہین ہی لیکن یہ بات تجربہ سے ثابت ہوئی ہی کہ جتنے ایمہ پہلے گزر گئے ہین اُنسے اچھی راے یا کوئی نئی راے زمانہ حال کے مولوی پیدا نہین کرتے۔ تمام مسائل کی چھان بین ہوچکی ہی۔ حال کے علما صرف اتنا کرسکتے ہین کہ ایمہ سالقہ مین جسکا مسئلہ اُنکو زیادہ تر مطابق قرآن وحدیث معلوم ہو اُسپر عمل کرین۔ حنفی مولوی۔ شافعی مذہب کے کسی مسئلہ کو باوجود قرین عقل ہونے کے محض اسلیے نہ مانے کہ اُسکو ابوحنیفہؒ نے نہین مانا تھا تو یہ غلطی ہی۔ خود امام ابوحنیفہ کا یہ دستور تھا کہ معقول طور پر کوئی انکی راے سے اختلاف کرتا تو وہ فوراً اپنی راے سے پلٹ جاتے۔ مین کوئی نئی بات نہین کہتا۔ برابر فتاوی اس طرح ہوا کیے ہین۔ حنفی فقہ ہندوستان مین رائج ہی لیکن بعض بعض مسائل مین امام شافعی وغیرہ ایمہ کی راے کے مطابق بھی فتوی دیے گئے ہین۔ فتاواے قاضی خان اور فتاواے عالمگیری میرے قول کے لیے سند ہی۔ لیکن جہلا اگر عام آزادی حاصل کرین گے تو احتمال اسکا ہی کہ بغیر دلیل وحجت کے اپنی اپنی گھاتون پر خدع نفس سے آسان آسان مسائل یا اپنے مناسب حال خودغرضیون سے بھری ہوئی باتین چُن چُن کر اختیار کرنا شروع کرین گے اور جہان جیسا موقع دیکھین گے اپنے مطلب نکالنے سے غرض رکھین گے اور ممکن ہی کہ دین مین ضعف پیدا ہو اور کیا عجب کہ اسی مصلحت سے علماے متاخرین وجوب تقلید کے قائل ہوئے ہون۔

نصیر۔ بھئی تم نے تو بالکل میری راے ہی بدل دی۔ مین بالکل خلاف تھا۔ لیکن اب جہان تک مین خیال کرتا ہون تمھاری باتون کو سراپا معقول پاتا ہون

مجاہد۔ حضرت اصل امر یہ ہی کہ انسان جب تک کسی امر کو جانتا نہین اُسکے خیالات نہایت متوحش رہتے ہین۔ آپ نے یہ باتین سُنی نہ تھین اسلیے آپ ناواقف تھے۔ اور سُننے کے بعد آپ کیا ذراسی سمجھ والا مسلمان بھی میری راے سے اختلاف نہین کرسکتا۔ خدا اور خدا کے رسول سے کوئی اختلاف کرے تو میری گفتگو سے

بھی اختلاف کرے۔ ابھی کیا مولوی ابراہیم آئیں اسوقت آپ کو معلوم ہوگا کہ اسلام کیا شی ہے۔ اور مولوی ابراہیم کی کیا تخصیص ہے۔ آرہ قریب ہے اسلیے مین نے پہلے انکا نام لیا۔ آپ غازی پور کے مولوی امانت اللہ صاحب کو بلوا لیجیے۔ بڑے مقرر اور خوش بیان واعظ۔ صوفیانہ مذاق کے ساتھ انکو بھی دین اسلام سے بڑی محبت ہے۔ انکی صحبت بھی آپ کو بہت نفع دیگی۔ علماے وقت سے جسکو آپ پسند کرین اُسکی صحبت سے مستفید ہو جیے۔ آخر وقت آگیا ہے۔ ایسے ہی شغلون مین رہیے تو اچھا۔

نصیر۔ اب مین سمجھ گیا۔ علوم دین کے جاننے والے با عمل ہون تو انکی صحبت سے ہم جاہلون کو فائدہ ہے۔ جزئیات مین کچھ اختلاف ہے تو قابل لحاظ نہین ہے۔ جُہلا جزئیات کو اہم ٹھہرا کر دین خراب کرتے ہین۔ اب مین سمجھ گیا۔ میرے نزدیک مولوی ابراہیم اور مولوی امانت اللہ دونون برابر ہین۔

غرض آٹھ دس دن کے اندر مولوی محمد ابراہیم صاحب چھپرے مین تشریف لائے۔ مدرسہ کے چندہ کے لیے یا وعظ و نصیحت کے لیے سال مین دو چار مرتبہ اضلاع گرد و نواح مین انکا گشت ہوجایا کرتا تھا۔ چھپرہ قریب ہی تھا۔ انکو چھپرے آنے مین کوئی تامل نہین ہوا۔ اور نہ مجاہد کو اُنکے راضی کرنے مین کچھ دقت ہوئی۔

ب

مولانا ابو محمد ابراہیم چھپرے مین

مجاہد کے گھر آکر مولوی صاحب ٹھہرے اور ہر روز بعد نماز عصر کے وہ کچھ مسجد مین فرمایا کرتے تھے۔ نصیر برابر مجلس مین بیٹھتا تھا۔ مولوی صاحب مجاہد کی غرض جانتے تھے۔ کار ثواب تھا اسلیے وہ اسکے مؤید ہوئے۔ دو ہفتے تک مولوی صاحب نے اسلام کے عقاید پر مختلف پیرایہ مین اپنا وعظ سنایا۔ اور روز بروز نصیر انکا شیدا ہوتا گیا جب اچھی طرح۔ مولوی صاحب کو یقین ہوگیا کہ مذہب اسلام کی پوری عظمت نصیر کے دل مین

قایم ہو چکی تو ایک روز انھون نے اپنا وعظ امر نزاعی کے متعلق سُنایا۔

وعظ

میرے ہاتھ مین اسوقت **ابوالفضل محمد احسان اللہ العباسی** کا ترجمہ
قرآن مجید ہی۔ یہ ترجمہ ابھی حال مین شایع ہوا ہی۔ آج ہی کی ڈاک مین میرے پاس آیا ہی۔
سورۂ النساء کا دوسرا رکوع مین پڑھتا ہون۔ اور آپ صاحبون کو اسکا ترجمہ سُناتا ہون۔

ع ۲ تمھاری اولاد کے حق مین اللہ بتاتا ہی کہ
مرد کو دو عورتون کے برابر حصہ دیا جائے۔ اور اگر عورتین
ہی ہون (دو یا) دو سے زیادہ تو ترکے کی دو تہائی۔ اور اگر ایک ہی
تو اسکو آدھا میت کے ماں باپ مین سے ہر ایک کو اگر اس (میت) کی
اولاد ہو ترکے کا چھٹواں حصہ اور اولاد نہو اور ماں باپ (دونون) وارث ہون
تو ماں کو ایک ثلث اور (میت) کے بھائی بہنین ہون تو ماں کو ایک سدس
ترکے کی تقسیم ادائے وصیت (اگر میت نے وصیت کی ہو) یا قرض کے
بعد ہی۔ تم نہین جانتے کہ تمھارے باپ اور بیٹون مین سے کون تمکو زیادہ نفع پہنچائیگا
اللہ کی طرف سے حصے مقرر ہین کیونکہ وہ جاننے والا اور حکمت والا ہی۔ اور اگر تمھاری
بیبیاں اولاد نہ چھوڑین تو تمکو نصف ترکہ ملیگا اور اولاد ہو تو
چوتھائی ترکہ کی یہ تقسیم ادائے وصیت (اگر میت نے وصیت کی ہو)

ع ۲ يوصيكم الله فى اولادكم ق
للذكر مثل حظ الانثيين ج
فان كن نساء فوق اثنتين فلهن
ثلثا ما ترك ج وان كانت واحدة
فلها النصف ط ولابويه لكل واحد
منهما السدس مما ترك ان كان له
ولد ج فان لم يكن له ولد وورثه ابوه
فلامه الثلث ج فان كان له اخوة
فلامه السدس من بعد
وصية يوصى بها او دين ط اباؤكم
وابناؤكم لا تدرون ايهم اقرب
لكم نفعا ط فريضة من الله ط ان الله
كان عليما حكيما ○ ولكم نصف
ما ترك ازواجكم ان لم يكن لهن
ولد ج فان كان لهن ولد فلكم
الربع مما تركن من بعد وصية
يوصين بها او دين ط ولهن الربع
مما تركتم ان لم يكن لكم ولد ج

---

[۱] یہ ایک عام قاعدہ وراثت کا ہی کہ جتنا بھائی کو ملیگا اُسکا نصف بہن کو ملیگا [۲] تین عورتون اور ایک عورت کا حصہ تو معلوم ہوا مگر دو کا پتا نہین چلا محصنات مین جو بہنون کا حصہ معین ہی اسپر قیاس کرکے اور نیز دیگر قراین کے لحاظ سے فتوی اسپر ہی کہ دو ہون جب بھی دو تہائی ترکہ پائین گی۔

[۳] یہان باپ کا حصہ نہین بیان کیا گیا اسلیے کہ بقیہ دو ثلث یا جتنا ہوگا وہ تو باپ کا ہی ہی۔

[۴] یعنے میت کے مال سے پہلے تجہیز و تکفین کرکے قرض ادا کرے۔ اسکے بعد وصیت بقدر ایک ثلث مال کے ادا ہوگی۔ ان سب کے بعد ورثا مین ترکہ تقسیم کیا جائیگا۔

یا قرض کے بعد ہی- اور تمھارے ترکہ میں تمھاری بیبیون
کا حصہ اگر تمھاری کوئی اولاد نہ ہو تو ایک چوتھائی ہی- اور اولاد
ہو تو آٹھوان حصہ- ترکہ کی یہ تقسیم ادائے قرض یا تعمیل
وصیت کے بعد ہی- اگر میت نے کچھ وصیت کی ہو- اگر
مرد یا عورت بے اصل و فرع ہو اور اسکا اخیافی بھائی یا بہن ہو
تو ان دونون مین سے ہر ایک کو چھٹا حصہ- اور اگر
زیادہ ہون تو وہ ایک ثلث مین شریک ہین- ترکہ
کی یہ تقسیم بعد ادائے قرض یا تعمیل وصیت کے ہی اگر
میت نے وصیت کی ہو اور ضرر نہ پہنچایا ہو- اللہ کی وصیت ہی-
اللہ دانا اور بردبار ہی- اللہ کی یہ حدین ہین- جو کوئی اللہ اور اللہ کے
رسول کی اطاعت کریگا اللہ اُسے جنت مین داخل کریگا جسکے نیچے
نہرین جاری ہین- اور جہان ہمیشہ رہنا ہوگا- اور یہ بڑی
کامیابی ہی- جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کریگا اور
اللہ کی حدون سے بڑھ جائیگا اُسے اللہ دوزخ مین ڈالیگا
اور اُسپر ذلت کا عذاب ہوگا-

فان كان لكم ولد فلهن الثمن مما
تركتم من بعد وصية توصون بها او
دين ۚ وان كان رجل يورث كللة او
امراة وله اخ او اخت فلكل واحد
منهما السدس ج فان كانوا اكثر
من ذلك فهم شركاء في الثلث من
بعد وصية يوصى بها او دين غير مضار
وصية من الله ۚ والله عليم حليم تلك
حدود الله ۚ ومن يطع الله ورسوله
يدخله جنت تجري من تحتها الانهر
خلدين فيها ۚ وذلك الفوز
العظيم ۝ ومن يعص الله
ورسوله ويتعد حدوده يدخله
نارا خالدا فيها ص وله
عذاب مهين ۝

چند مقامات پر آپ زیادہ غور کیجیے- شروع مین خدا نے مردون کا حصہ عورتون سے دوچند قرار دیا ہی- اب اسپر بھی مرد شکر نہ کرین تو سخت نافرمانی ہی- اولاد کے ہوتے ہوئے والدین کو حصہ دینا بعض جہلائے عرب کو پسند نہ تھا اسلیے ان نافہمون کے لیے وسط رکوع مین خدا کہتا ہی "تم نہین جانتے کہ تمھارے باپ دادے اور اولاد مین سے کون تمکو زیادہ نفع پہنچائیگا"- اسکا منشا یہ ہی کہ خدا تم سے زیادہ سمجھتا ہی- تم لوگ یہ خیال نہ کرو کہ میرا ترکہ یون تقسیم ہوتا تو اچھا ہوتا- اور یہین سے صریح تردید اس خیال کی بھی ہوتی ہی کہ بیٹون کے ہوتے ہوئے پوتون یا بیٹیون مین جائداد کے رہنے سے بقائے نام رہیگا اور مورث کو کچھ نفع پہنچیگا- اسکے بعد ہی خدا کہتا ہی یہ اللہ کی طرف سے حصے مقرر ہین کہ وہ جاننے والا حکمت والا ہی یعنی یہ حصے جو مقرر ہین

خدا کے مقرر کیے ہوئے ہین۔ کوئی اس سے عدول نہ کرے۔ کسی کے دل مین یہ
خیال نہ گزرے کہ یہ حصے مصلحت وقت کے خلاف ہین۔ کوئی ایسا بے ادب خیال
دل مین لائے گا تو خدا کو معلوم ہو جائیگا۔ وہ دلون کی بات جانتا ہی۔ کیا تمکو خدا کے حکیم
ہونے مین شبہ ہی اور تم سمجھتے ہو کہ تم خدا سے اچھا قانون بنا سکتے ہو ہرگز نہین۔ خدا نے اخیر مین کہہ دیا کہ دین
یا وصیت تقسیم ترکہ سے پہلے جب ہی قابل لحاظ ہی کہ اسمین ضرر ہو یعنی جب شخص وارثا کی محرومی کے لیے وصیت
یا دین عاید نہ کیا گیا ہو۔ یہ سب سیدھے طور پر سمجھا کر اور پھر حکم خدا پر چلنے والون کے لیے جنت کی
بشارت دیکر انسان ایسے سرکش مخلوق کے لیے اخیر رکوع مین پھر خدا صاف صاف
کہتا ہی کہ "جو کوئی اللہ اور اللہ کے رسول کی نافرمانی کرے گا اور اللہ کی حدون سے بڑھ جائیگا
اُسے اللہ دوزخ مین ڈالے گا۔ اور اُسپر ذلت کا عذاب ہوگا" اب وہ حضرات جو خدا
کے حکم اور خدا کے وعدون کو محض امر موہوم سمجھتے ہین۔ حقوق غصب کرنے مین نڈر
ہین مرنے کے بعد خوب سمجھ جائین گے کہ خدا کے وعدے کیسے سچے ہین۔ لیکن
افسوس کہ اُسوقت کی سمجھ کچھ کام نہ آئے گی۔

بھائیو! اسلام سے بنی نوع انسانی کی دُنیا اور آخرت سنوارنا مقصود ہی۔ "الدنیا
مزرعۃ الاخرۃ" (دُنیا آخرت کی کھیتی ہی) آخرت درست نہین ہو سکتی جب تک کہ دنیا درست
نہ ہو۔ جب دُنیا مین اس طرح انسان رہے گا کہ آخرت کے لیے پونجی جمع ہو تو باقاعدہ
زندگی بسر کرنے سے اُسے سچی خوشی حاصل ہوگی۔ دُنیا مین اگر کوئی شی قابل قدر ہی
تو وہ سچی خوشی ہی۔ اور یہ خوشی منقولات پر بھی خیال کیا جائے تو تجربہ سے صاف ظاہر
ہوتا ہی کہ دین اسلام پر کاربند ہونے سے حاصل ہوتی ہی۔ لطف اور سچائی کے
ساتھ زندگی بسر کرنے کا قاعدہ جیسا عمدہ اسلام نے مقرر کیا ہی۔ ویسا کسی ملت اور
مذہب مین نہین ہی۔ پیغمبر خدا کی بعثت کے پہلے اہل عرب نہایت بُرے طور پر زندگی بسر
کرتے تھے۔ اسلام نے انکی تمام ناپاک عادتون کی اصلاح کی۔ جس سے بہت جلد عرب کو
یہ فخر حاصل ہوا کہ مسلمانون کے عروج کے وقت سب سے زیادہ مہذب قوم دُنیا کے پردے
پر نہ تھی۔ زمانہ عروج کی قید اسلیے ہی کہ اسوقت کے مسلمان احکام شرع کے اُتنے

پابند نہین ہین جتنا کہ ابتدا سے زمانہ مین تھے - اور جن باتون مین یہ اب خلاف شرع عمل کرتے ہین اُن باتون مین دوسری قومون سے بدرجہا گھٹے ہوئے ہین -

تمام باتون کا تذکرہ ایک وقت مین نہین ہوسکتا - اسوقت صرف عورتون کے حقوق کے متعلق کچھ آپ کو سُنایا جاتا ہی - کفار عرب عورتون کی قدر بہت کم کرتے تھے کسی قسم کے حقوق معین نہ تھے - بعض کمبخت لڑکیون کو مار ڈالتے تھے - خدا سورہ تکویر مین فرماتا ہی - "اذا الموؤدۃ سئلت بای ذنب قتلت" - زندہ درگور لڑکیون سے (قیامت مین) پوچھا جائیگا کہ "تم کس گناہ مین قتل کی گئین تھین" - لڑکیان پیدا ہوتی تھین تو بعض جاہل زندہ دفن کراتے تھے - خدا اس ظلم کو کن لفظون مین ادا کرتا ہی - ہاے - ہاے - بے بس بے زبان لڑکیون پر ظلم - توبہ - توبہ - ہندوستان مین برٹش گورنمنٹ کی عملداری نہ ہوتی تو یہان کے مسلمانون مین بھی لڑکیون کو زندہ درگور کرنا رائج ہوجاتا کیونکہ اسوقت بعضون کے دل لڑکیون کی طرف سے اتنے پھرے ہوئے ہین جتنے کہ جاہل ناسپاس عربون کے - بہت سے مسلمان اپنی لڑکیون کے حقوق آیندہ تلف کرنے مین بے تکلف پائے جاتے ہین - سیکڑون تدبیرین سوچتے رہتے ہین - بالغ لڑکیون کو بھوکون مارنا اور نابالغ لڑکیون کو زندہ درگور کرنا نتیجہ کے اعتبار سے یکسان ہی - اس ناپاک دستور کے مٹانے مین اسلام نے بہت زیادہ کامیابی حاصل کی - عورتون کے حقوق قرآن مین ذکر کیے گئے - عورتون کو ذلیل سمجھنے والے ذلیل کیے گئے - یہانتک کہ مسلمانون سے دوسری قومون نے عورتون کے حقوق کی نگہداشت کا سبق لیا -

تجربے سے دیکھا گیا ہی کہ عورتون کی عزت پر قومی ترقی منحصر ہی - سبب یہ سمجھ مین آتا ہی کہ جب عورتین غلامی کی طرح رہین گی تو اُنکے بچے غلامی کا سبق اپنی مان سے حاصل کرین گے - عالی ہمتی - حمیت - مستعدی اور سیر چشمی مان مین نہین تو بچون مین کہان سے ہوگی - اور پھر وہ بچے کیا زور دکھائین گے - جو اپنی ماؤن کو لونڈیون سے بدرجہا بدتر حالت مین ہمیشہ دیکھتے رہے - ہند کے بعض جاہل مسلمان تمام احکام الہی فراموش کرکے عورتون کے حقوق غصب کرنے مین اپنا فخر جانتے ہین - اور اسی یہ مین

انتہا سے ذہانت سمجھتے ہین - بہتر ہے پڑ ہین اس ذہانت اور اس بیحیائی پر - انگریزون کو دیکھو کہ عورتون کے حقوق کی حفاظت اور عورتون کی عزت اپنا قومی شعار جانتے ہین اب دونون قومون کا مقابلہ کرلو کہ مسلمان غلام ہین اور انگریز آقا - مسلمان محکوم ہین اور انگریز حاکم - مسلمان کتاب اللہ پر ایمان لاکر عورتون کے حقوق غصب کرتے وقت بے تکلف کتاب اللہ سے مخالفت کرتے ہین اور اسی لیے خوار ہین - اور انگریز کتاب اللہ پر ایمان نہین لائے ہین لیکن اس بارے مین اور دوسرے دنیوی معاملات مین انکا عمل کتاب اللہ کے موافق ہے اور اسی لیے فخر زمانہ ہو رہے ہین -

بہت سی باتین آج کل ترقی یافتہ قومون مین کتاب اللہ کے موافق پائی جاتی ہین - اور نگون بخت مسلمانون مین کتاب اللہ کے خلاف دیکھی جاتی ہین - مثلاً کوئی انگریز کسی جگہ آنے کا وعدہ کرے تو ٹھیک وقت پر آئیگا - اور کوئی ہندوستانی کسی دوست سے اپنے آنے کا وعدہ کرے تو کیا عجب کہ نہ آئیگا - اور آئیگا بھی تو یہ یقینی ہے کہ معین وقت پر نہ آئیگا - ضرور کچھ نہ کچھ دیر کریگا - دعوتون مین ۱۲ بجے بلانا ہوتا ہے تو ۸ بجے کا وقت لکھا جاتا ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ ۱۲ بجتے بجتے خواہ مخواہ سب جمع ہو جائینگے - اب بتائیے کہ قرآن شریف مین جو اوفوا بالعہد کہ ” اپنے وعدون کو پورا کرو “ آیا - اسکی پابندی انگریز کرتے ہین کہ مسلمان کرتے ہین - ایک چھوٹی سی مثال مین نے دیدی - ورنہ غور کیا جائے تو ترقی یافتہ قومون کی بہت سی باتین کتاب اللہ کے موافق ہین -

جاہل عربون مین بیٹون کی بڑی قدر تھی - انکی کثرت سے باپ کو قوت پہنچتی تھی - قبیلے کو زور ہوتا تھا - بیٹے باپ کی مدد کرتے تھے - بیٹا اپنے ہوتے ہوئے باپ کا میدان جنگ مین جانا سخت ہتک سمجھتا تھا - باپ پٹ جائے تو بیٹے جب تک اسکا بدلا نہ لے لین اپنے کو غیر موقر جانتے تھے سات سات پشت کے بعد بدلا لیا جاتا تھا - وہ سب خاندانی واقعات یاد رکھتے تھے - مثلاً زید کسی موقع پر بکر کو پاتا تو اس بنیاد پر اس سے لڑنے کو کھڑا ہو جاتا کہ بکر کے دادا کے دادا نے زید کے دادا کے دادا کو مار ڈالا تھا - زید کے خاندان کی ہتک تھی جب تک کہ وہ اپنے جد اعلیٰ کا خون بہا نہ لیتا - خاندان سے بزدلی کا دھبہ مٹ جانے کو وہ بکر کا مار ڈالنا

فرض جانتا۔ بیٹیون کے اِس ظاہری سلوک پر نظر کرکے عرب کے جُہلا لڑکیون کو وبال جان سمجھتے تھے۔ اور یہ نہین سمجھتے تھے کہ عورتین انتظام عالم مین کسقدر ضروری ہین۔ یہان ذکر کرنے کا منشاء صرف یہ ہی کہ عرب مین بیٹون کو بیٹیون پر ترجیح دینے کی جھوٹی سچی وجہ تھی جب بھی اسلام نے یہ ترجیح ناپسند کی۔ ہندوستان مین تو کوئی وجہ بھی نہین ہی۔ مالدارون کے لڑکے ہوش سنبھالتے ہی باپ کی موت کے لیے دعائین کرتے ہین۔ اگر کوئی باپ کو مار ڈالے تو انکے دل مین مار ڈالنے والے کو انعام دینے کی خواہش پیدا ہوتی ہوگی۔ غریب کے لڑکے تو ہل چلانے گھاس چھیلنے مین باپ کو مدد بھی دیتے ہین۔ امرا کے لڑکے تو یہ بھی نہین کرتے۔ باپ کی بیماری مین خدمت کرنا ننگ سمجھتے ہین۔ گھڑے سے پانی اونڈیل کر باپ کو کبھی نہ دین گے اور خدمتین کیا کرین گے۔ لڑکیان بیچاری مرنے جینے کی ساتھی ہر وقت ہاتھ دابنے پاؤن دابنے سر سہلانے پنکھا جھلنے کو طیار پھر اُنکو باپ وبال جان سمجھے تو سخت بے عقلی ہی۔

اسلام کے احسانات کا جب تذکرہ کیا جاتا ہی تو آج کل مہذب قومون مین یہ تسلیم کیا جاتا ہی کہ اسلام نے عورتون کے حقوق کی حفاظت اعلیٰ درجہ پر کی۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ وراثت مین مردون سے نصف عورتون کو صرف اسلیے ملتا ہی کہ عورتون کا درجہ مردون سے نصف ہی اس شبہ کے رفع کرنے کے لیے یہ بیان کرنا مناسب معلوم ہوتا ہی کہ حصے کی کمی بیشی مدارج اور عزت کی کمی و بیشی کے اعتبار سے نہین ہی بلکہ ضرورت کے اعتبار ہی۔ مردون پر بیبیون کا نان ونفقہ واجب ہوتا ہی۔ اور عورتین اپنے نان نفقہ کا بار اپنے شوہرون پر رکھتی ہین اسلیے حصہ کی کمی بیشی مالی ضرورت کے اعتبار سے اُس عدل واعتدال پر مبنی ہی جسکے لیے اسلام خاص شہرت رکھتا ہی۔ ہندوستان کے بعض انوکھے مسلمان ہین کہ عورتون کے حقوق غصب کرگئے اور اُنکے واجب حقوق کے چھین لینے مین اتنے بیباک اور اتنے دلیر ہین کہ کتاب اللہ اور کتاب الرسول کا انھین ذرا بھی خیال نہین۔ بڑے بڑے سمجھدارون کی طمع نے آنکھین بند کردی ہین۔ ع

بدوزد طمع دیدہ ہوشمند

بڑے بڑے گھرانون مین کتنے بے حمیت بھائی ایسے ہین جو بہنون کے حقوق کھانے مین دندان طمع تیز رکھتے ہین اور حق و ناحق کا ذرا بھی خیال نہین کرتے۔ اور پوچھنے پر کہتے ہین کہ بہن حصہ لینا نہین چاہتی۔ بہنون کی شریف النفسی سے ناجائز فائدہ اُٹھاتے ہین اور شرم نہین آتی۔ وہ بیچاری بیکس ہوکر یہ دل رکھتی ہی اور یہ دنیا بھر کے قابل ہوکر مال مغصوبہ کو بہن کی تعریفین کرکے کھاتے ہین۔ بھائیون کے فعل پر کوئی حیرت نہین۔ انسان پیٹ کے لیے چوری کرتا ہی۔ ڈاکہ مارتا ہی۔ دغابازی کرتا ہی۔ جھوٹ بولتا ہی۔ بے حیا بنتا ہی۔ جان مارتا ہی۔ زہر دیتا ہی۔ کیا نہین کرتا۔ لالچ انسان کے ساتھ مخلوق ہی اور وہی سب کراتی ہی۔ تعجب تو اُن باپون پر ہی جو بیٹیون کی حق تلفی کے لیے بیٹون کے شریک ہوجاتے ہین۔ عربون مین جو سلوک بیٹیون کا باپ کے ساتھ تھا وہ اوپر بیان کیا گیا۔ ہندوستان مین نوّے فیصدی بے ادب۔ بے حمیت ناسپاس لڑکون کی تعداد ہی۔ جوان ہونے کے بعد ہی باپ کی زندگی کے دن گننے شروع کرتے ہین ہر وقت یہ خیال کہ مار گنج ٹلے اور ہمین دست برد کا موقع ہو۔ ایسی حالت مین جو محبت باپ کو لڑکون سے ہوگی وہ بھی ظاہر ہی۔ باپ جو کبھی کوشش کرتا ہی کہ لڑکیان محروم رہین یا حصہ شرعی سے کم پائین۔ تو کیون۔ بیٹے اگر سب کچھ پا گئے تو اسکا کیا بھلا ہوگا لیکن اتنی خیریت ہی کہ باپون کی نیت کم بدلتی ہی۔ سمجھ مین نہین آتا کہ مسلمان جو بوجہ کتاب اللہ سے ضد رکھتے ہین وہ مسلمان کس بات کے ہین۔ باپ اگر بیٹون کی خاطر سے لڑکیون کی حق تلفی پر ساعی ہو تو اُسکی کوشش سوا اسکے اور کیا سمجھی جائے کہ وہ کلام اللہ کے انتظام کو پسند نہین کرتا۔ اُسکے نزدیک خدا علیم نہین ہی اور نہ اُسکا کلام حکمت سے بھرا ہی۔ اُسکی خواہش یہ ہی کہ اگر قرآن اسکی پسند کے مطابق ہوتا تو اچھا ہوتا۔ بھائی بہنون کا حق غصب کرنے مین ساعی ہو تو وہ فاسق ہی ڈاکو ہی۔ قاطع الطریق ہی گنہگار ہی لیکن مومن ہی مگر وہ باپ جو اپنی جان نثار لڑکی کو اپنی وراثت سے محض اسلیے محروم کرتا ہی کہ اُسکے نزدیک لڑکیون کو حق دیا جانا خلاف مصلحت اور خلاف دانش ہی اور ضمناً یہ خیال رکھتا ہی کہ احکام قرآنی اس بارے مین ناقص ہین۔ اُس باپ کے حق مین فتوی سنانے کو میرا جی

نہین چاہتا۔ ہر شخص خود سمجھ لے کہ قرآن کو ناقص خدا کو غیر علیم مطلق سمجھنے والے کے ایمان کی کیا نوعیت ہوگی۔ وہ گنہگار ہے۔ کافر ہے۔ مسلمان ہے۔ مرتد ہے۔ کیا ہے۔ جو شخص بے وجہ تمنا کرے کہ اُسکے ترکہ کی تقسیم احکام قرآنی کے خلاف ہو تو اچھا۔ مجکو تو اُسکے ایمان کی طرف سے بڑا کھٹکا ہے۔

مسائل شرعیہ سے الگ ہوکر محض عقل سے سوچیے۔ اور الگ کیون جائیے مسائل شرعیہ تو بالکل عقل کے موافق ہوتے ہین۔ غور کیجیے انسان کو یہ خیال نہین ہوتا کہ مرنے پر اعمال کا حساب دینا ہوگا۔ دلون کے راز میدان حشر مین ظاہر ہون گے۔ مظلوم ظالمون کی فریاد لیکر خدا کے سامنے پُہنچے گا اور وہان "من یعمل مثقال ذرۃ خیراً یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شراً یرہ" ذرا ذراسی نیکی اور بدی کا حساب ہوگا۔ بلکہ وہ اپنی غلط فہمی سے مرنے کے بعد بھی دُنیا کی باتون کی فکر رکھنا چاہتا ہے۔ اُسے فکر ہوتی ہے کہ میرے بعد گھر کی کیا حالت ہوگی۔ اسمین چراغ جلانے والا بھی کوئی ہوگا یا نہین۔ میری جائداد میرے بعد لاوارث ہوکر سرکار مین ضبط ہو جائیگی یا کسی وارث کے قبضہ مین رہے گی۔ خاندان مین رہے گی یا خاندان سے باہر چلی جائیگی۔ یہ خیالات نہایت حیرت افزا ہین۔ مرنے والا اگر بہشت مین ہوگا تو اُسکی نعمتون کے لطف مین مست ہوگا۔ اور دوزخ مین ہوا تو معاذ اللہ اُسکی تکلیف ناگفتہ بہ۔ دونون مین اُسکے دماغ مین اس خیال کی گنجایش نہین ہوسکتی کہ میرے بعد میری جائداد کا کیا انتظام دُنیا مین ہورہا ہے۔

حریص جو مرتے وقت جائداد مٹھی مین بند کرکے قبر مین اپنے ساتھ نہین لیجا سکتے کوشش کرتے ہین کہ کتاب اللہ اور کتاب السنت کے خلاف وصیت کرکے جائداد کے عوض معصیت کا بوجھ اپنے کاندھے پر لیجائین۔ معاذ اللہ کیسی غلط فہمی ہے۔ خیر مان لیجیے کہ اپنی جائداد اپنے ہی خاندان مین رہے۔ یہ خیال خوش کُن ہوا کرتا ہے۔ فطرت انسانی کا مقتضا ہے۔ انسان اپنی اولاد کے لیے سرمایہ چھوڑنے کا بندوبست کرتا ہے وہ چاہتا ہے کہ اُسکے بعد اُسکی اولاد آرام مین رہے۔ لیکن یہ کیا بیہودہ سمجھ ہے کہ اس بارے مین لڑکون کو تو اپنی اولاد سمجھے اور لڑکیون کو غیر کی اولاد سمجھے۔ لڑکیون کو محروم کرکے لڑکون کے

حق مین وصیت کرنے والے اُن لوگون سے بہ مشکل جُدا سمجھے جا سکتے ہین جو اپنی لڑکیان پیدا ہوتے ہی مار ڈالتے تھے۔

ہندؤن کے میل جول سے لڑکون اور لڑکیون مین امتیاز کرنے کا دستور یہان کے مسلمانون مین بھی قایم ہو چلا ہے۔ اسلیے ہندوستان مین لڑکیون کا محروم کرنا کوئی انوکھی بات نہین سمجھی جاتی۔ ورنہ دیگر بلاد اسلام مین اگر کوئی شخص بیوجہ اپنی اولاد کو اپنے ترکہ سے محروم کرے تو قوم بہت برا مانے گی۔ اور ایسا شخص گروہ مین ذلیل سمجھا جائیگا۔ لوگ اُس سے نفرت کرین گے۔ یا محروم الارث اولاد کے ولد الحلال ہونے مین شبہ کرین گے۔ ایک شخص جب اپنی اولاد کو بیوجہ اپنے ترکہ سے محروم کرتا ہے اُس غریب نے کوئی خطا نہین کی اُس سے کوئی بے ادبی نہین ہوئی کسی طرح اُسنے باپ کا دل نہین دُکھایا اور باپ اسکو محروم الارث قرار دیتا ہے تو سواے اسکے اور کیا سمجھا جائیگا کہ وہ غلطی سے زمرہ اولاد مین شمار کیا جاتا تھا۔ باپ کو ٹھیک معلوم تھا کہ وہ اسکا باپ نہین ہے جب تو اپنے ترکہ سے اسکو محروم رکھتا ہے۔

یہ کہنا بھی نامناسب نہین ہے کہ ہندؤن کی حالت سے زیادہ بُری حالت اسبارہ مین مسلمانون کی ہے۔ کیونکہ متمول اور معزز ہنود بیاہ کے وقت لڑکیون کو کبھی کبھی اتنا دیتے ہین کہ وہ اُنکے حصہ کے قریب قریب ہو جاتا ہے۔ مسلمانون مین تو یہ خرابی ہے کہ بیاہ کے وقت شرع پر عمل ہوتا ہے۔ لڑکی کو کچھ دینے کی فکر نہین ہوتی۔ مہر کی تعداد ہی بڑھنے کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ کسی طرح لڑکی گھر سے باہر نکلی تو پھر اُس سے واسطہ نہین ہوتا۔ شوہر مر گیا یا کنارہ کش ہو گیا تو لونڈیون کی طرح لڑکی میکے مین آکر کام کاج کرکے پیٹ پالتی ہے اور اگر کہین شوہر اسکا زندہ رہا اور کفیل رہا تو بھائیون کو باپ کے جیتے جی یہ فکر پیدا ہوتی کہ کوئی بندوبست ایسا ہونا چاہیے کہ لڑکی پدری ترکہ سے کچھ نہ پائے۔ تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ بیٹون کی خاطر سے بے عقل باپ کیا کچھ نہین کرتے۔ دین و ایمان سے بھی نہین ڈرتے۔ اب ایک صورت پیدا ہو چلی ہے کہ مقدمات عدالت مین رجوع ہوتے ہین اور لڑکیون کے حق مین ڈگریان ہوتی جاتی ہین۔ اب دیکھیے ناحق کوش کیا صورت نکالتے

ہین۔ مذہب بدلنے سے بھی تو کام نہ چلے گا۔ عیسائی ہونے سے بھی تو چھٹکارا نہ ہوگا وہان تو عورتون کے حصہ مردون کے برابر ہین۔ ورنہ یہ سلسلہ بھی شروع ہو جاتا۔ ہندؤن کے قانون خود اُنکے لیے بُرے ہون لیکن خیریت ہی کہ وہ دوسرا گروہ اپنے مین شامل نہین کرتے ورنہ کتنے حضرات ایسے پیدا ہو جاتے کہ لڑکیون کو محروم رکھنے کے لیے اپنے کو ہنود مشہور کرتے۔ اور اگر وہ خود ایسا نہ کرتے تو صاحبزادے کب چوکتے لڑکیون کے دعوی کرنے پر کہدیتے کہ مرتے وقت ابا جان ہندو ہو گئے تھے

یہ امر کہ لڑکیان ہیکے سے بہت کچھ پاتی ہین ہنود کی قومی مجالس مین بارہا زیر بحث آچکا ہی۔ معزز کایستھون نے کمیٹیان کرکے چاہا کہ یہ دستور اُٹھا دیا جائے۔ وہ اب اتنا بھی دینا نہین چاہتے جو اب تک بطور رواج کے دیا جاتا ہی۔ قانون اور قاعدہ بنانا مردون کے اختیار مین ہی۔ وہ جتنا چاہین عورتون کو ستالین لیکن معلوم رہے کہ قومی ترقی ہرگز نہ ہوگی جب تک کہ عورتون کے حقوق کی حفاظت نہ کی جائیگی۔ حجت یہ پیش کی جاتی ہی کہ تلک کا روپیہ فضول خرچیون مین مال مفت دل بیرحم ادھا دھند خرچ کیا جاتا ہی۔ یہ حجت صحیح ہی۔ فضول خرچیان ضرور رد کی جائین۔ معاہدہ یہ ہو کہ تلک کا روپیہ خرچ نہ ہو لڑکی کے لیے کوئی سرمایہ مستقل قرار پا جائے۔ لیکن شروع سے دینا ہی بند کردینے کی کوشش بیجا ہی۔ یہ کیا مناسب ہی کہ جو لڑکی لاکھون روپیہ کی جائداد والے باپ کے گھر مین پلے وہ جوان ہونے پر خالی ہاتھ دوسرون کے گھر اس طرح بھیجدی جائے جیسے دودھ سے مکھی نکال کر پھینک دیجاتی ہی۔ میرے نزدیک مصلحان قوم ہنود تلک کی رسم مٹانے کی کوشش کرنے مین لڑکیون کے موجودہ حقوق کو بھی تلف کرتے ہین۔ ہان تلک کے روپیہ کو اسراف سے بچانے کی فکر کرین تو بہت اچھا تلک کیا ہی اسے بھی سُن لو۔ ہندؤن کی اکثر جماعتون مین دستور ہی کہ لڑکے والے پہلے سے زرنقد طے کر لیتے ہین۔ اوسط درجہ والون مین ہزارون روپیہ بیٹے والا لیکر نسبت منظور کرتا ہی۔ اور بڑے بڑے زمیندارون اور تعلقدارون مین تو لاکھون روپیہ اس طور پر بیٹی والے کو دینا پڑتا ہی۔ میرے کہنے کا یہ منشا نہین ہی کہ ہندؤن کا

یہ دستور مسلمانوں کے قانون وراثت سے اچھا ہے۔ بلکہ میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اپنی شرع کا پاک دستور چھوڑ کر رسم ہنود کی پابندی میں مسلمانوں نے کوشش کی تو لڑکیوں کی حق تلفی میں وہ ہنود سے بھی سبقت لیگئے۔ بعض مسلمان لڑکیاں ایسی ہیں کہ نہ وہ مالک اور جہیز کی مد میں کچھ پاتی ہیں نہ باپ کے ترکہ سے کچھ انکو ملتا ہے۔ بیاہ کے وقت باپ نے شرع کی پابندی کی۔ اور جب جائداد میں حصہ دینے کا وقت آیا تو ہنود کی تقلید کی۔

وراثت کے متعلق کچھ مسائل شرعیہ بھی آپ صاحبوں سے بیان کیے جاتے ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ وصیت کرنا چاہے کہ اُسکا کوئی وارث ترکہ شرعی سے محروم رہے یا حصہ شرعی سے کم و بیش پائے تو ایسی وصیت کالعدم ہے۔ ورثاء کے حق میں وصیت جائز ہی نہیں ہے۔ کوئی وصیت کریگا بھی تو ورثا مطابق شرع کے اپنا حق پائیں گے۔ وصیت نامہ کا کچھ لحاظ نہ ہوگا۔ اور اگر کوئی جیتے جی ایک اولاد کو زیادہ اور دوسری اولاد کو کم دے اور اس کمی بیشی کی کوئی وجہ معقول نہ ہو تو دینے والا ضرور شرعاً سخت گنہگار ہوگا قاضی ایسے ہبہ کے جواز یا عدم جواز کی نسبت کیا حکم دیگا؟ علما میں یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہبہ میں واہب کا علیحدہ ہوجانا اور موہوب لہ کا قابض ہوجانا لازم ہوتا ہے۔ اور ایسا نہ ہو تو ہبہ کالعدم ہوجاتا ہے۔ ہندوستان کی بود و باش پر لحاظ کرکے یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہاں بیٹوں کے حق میں ہبہ عموماً کالعدم سمجھا جائیگا۔ میں نے آج تک نہیں دیکھا کہ باپ نے ہبہ کرکے خود کنارہ کشی کرلی ہو اور بیٹے کو تنہا قابض چھوڑ دیا ہو۔ صورت قبضہ جیسی ہبہ کے قبل تھی ویسی ہی بعد ہبہ کے بھی ہے تو واہب کا علیحدہ ہوجانا اور موہوب لہ کا قابض ہونا کیونکر مقصود ہوگا۔

بعضوں کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ جائداد ہمیشہ خاندان میں قائم رہے۔ خاندان کی لڑکیاں ترکہ نہ پائیں اور اہل ذکور ہی کو جائداد ملے۔ ایسے خیال والے بے انتہا سادہ لوح ہوتے ہیں۔ میں نے ابھی بیان کیا کہ ایسا خیال خلاف شرع ہے۔ اور اب یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ایسا سوچنا خلاف دانش بھی ہے۔ تیمور صاحبقران جسکا قبضہ چین سے مصر تک تھا اور

بحر اسود سے بنگال تک تھا۔ آج اُسکی اولاد کے قبضہ مین ایک چپہ بھر بھی زمین نہیں ہے پھر کسی کا یہ خیال کہ میری جائداد میرے خاندان مین ہمیشہ قایم رہے گی خدا سے لڑائی نہیں تو کیا ہے۔ تمام بندے خدا کے نزدیک برابر ہین۔ ایک غریب ہوتا ہے اور دوسرا تونگر ہوتا ہے یہ محض انتظام عالم کا مقتضا ہے۔ کوئی یہ چاہے کہ اُسکے خاندان کو خدا ہمیشہ کے لیے تونگر کردے۔ ادبار اُس خاندان مین آنے نہ پائے تو گویا اپنے ساتھ خدا کو بھی بے ایمان بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

بہرحال دُنیا مین ہر طرح کے آدمی ہین۔ بہت سے ایسے ہین جو اپنی جائداد کو اپنی اولاد ذکور پر وقف کر کے سمجھے کہ غرض حاصل ہو گئی لیکن شرع نے انکی غرض پوری نہ ہونے دی۔ جب مقدمہ لڑا تو سب لکھا پڑھا باطل ہو گیا۔ اس قسم کی مثالین سیکڑون ہزارون موجود ہین۔ لیکن آنکھین بینا نہین کہ دیکھین اور سبق حاصل کرین۔ کتنے وقف نامے پریوی کونسل تک باطل اور کالعدم قرار پا چکے ہین۔

مین نے کسی اخبار مین پڑھا ہے کہ جب بمقدمہ ابوالفیض محمد اسحاق بنام اسومایا ایسے اوقاف کو پریوی کونسل نے خلاف شرع سمجھ کر نہایت شدومد سے باطل قرار دیا تو ہوس آف کامنس مین کسی صاحب نے فرط ذہانت سے یا ممکن ہے کسی شخص یا لو اسطہ کی خاطر سے سوال کیا "کیا اس سے مسلمانون مین بیدلی نہ پھیلے گی؟" جواب ملا "فیصلہ شرع محمدی کے موافق ہے تو کیا بے دلی پھیلے گی"۔ شرعی احکام کو انگریزی عدالتون سے تقویت پہنچتی ہے اور مسائل شرع کی حیات قایم ہے۔ ورنہ بعض مسلمانون کی خودغرضیان تو ایسی ہین کہ وہ خود اسکو مٹا چھوڑتے۔ افسوس! افسوس!! افسوس!!! شرم! شرم!! شرم!!!

ایک امر اور بھی قابل تذکرہ ہے کہ جن خاندانون مین مورث نے کوئی وصیت نامہ یا وقف نامہ تحریر کیا۔ یا وارثون کے حقوق گھٹا بڑھا کر کوئی انتظام کیا وہان اور بھی آپس کے جھگڑے فساد کو ترقی ہوتی ہے۔ شرکا مین نہ باہم اخوت خاندانی رہتی اور نہ ذرا ہمدردی اور محبت باقی رہتی۔ اگر مورث کی روح کچھ دنیا کے حالات جانتی ہے اور اولاد کی راحت اور تکلیف سے متاثر ہو سکتی ہے جسکے متعلق مین کوئی قطعی رائے نہین

رکھتا تو آج وہ اپنی اولاد کی باہمی مخالفت اور تباہ حالی پر بخت متاسف اور اپنے فعل پر لفرین کرنے والی ہوگی۔ سب سے عمدہ وصیت نامہ قرآن ہی۔ جب مورث نے بجائے قرآن کے دوسرا وصیت نامہ ورثا کے لیے چھوڑا تو ظاہر ہی کہ قرآن سے زیادہ اُسکی عظمت ہو نہیں سکتی۔ اور نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ ورثا کے دلون سے قرآن اور نوشتہ مورث دونون کی عزت جاتی رہتی ہی اور وہ نفس امارہ سے مغلوب ہو کر ایسے ایسے ناکردنی افعال کے مرتکب ہوتے ہین کہ خدایا تیری پناہ۔

ان اطراف مین سب سے بڑا خاندان جسمین ورثا کے حق مین وصیت کیگئی ہی حاجی کریم بخش مرحوم الہ آبادی کا ہی۔ حاجی صاحب نے اپنی املاک کا ایک ربع کار خیر کے لیے وقف کیا۔ جسکا فیض عرصہ سے جاری ہی اور معلوم نہین کب تک جاری رہیگا۔ ایک تلث تک جو اختیار موصی کو دیا گیا ہی اسکے اندر ہی حاجی صاحب کا وقف ہی اور قابل ستایش ہی۔ اولاد اناث کو انھون نے محروم نہین کیا یہ بھی قابل تعریف ہی۔ لیکن آیندہ انتظام کی ہدایتین کرنے کا یہ نتیجہ دیکھنے مین آتا ہی کہ حاجی صاحب کی غرض بالکل پوری نہین ہوئی۔ انھون نے چاہا کہ اُنکی اولاد آسایش سے بسر کرے لیکن مولوی غضنفر حسین کے مرنے کے بعد آج تک جسکو بیس ۲۰ برس ہوئے اُنکے ورثا کو کوئی گھڑی اطمینان کی نصیب نہین ہوئی۔ مقدمہ بازی کا سلسلہ بند نہین۔ ایک نہ ایک مقدمہ دائر ہی رہتا ہی اور ہر مقدمہ مین کوئی نہ کوئی حصہ وقف نامے کا صریحاً یا ضمناً زیر بحث رہتا ہی۔ یہ تو طی پا گیا کہ وقف نامے کی قیدین یا شرطین واجب التعمیل نہین ہین لیکن پھر بھی لڑائی کے پہلو نکلتے ہی چلے آتے ہین۔ حاجی صاحب نے اپنے ورثا کی آسایش کا انتظام کیا تھا لیکن مقدمہ لڑنا اگر باعث تکلیف ہی تو کہا جا سکتا ہی کہ اُنکے ورثا کو بجائے آسایش کے تکلیف پہنچی۔

وہین قریب ہی ایک بہت بڑے رئیس مولوی قاسم علی تھے اور اُنھون نے بھی اپنی جائداد کا انتظام وقف نامے کی صورت مین کیا تھا۔ یون تو جائداد خود ہی ورثا کے لڑانے کا سبب ہوتی ہی اور اسی لیے بعض سمجھدار بجائے دولت مال کے

دولت علم وفضل سے ورثا کو مالامال کرنے کی فکر رکھتے ہین۔لیکن مین کہہ سکتا ہون کہ
کہ وقف نامہ نہ ہوتا تو اُنکے ورثا مین اسقدر جلد لڑائی کی ابتدا نہ ہوتی جتنی کہ وقف نامہ
کے وجود سے ہوئی۔

فتحگڈھ کے ایک نامی رئیس منشی محمد اکرم مرحوم نے بھی اپنی خاندانی جائداد کا انتظام
کیا تھا۔انھون نے کسی کارخیر کے لیے وقف کرنے کا اظہار تو نہین کیا۔لیکن تین بھائیون
نے اقرارنامہ کے طور پر یکے بعد دیگرے مہتمم ہونا اور حصہ دارون مین منافع کا تقسیم کرنا منظور
کیا۔اور بھائیون کی تو اولاد اناث نہ تھی لیکن منشی صاحب کی لڑکیان تھین۔اس
انتظام مین ان لڑکیون کے حقوق قایم نہین کیے گئے۔یہ لڑکیان گھر ہی مین بیاہی
تھین۔اغلب ہی کہ انھون نے خود حصہ لینے سے انکار کیا ہو۔منشی صاحب کی نیک نامی
اور فیاضی اسدرجہ شہرت رکھتی ہی کہ تمام حالات جانے بغیر ایسے دیندار متقی اور فخر روزگار
مسلمان پر نکتہ چینی کرنے کی جرأت مجکو نہین ہی۔لیکن مین اسقدر کہنے سے باز بھی
نہین رہ سکتا کہ منشی صاحب اور اُنکے دوسرے بھائی کے مرنے پر جب تیسرے
بھائی مولوی محمد حسن کی باری آئی تو اُنھون نے نہایت دانشمندانہ حرکت یہ کی کہ اقرارنامہ
کے شرایط سے الگ ہوکر زحمت اہتمام سے خود کو بری کیا۔دوسرے حصہ دارون کو پوری
آزادی دی۔شرایط اقرارنامہ سے علیحدگی اختیار کی۔مولوی محمد حسن اگر اس بلند خیالی
پر کاربند ہوتے تو شرکا کے دلون مین خلش پیدا ہوتی اور خاندان مین نااتفاقی پھیلتی
تجربہ بتاتا ہی کہ ایسا ضرور ہوتا۔

بااثر اشخاص کے فعل مین ایک خاصّہ یہ بھی ہی کہ دوسرے اسکی تقلید کرتے ہین
اسی لیے حکم ہی کہ بااثر لوگ اپنے افعال مین زیادہ احتیاط مدنظر رکھین کیونکہ انکے ہر اچھے
بُرے فعل کے مقلد آسانی سے پیدا ہو جاتے ہین۔قریب ہی ایک گاؤن مین شیخ
کرامت حسین رہتے تھے انکا بھی جی چاہا کہ اپنی جائداد کا کوئی بندوبست کرین چند اشخاص
کا محروم کرنا مرکوز خاطر تھا۔اور بعض لڑکے بدچلن تھے اُنکے اختیارات کا محدود کرنا تھا۔بدچلن
تو تکلیف مین رہتے ہی ہی۔انکی تحریر نے نیک چلن بھائیون کو بھی زحمت مین ڈالا۔انسان

مین قوت ملکوتی تو ہوتی نہین - جب وہ کوئی اختیار پاتا ہی تو خواہ مخواہ اُسکے نفاذ کی کوشش کرتا ہی - یہ بڑی غلطی ہی کہ کسی کو خواہ مخواہ اختیارات وسیع دیے جائین اور اُس بیچارے کی جان زحمت مین ڈالی جائے - مولوی کرامت حسین کو مرے ہوئے ابھی تین برس نہین ہوئین لیکن اُنکے گھر مین جائیے تو عجب نکبت برستی ہی - اُنکی اولاد مین ایک دوسرے کا بدخواہ تو تھا ہی - صورت مکان سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ ایک دیوار بھی دوسری دیوار کی دشمن ہی - بدچلن تو بدچلن تھے ہی - وہ جو باپ کے وقت مین نیک چلن تھے انھون نے سب سے زیادہ آگے قدم بڑھائے - باپ کی تحریر اُنکے مدہ ہوئی تو پھر وہ کب چوکنے لگے - انسان ہر حالت مین انسان ہی - صفات ملکوتی کہان سے لائے - یہ اُن مورثون کا ذکر ہی جو نیک نیت تھے - نیک نیتی سے اپنی جائداد کا انتظام کرنا چاہا تھا اور اپنے پندار مین بڑا مضبوط کام کر گئے تھے - مین اُن نامون کے ذکر سے اپنی زبان خراب کرنا نہین چاہتا جنھون نے قرآن اور احکام قرآن کو غلط سمجھکر اپنے خاندان کی بے زبان مومنات کو یعنے خود اپنی لڑکیون اور بہنون کو اپنے ترکہ شرعی سے محروم کرکے یادوسرے لفظون مین اپنے خاندان کی بے زبان پردہ نشین بھولی بھالی نادان عورتون کے حقوق غصب اور تلف کرکے تحریرین لکین یا اپنے پیٹ پالے - آج اس خاندان کی حالت سمجھدارون کے نزدیک عبرت زمانہ ہورہی ہی - اور انکی قبرین رہگذرون سے مخاطب ہوکر زبان حال سے کہتی ہین ع

من نہ کردم شما حذر بکنید

آدمی کا پہچاننا بڑا مشکل ہی - بڑے بڑے متقیون کو دیکھا کہ انکی تمام باتین ریا سے مملو پائی گئین - انسان کسکا مقلد بنے اور کس سے دور بھاگے - میرے نزدیک وضع کسی کی نہ دیکھے - کسی کی گفتگو پر خیال نہ کرے - صرف اعمال پر نظر کرے - جسکے اعمال سنت نبوی کے موافق ہون اُسکا پیرو ہو - اور جسکے اعمال سنت نبوی کے خلاف ہون اُس سے دور بھاگے - آپ صاحبون کو اگر ایسے شخص سے ملنا ہو جسکا باطن ظاہر سے اچھا ہو تو مظفرپور جائیے - اب تو ریل جاری ہوگئی ہی - کوئی پانچ چھ گھنٹے کی

رہے ۔ وہان کے ایک معزز تعلقدار شیخ فدا حسین قریشی سیالکوٹی ثم مظفرپوری رحمہ اللہ تعالی
سے ملیے ۔ انکی وضع سپاہیانہ ڈاڑھی چڑھی ہوئی ظاہری حالت یہ ہے ۔ لیکن دل انکا
سبحان اللہ اگلے مسلمانون کا سا ۔ صاف پاک ۔ مزاج مین تواضع وانکسار بدرجہ
غائت ۔ پابند صوم و صلوۃ ۔ راست باز ۔ راست گفتار ۔ مہمان نواز ۔ سیر چشم ۔ بہادر
باحیا ۔ بامروت ۔ تمام اوصاف انھین بزرگان دین کے سے ہین ۔ لیکن بادی النظر اسکا
امتیاز نہین ہوتا ۔ تجربہ اور صحبت سے معلوم ہوتا ہے ۔ بہت بڑی زمینداری انکے قبضہ
مین ہے ۔ اور اللہ کے فضل سے صاحب اولاد بھی ہین ۔ بعض ورثاء آئندہ کی خاطر سے
چند احباب نے ۔ احباب کا لفظ بھی مناسب نہین کیونکہ انکے احباب کمینہ خصلت
ہو نہین سکتے ۔ کیسے چند ملنے والون نے انکو حصہ شرعی کے خلاف ورثا مین جائداد کے ہبہ کرنے
یا وصیت کرنے کی صلاح دی ۔ لیکن انھون نے منظور نہین فرمایا ۔ اور کتنے سادے
اور پُراثر طور پر کہا یہ بھی ! مین بندہ گنہگار ہون ۔ اسلیے خدا سے ڈرتا بھی بہت ہون
میری ہمت تو نہین پڑتی کہ اپنی جائداد کو غیر مساوی طور پر تقسیم کر کے خدا کی نافرمانی کرون
یہ کچھ انھین حضرات کو زیبا ہے جو اپنی پرہیزگاری اور اتقا پر اللہ تعالی کو عاشق سمجھتے ہین
اور اس خیال مین ہین کہ کچھ ہی کرین خدا کو بُرا نہ معلوم ہوگا ۔ نعوذ باللہ من شرور انفسنا
جب بہت سی نظیرین پیش ہوئین ۔ تو شیخ صاحب نے فرمایا کہ مین سب جانتا ہون
لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی جانتا ہون کہ جن حضرات کے آپ نام لیتے ہین وہ رسول ؐ
کے پیرو نہ تھے ...... کے پیرو تھے ۔ اسلام کی نظر مین انھون نے بہت ذلیل کام کیا ہے
مجھ مین جب تک عقل ہے ۔ رسوائی دارین مین خرید نہین سکتا ۔ ہان میرے ورثا باہم رضامند
ہو کر کسی خاص طور پر تقسیم جائداد چاہین تو مستحسن ہے اور مین بھی انکی شرکت کو طیار ہون ۔
انسان کیسا خود غلط مخلوق ہے ۔ کس کس طرح وہ جائز اور ناجائز طریقون سے دولت
جمع کرتا ہے اور اپنے نقاست نام کے جھوٹے خیال مین کمینے اور ناپاک ذریعون سے کام
لیتا ہے ۔ لیکن خدا کبھی اُن آدمیون کے نام روشن نہین رکھتا جو بیجا وسیلون اور گندہ
ذریعون سے اپنی نمود چاہتے تھے ۔ خدا مجاہدین فی سبیل اللہ کا نام بلند کرتا ہے ۔

بھائیو! سرافرازی دارین چاہتے ہو تو کار خیر مین کوشش کرو۔ کہ مجاہدین مین تمھارا نام لکھ جائے۔ مجاہدین فی سبیل اللہ مین داخل ہونا ہو تو ذیل۔ مسجد۔ مہمانسرا۔ شفاخانے۔ جیتے جی بناؤ اور خدا کی خواہشون پر چلو۔ صدق دل سے تم ایسا کرو گے تو صدیون تک نام قایم رہے گا۔ کوئی اور عمدہ کام بنی نوع انسانی کی بہبود کا کر جاؤ گے تو قیامت تک لقاے نام ممکن ہی۔ لیکن کوئی یہ چاہے کہ لڑکیون کا حق تلف کرکے اور بیٹون کو جائداد دیکر اپنی نسل کو مستقل دولت۔ پائدار عزت دیجائے تو یہ غیر ممکن ہی۔ عزت اور ذلت خدا کے اختیار مین ہی۔ خدا کی مرضی کی خلاف ورزی کرکے کوئی عزت نہین حاصل کرسکتا۔ تعز من تشاء وتذل من تشاء بیدک الخیر انک علی کل شی قدیر۔ خداوندا تو جسے چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت دے۔ خیر تیرے ہاتھ مین ہی اور تو سب پر قادر ہی۔

مین آپ صاحبون کے سامنے مظفرپور کے ایک خاندان کا ذکر کرتا ہون۔ وصیت ہو تو ایسی اور انتظام ہو تو ایسا۔ کچھ عرصہ ہوا کہ مظفرپور کے ایک نامی رئیس پنشنر سب جج مولوی سیف اللہ خان صاحب نے بہت بڑی جائداد چھوڑکر وفات کی۔ جائداد کچھ تو انکی موروثی تھی اور زیادہ تر انھون نے خود پیدا کی تھی۔ انکی موروثی جائداد کی تاریخ دیکھی جائے تو وہ ان تاریکیون سے خالی نہین ہی جو مسلمان گھرانون مین تیرہ صدی کے آغاز مین چھائی ہوئی تھین۔ یہان پر مین مولوی صاحب کے اُس شرعی انتظام کی تعریف کرتا ہون جو اخیر اخیر انھون نے اپنی جائداد کا کیا۔ مین انکے مال جمع کرنے یا دولت پیدا کرنے کی تعریف نہین کرتا۔ اتنی سب دولت جمع کرکے دوسرون کے واسطے چھوڑ جانا اور اپنی گردن پر خواہ مخواہ بھی روز قیامت مین حساب دینے کا بار لیجانا عاقبت اندیش کا کام نہین ہی۔ حساب کتنا ہی آسان ہو پھر بھی ایک زحمت ہی۔ لیکن مین اُس امر کی ضرور تعریف کرونگا کہ جائداد پیدا کرنے مین اُس شخص نے کمال کیا۔ نہ تو کبھی اپنے روپیہ کا سود لیا۔ حتی کہ معاملہ رہن کو بھی ناجائز سمجھا۔ فریب دہی یا نشام پرئی وغیرہ قسمت آزمائیون پر تو کبھی عمل نہین کیا اور نہ

ناجائز طریقہ سے کہین روپیہ پایا - اس زمانہ مین جائداد بڑھانے کے یہی معمولی ذریعے ہین - ان سب باتون سے مولوی صاحب کو نفرت تھی اور پھر اتنی بڑی ریاست انھون نے پیدا کرلی کہ باید و شاید - اگر جائداد پیدا کرنے کے حالات لکھے جائین تو اُسکے لیے ایک دفتر چاہیے - مختصر یہ کہ جائداد نہایت جائز طریقے سے حاصل کی اور جائداد کا جو انتظام مرتے وقت کیا وہ بھی نہایت ہی قابل قدر کیا - سب سے بڑی بات یہ تھی کہ ایسا منتظم اور جزرس شخص مظفرپور مین اعلیٰ درجہ کا تھی اور سیر چشم سمجھا جاتا تھا - سخاوت اور سیر چشمی کے ساتھ سرمایہ کا جمع ہوجانا کہنے کو تو بہت آسان ہے - لیکن سوچیے تو خاص مولوی صاحب ہی کا حصہ تھا - انھون نے اپنے وصیت نامہ مین تمام پرانے ملازمون کی پنشن مقرر کی - متوسلین ریاست کے وظیفے مقرر کیے - جن غربا کی پرورش وہ جیتے جی کرتے تھے مرنے کے بعد بھی اُنکے نام وصیت نامہ مین درج کردیے - ورثا جو شرعی طور پر محجوب ہوگئے تھے اور اُنسے مولوی صاحب کو اُنس تھا یا خاندان کی بیوائین جو وارث نہ تھین اور اطاعت اور فرمانبرداری سے مولوی صاحب پر اپنے کوئی حق ثابت کر رکھا تھا اور دوسرے تمام اعزہ جنسے اُنکو محبت تھی اور مولوی صاحب اُنکی پرورش کرتے تھے سب کے حصے انھون نے اپنی جائداد مین قایم کیے - غرض کہ جس مصلحت سے ایک ثلث جائداد کی بابت غیر ورثا مین وصیت کرنے کی اجازت شرع نے دی ہے اُس غرض اور مصلحت کو مولوی صاحب مرحوم نہایت ہی اچھی طرح سمجھے اور اس خوبصورتی سے یہ انتظام کیا کہ شاید اُنکا نظیر اس حصہ ملک مین کوئی دوسرا نکلے - باقی دو ثلث جائداد کا بطن بعد بطن وقف کرکے اپنے پوتے کو نسلاً بعد نسل متولی مقرر کیا - اس وقف کی نسبت میرے نزدیک مولوی صاحب چندان ممدوح نہین ہوسکتے لیکن پھر بھی منتظم ہوکر محض اپنے پوتے کے اختیارات محدود کرنے کے لیے انھون نے ایسا کیا تاکہ جائداد تلف نہ ہو - پوتے کی اولاد اناث کو محروم نہین کیا اور نہ خلاف قرآن مجید اپنے خاندان مین وراثت جاری کرنا چاہا - مولوی صاحب نے وقف نامے مین ایک مدرسہ بنانے کی بھی ہدایت کی تھی جسکی تعمیل مولوی صاحب کے

لڑا سے قاضی شمیم الحق ایسے نیک نیت متولی کے ذریعہ سے اس خوبصورتی سے ہوئی کہ کیا کہنا۔ چھوٹے سے خرچ میں آج اُس مدرسے سے وہ فیض عام جاری ہی کہ بڑی بڑی جائداد موقوفہ کے متولیون کو اُس سے سبق حاصل کرنا چاہیے۔ مولوی صاحب کے وقف نامے سے کہین بھی بقائے نام کی خواہش پیدا نہین ہی۔ لیکن نیک نیت کے لیے غیبی تائید ہوتی ہی۔ آج ڈہان مدرسہ سیفیہ اسلام کی وہ شہرت ہی کہ مولوی سیف اللہ کا نام معلوم نہین کب تک دُنیا مین قایم رہیگا۔ اور اس فیض عام سے اُنکی روح کو اگر خدا نے چاہا ثواب عظیم پُہنچتا رہیگا۔

اب میری تقریر ختم ہوا چاہتی ہی۔ اخیر اخیر مین آپکو پھر سُناتا ہون کہ عورتون کا معزز اور موقر سمجھنا قومی ترقی کا زینہ ہی اور خدا کے حُکم کی تعمیل ہی۔ تمھارے اسلاف اسوقت موجود نہین ہین کہ تم آنکھون سے دیکھو کہ تمھاری ماؤن اور دادیون کے ساتھ کیا سلوک ہوتا تھا۔ ہان یورپین حکام تمھارے سامنے ہین تم دیکھتے ہو کہ وہ اپنی ماؤن بہنون بیبیون اور بیٹیون کے ساتھ کیسا برتاو کرتے ہین۔ تم اِن سے سبق حاصل کرو اور جہان تک شرع اجازت دے انکا تتبع کرو۔ تم انگریزون کو عیسائی سمجھکر اتنا بُرا نہ سمجھو کہ انکی اچھی باتون کی تقلید کو بھی پسند نہ کرو۔ "ان الارض یرثہا عبادی الصالحون"۔ خدا قرآن مین کہتا ہی کہ "میرے صالح بندے وارث زمین کے ہوتے ہین"۔ اسلام عیسائیت سے ضرور اچھا۔ لیکن بھائیو بُرا مانو یا بھلا مین تو صاف کہونگا کہ ہم سب نام کے مسلمان بہیت مجموعی کسی طرح انگریزون سے صالح تر نہین ہین اگر ایسا ہوتا تو وارث ارض ہم ہوتے نہ کہ انگریز۔ وہ نفوس پاک جنمین جابجا اسلام کی جھلک باقی ہی اتنے کم ہین کہ محض تبرک ہی تبرک ہین قومی حالت کا اندازہ کرنے مین بسبب قلت کے انکا کچھ شمار نہین۔ غرض انگریزون کی عمدہ باتین جو قرآن اور حدیث کے موافق ہون انکا اختیار کرنا کچھ بھی معیوب نہین ہی بلکہ بعض بعض صورتون مین واجبات سے ہی۔ ہم اچھی باتین جو بھول گئے ہین انکو دوسری قومون مین دیکھ کر یاد کرلین تو کیا بُرا

مرد باید کہ گیرد اندر گوش ــــ ور نوشت است پند بر دیوار

بھائیو! تم یہ نہ سمجھنا کہ مین تمھارے اخلاق بالکل ناپسند کرتا ہون۔ تم سب مین برکت اسلام کی وجہ سے گئی گزری حالت مین بھی وہ وہ خوبیان باقی ہین کہ دوسری قومون نے انکو خواب مین بھی نہین دیکھا۔ لیکن افسوس تو اسپر آتا ہی کہ خوبیون کے ساتھ بعض بعض امورین جہالتین ایسی پیدا ہوگئی ہین کہ سخت حیرت پیدا ہوتی ہو۔ غضب خدا کا کہ ہم قرآن کے حرفون کو دین ایمان سمجھتے ہین اور اُسکے مفہوم کو پسند نہین کرتے ایسی حالت مین آپ لوگون کو مذہبی امور پر مستعد کرنے کو مین جو کچھ کہون مجھے امید ہی کہ وہ میری خاک بینی پر محمول ہوگا۔ اور آپ سب صاحب میری زبان کی لغزشون کی گرفت نہ کرین گے۔

خدایا ہمکو توفیق عطا کر کہ ہم تجھ سے ڈرین۔ زبان ہی سے تیرا نام نہ لین بلکہ دل مین بھی تیرے احکام کی وقعت رکھین۔ تیرے کلام کو پُراز حکمت جان کر اُسپر عمل کرین اور اُس سے محبت رکھین۔ خداوندا قیامت کے دن ہمکو سرخرو کیجیو اور اُن لوگون کے زمرہ مین نہ اُٹھائیو جنکے نام مسلمانون کے سے اور دل منافقون اور مشرکون سے بھی بدتر ہین۔ آمین ثم آمین۔

ب

محفل کا رنگ بدلا

مولوی محمد ابراہیم نے ایک مہینے کے قیام مین تمام شہر کے مسلمانون کی حالتین بدل دین۔ شرک و بدعت سیہ کا بیج مارا گیا۔ اسلام کی حقیقت سب پر روشن ہوئی۔ سبھون نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ مسلمان کے گھر مین جنم پانے سے کوئی مسلمان نہین ہوتا اسلام نام ہی اعتقاد درست رکھنے کا اور اعتقاد کے ساتھ اعمال کو مہذب بنانے کا۔ ایک شخص اگر کچھ قابلیت رکھتا ہو اور نیک نیتی سے کچھ کرنا چاہے تو بہت کچھ کرسکتا ہی۔ جو مسجدین عالمگیر کے بعد سے ویران ہوگئی تھین وہ سب مولوی صاحب کے سبب سے آباد ہوگئین۔ پانچون وقت جماعت سے نمازین ہونے لگین بنہایت

شرعیہ سے وہان کے مسلمانون کو قطعی اجتناب نہین ہوا تو اچھے برے کی تمیز انکو ضرور ہوگئی۔ تمام شہر مین مذہبی رونق تھی۔ ہر جگہ دین کا چرچا تھا۔ دغا بازون اور حیلہ سازون کا استیصال نہین ہوا تھا لیکن پھر بھی مولوی صاحب کی ہوا ایسی بندھی ہوئی تھی کہ انکی جماعت سست اور کمزور ہوگئی تھی۔ سُنت نبوی کے اجرا مین کوئی دم نہ مارتا تھا۔ یہ سب کچھ مجاہد کی فکر سے تھا اور اسی دلدادہ قوم کی کوششون کا نتیجہ تھا۔ اصلاح قوم کی اُسے دل سے لاگ تھی۔ مولوی صاحب ایسے با اثر شخص کو وہ سمجھ کر لایا تھا کہ نصیر کی اصلاح کے ساتھ تمام شہر کے مسلمانون مین تازہ روح پھونکی جائے گی۔ مولوی صاحب کے ساتھ مجاہد کا بھی وقار بڑھا۔ مولوی صاحب تو آئے تھے نصیر کے خیالات بدلنے کو لیکن اُسکے ساتھ تمام شہر کی اصلاح ہوگئی۔ اسکو یون سمجھ سکتے ہین کہ اگر کوئی شخص چراغ لا کر کسی شئی کی تلاش مین خانہ تاریک مین داخل ہو تو وہ تمام روشن ہو جاتا ہے۔ مقصود تھا نصیر کے خیالات کا بدلنا لیکن اُسکے ساتھ تمام شہر کے خیالات بدل گئے۔ کوئی شخص ابتدا ہی سے مستعد ہو تو مستعدی اور ہمت مین بڑی برکت اور بڑا زور ہے۔ محمد نصیر کے خیالات مین بے انتہا تبدیلی ہوئی۔ وہ دل کا بہت اچھا تھا۔ علم کی کمی اور صحبت کی بُرائی سے اُسکے اخلاق ناپسندیدہ ہو رہے تھے۔ مولوی صاحب کی صحبت سے متاثر ہونے کی قابلیت اُسمین بہت اچھی تھی۔ مولوی صاحب پر وہ بالکل فریفتہ ہوگیا اور مولوی صاحب جب چلنے لگے تو وہ اُن کو پہنچانے آرہ گیا۔ اور وہان کچھ دلون تک اور مولوی صاحب کے ساتھ رہا۔

کلیم اپنے باپ کی یہ حالت دیکھ کر بہت ہی پریشان ہوا اور سمجھا کہ کامیابی کی راہون مین بہت سی زحمتین پیدا ہوگئین۔ نصیر دو چار ہفتہ تک آرہ مین رہکر واپس آگیا اب کلیم سے اُسکی طبیعت پہلے سے زیادہ غیر مانوس ہوگئی۔ کلیم اس فکر مین ہوا کہ باپ کو کسی طرح رام کرنا چاہیے۔

ایک روز کلیم ملول خاطر بیٹھا ہوا مال کار پر غور کر رہا تھا۔ اسکو یہ فکر تھی کہ میری بات بالا نہ رہی تو بھیتمون مین بڑی سُبکی ہوگی۔ وہ بڑا ہی طماع اور حریص تھا۔ ورنہ دین کی

باتوں مین ہٹ کیسی - اپنی غلطی اُسے ثابت ہوئی تھی توبہ کرنا - خدا اور خدا کے رسول کے راستے پر آجانا - یہ تو کفار عرب کی شان تھی کہ اسلام کو اچھا جانتے تھے اور پھر کفر سے منحرف نہ ہوتے تھے - اور کہتے تھے کہ مجھے اپنی راے سے پھرتے ہوئے شرم آتی ہی کلیم کو مومنون کی پیروی سے کیا غرض تھی - وہ اپنے دل اور اپنی راے کا بادشاہ تھا لیکن بات دوسرے کے اختیار مین تھی - اُسکو فکر اور سوچ کے سوا چارہ ہی کیا تھا - صورت معاملہ پر غور کرنا ہی اُسکے لیے رات اور دن کا مشغلہ تھا -

گیانی مل جو اسکے تمام رازون سے واقف تھا اور کسی قدر اس سے مانوس بھی تھا ایک روز کہنے لگا "میان کلیم مین ایک ترکیب بتاؤن - تیر بہدف - ذرا فرق پڑے تو میری زبان کاٹ ڈالو"

کلیم - تم تو یہین کہا کرتے ہو - کئی مرتبہ مین نے تمکو آزمایا - زبانی جمع خرچ کے سوا تمھارے پاس اور کچھ نہین ہی -

گیانی - اچھا ایک مرتبہ اور آزما دیکھو - مجھ سے کوئی کام نکلے تو رسم ملاقات قایم رکھنا نہین تو دوستون کی فہرست سے میرا نام نکال دینا -

کلیم - اچھا تم میرے معاملہ مین کیا کر سکتے ہو -

گیانی - مین کچھ سنون بھی تم پر کیا مصیبت ہی؟ مرض معلوم ہولے تو دوا دیجاے -

کلیم - بھئی رہنے بھی دو - تمھاری راے کی ضرورت نہین ہی - تمھاری مدد سے میرا کام نہ نکلے گا -

گیانی - کہو تو سہی - مین سُن لونگا تو تمھارا کیا ہرج ہوگا؟ -

کلیم - گویا تم جانتے ہی نہین - وہی ابا جان کا معاملہ - مہینون سے جسکا جھمیلا پڑا ہوا ہی - بارہا مین نے تم سے ذکر کیا - آرہ کے ایک ملّا نے بنا بنایا کھیل بگاڑ دیا - اس قل اعوذیے نے ابا جان کو ایسا بہکایا کہ اب وہ دوسرے کی سنتے ہی نہین اور نہ عمر بھر سنین گے -

گیانی - لاحول ولاقوۃ - بس اتنی ہی بات کے لیے اسقدر جبہ ملول خاطر ہو - تمھارے

باپ ایسے سیدھے نہین ہین کہ دوسرون کا داؤن اُنپر چل جائے۔ تم خاطر جمع رکھو وہ پھر تمھاری طرف رجوع ہونگے۔

کلیم۔ بھئی اُس ملانٹے کا افسون ایسا زبردست ہی کہ میری عقل کچھ کام نہین کرتی ابا جان اسکی صحبت مین مسخ ہو گئے ہین۔

گیانی۔ سُننے سُنانے سے کہین آدمی ایماندار یا بے ایمان ہوتا ہی۔ ہر شخص کی سرشت جُدا ہوتی ہی۔ تمھارے اَبا کی سرشت ایسی نہین ہی کہ ایک ہفتے مین کوئی اُنکا ایمان درست کر دے وہ ایسے زدے نہین ہین کہ آر... کے مولوی صاحب سے درست ہو سکین۔

کلیم۔ کیا اَبا جان کو تم بے ایمان سمجھتے ہو۔؟

گیانی۔ بے ایمان کے کیا سینگ ہوتے ہین۔ وہ بے ایمان نہین تو اور کیا ہین۔ نہ تمھارے ایمان کا ٹھکانا ہی نہ تمھارے باپ کے دھرم کا۔ تم بچاری فہمیدہ کی گردن کاٹنے کی فکر مین ہو اور وہ پیر فرتوت بھی تمھارے شریک ہو رہے ہین اب اُنکی بے ایمانی مین کیا شک ہو سکتا ہی۔ لیکن مجھے کسی کی ایمانداری اور بے ایمانی سے کیا مطلب ہی۔ مین تمھارا دوست ہون اور تمھاری دوستی سے سروکار ہی۔

کلیم۔ تو تم اَبا جان کو گالیان کیون دیتے ہو۔

گیانی۔ مین نے گالی کب دی؟

کلیم۔ صریح "بے ایمان" کہتے ہو اور پھر کہتے ہو "گالی کب دی"!

گیانی۔ بے ایمان کہنا گالی ہی؟

کلیم۔ گالی نہین تو اور کیا ہی۔

گیانی۔ تمھارے ابا جان کے مُنہ پر چیچک کے داغ ہین۔ اگر مین کہون کہ شیخ جی کا چہرہ ناہموار ہی تو کیا یہ کہنا گالی دینے کے برابر سمجھا جائیگا۔؟

کلیم۔ یہ تو ایک واقعہ کا بیان ہی۔ اُنکا چہرہ کھُرّا ہی تو کیا تم خواہ مخواہ میری خاطر سے چکنا کہو گے؟

گیانی - ہان بس اسی طرح سمجھو کہ جب انھین ایمان نہین تو انکو بے ایمان کہنا کیا برا ہی۔

کلیم - تم نے کیا بے ایمانی دیکھی۔

گیانی - اس سے بڑھکر اور کیا بے ایمانی ہوگی کہ اُنھون نے بیچاری فہیمہ کو اپنے ترکہ سے محروم کرنا چاہا - اور تم ایسے ناخلف بیٹے کو سب کا سب دینا چاہا۔

کلیم - مین ناخلف نہ ہوتا تو سب کا سب مجھے دینا درست ہوتا ہی۔

گیانی - جب بھی درست نہ ہوتا - جب تمھارے مذہب مین لڑکیون کا حق مقرر ہو تو اسکو تلف کرنا کیسا - اور اگر یہ خلاف مزاج ہی تو دعوی اسلام سے باز آئیے۔

کلیم - بچہ! - تم بھی تو دو بہنین رکھتے ہو - کچھ انکو کیون نہ دیدیا۔

گیانی - مجھے بہنون کا کیا ذکر ہی - اور پھر ہمارے شاستر مین بہنون کا حق نہین ہی اور ہوتا تو مین خوشی سے دیتا - وہ دونون اپنے گھر بہت خوش اور خرم بسر کرتی ہین - پھر بھی مین اُنکو اتنا دیتا ہون کہ کسی مسلمان کے گھر لڑکیون اور بہنون کو اتنا کم دیا جاتا ہوگا۔

کلیم - یون خوشی کا دینا اور ہی اور حصہ دینا اور شئی ہی۔

گیانی - اجی مجھے کسی ایماندار یا بے ایمان کہنے سے کیا مطلب ہی - مجھکو اسوقت پارسال کا واقعہ یاد آیا جب یہان کے ہندوؤن نے ایک جولاہے کو دو چند قیمت دیکر قربانی کی ایک گائے لی تھی - اور تمھارے باپ دین دین کھکر داڑھی پھٹکارتے ہوئے صاحب مجسٹریٹ کے پاس کہنے جاتے تھے کہ "ہمارے مذہب کی توہین آتی ہی" جولاہا تو دو چند قیمت پاکر باغ باغ تھا - اور یہ داڑھی ہلاتے ہوئے ادھر سے اُدھر بیتاب پھر رہے تھے - تو معلوم ہوتا تھا کہ ان سے بڑھکر مومن کوئی دوسرا نہین ہی - اور آج لڑکی کا حصہ دینے کا وقت آیا تو دین اور ایمان سب بھول گئے - مین ان باتون کو کیا جانتا - وہ تو آرہ کے مولوی صاحب آئے تو مین قصداً انکے وعظون مین شریک ہوتا تھا اور اُسوقت آپ صاحبون کی قلعی کھلی کہ کہان تک آپ صاحبون مین دین اور ایمان ہی - اور یہ معلوم ہوا کہ اسلام کوئی اور ہی شئی ہی جو آپ کے خواب خیال مین بھی نہین ہی

A. P.

اسلام کی نظروں میں ہم اور آپ دونوں برابر ہیں۔ صرف تھوڑا سا فرق ہوگا

کلیم۔ تو کیا تمھارے نزدیک لڑکیوں کو حق دینا مناسب ہے۔

گیانی۔ مناسب ہی نہیں ہے واجب ہے۔ کیوں نہ دینا چاہیے۔ بیٹوں اور بیٹیوں دونوں کے پیدا کرنے میں باپ کا قصور برابر ہے۔ کیوں بیٹوں کو سب کچھ دیا جائے اور بیٹیوں کو کچھ نہ دیا جائے۔

کلیم۔ یہ تو نرالی منطق تم نے شروع کی۔ باپ پیدا کرنے میں قصوروار ہوتا ہے اسکا کیا مطلب ہے۔

گیانی۔ یہ تمھاری سمجھ سے باہر ہے۔

کلیم۔ کہو تو سہی۔ میں سمجھوں تمھاری بلا سے۔ تم تو اپنا مدعا ظاہر کر جاؤ کیا کہتے ہو

گیانی۔ اہنسا یہ گیان کی باتیں تم گوشت اور مچھلی کھانے والے کیا سمجھو گے

کلیم۔ بہت بڑھ چکو۔ سیدھی طرح کہنا ہو تو کہو۔

گیانی۔ دنیا جنجال ہے؟ کہو کہ ہاں ہے۔ اس جنجال میں کوئی فکر و تردد سے خالی ہے؟ کہو کہ کوئی نہیں۔ باپ لڑکوں کو پیدا کرنے کا سبب ہوتا ہے؟ کہو کہ ہاں۔ اولاد پیدا نہ ہوتی تو وہ جنجال میں نہ پھنستی؟ کہو ہرگز نہیں۔ باپ نے اپنے تھوڑے سے نفس کے لیے اولاد کو پیدا کر کے وبال میں پھنسایا کہ نہیں؟ بولو۔ تم کیا ہو باپ کی شہوت حیوانی ہی کا تو نتیجہ ہو۔ اگر تمھاری تکلیف کا خیال کر کے شیخ نصیر اپنی خواہش نفسانی الگ رکھتے تو تمکو آج یہ زحمت کیوں ہوتی۔ کہ ادنی جائداد کے لیے بیچین ہو رہے ہو۔ میں بار بار سوچتا ہوں کہ تمھاری بہن کے وجود کے سبب ہونے میں تو تمھارے باپ بڑے مرد تھے اب اُس بیچاری کو حصہ دینے میں کیوں تامل کرتے ہیں؟ جب صبر کا وقت تھا تو صبر نہیں ہوا۔ اور اب اُس بیچاری کو وبال دُنیا میں پھنسا کے الگ ہوئے جاتے ہیں۔ یہ کیا انسانیت ہے۔

کلیم۔ تمھاری تقریر کا پچھلا حصہ تو لائق التفات نہیں ہے لیکن پہلی تقریر کی نسبت میں کہتا ہوں کہ آخر خدا بھی تو بندوں کے پیدا کرنے میں خطاکار ہے۔ کیونکہ وہی اصلی

باعث ہی تمام موجودات کا۔

گیانی۔ ہم نے پہلے ہی کہدیا تھا کہ گیان کی باتیں تمھاری سمجھ میں نہ آئینگی۔

کلیم۔ لالہ جی تم اس قابل ہوئے کہ ہم سب پر پہلسو۔

گیانی۔ تمھارے چلن ہی ایسے ہین تو مین کیا کرون۔

کلیم۔ کیا مسلمان تم سے بھی گئے گزرے ہوئے۔

گیانی۔ بھئی بات بڑھتی جاتی ہی۔ اور مین ڈرتا ہون کہ تم ناخوش نہ ہوجاؤ۔ مسلمان مجھسے ضرور بڑھکر ہین۔ لیکن تم نہین۔ تم تو نہ ہندو ہو اور نہ مسلمان ہو۔

کلیم۔ تم مسلمانون کی برابری کر سکتے ہو۔

گیانی۔ تم بھی عجب بے عقل ہو۔ مین بار بار کہتا ہون کہ مین اسلام کو اچھا سمجھتا ہون۔ لیکن کونسا اسلام؟ وہ نہین جو تمھارے دماغ مین ہی۔ اسلام وہ جو مولوی محمد ابراہیم کی زبان پر تھا۔ اور خدا کو علم ہی کہ اُنکے دل مین بھی ہی یا نہین۔ قیاس تو چاہتا ہی کہ اُنکے دل مین بھی ہی ورنہ تفسیر پر اُنکی تقریر کا اثر نہ ہوتا۔ مولوی صاحب کی وعظ سنکر میرا دل بھی بے اختیار ہو گیا تھا۔

کلیم۔ تم نے ہندوؤن مین کیا بُرائی پائی۔

گیانی۔ تمام باتین خیالی ہین۔ ہندوؤن کی چند باتین مجھے پسند نہ آئین مسلمانون کے مذہبی احکام پسند آئے میری طبیعت پھر گئی۔ اب مین تم کو کن کن احکام کا نشان دون۔

کلیم۔ اچھا ایک تو بتاؤ۔

گیانی۔ بھئی دیر ہوتی ہی۔ اب مین جاؤن گا۔ تمھاری دوستی سے درگزرا۔ مجھے برادری سے بھی تم خارج کرانے کے فکر مین ہوئے۔ لو ایک بات مین کہے دیتا ہون اور کرکے بھی دکھا دونگا۔ مین لاولد ہون اور امید ہی کہ اولاد نہ ہو۔ بی بی کو دق کا عارضہ ہی۔ وہ بچنے کی نہین۔ اور اسکے بعد مین دوسرا بیاہ نہ کرونگا۔ مین پنجابی کھتری ہون یہان کوئی میرا بھائی بند نہین ہی۔ صرف دو تو بڑی بہنین تھین جو دانا پور مین

بیاہی گئین اُن بہنون سے مجھے اتنی الفت ہی کہ شاید تمکو اپنی مان سے بھی اتنی محبت نہ ہوگی۔ اُنکو بھی میرے بغیر چین نہین پڑتا۔ ایک جاتی ہی تو دوسری آتی ہی ایک بہن مین ہمیشہ ساتھ رکھتا ہون۔ میری بی بی کو بھی وہ سب حقیقی بہن کی طرح چاہتی ہین۔ مجکو بھی چند عوارض بعضمن ایسے ہین کہ شاید عرصہ تک زندہ نہ رہون۔ اس محلہ مین ایک گُربھائی میرا رہتا ہی جو نہایت ہی بد وضع اور بدچلن ہی۔ مجکو اُس سے نفرت ہی اُسکی کوئی وجہ بھی نہین ہی۔ ہم دونون نے ایک ہی شخص سے کان پھکوائے تھے اِس باہمی اُنس کو کیا ترقی ہو سکتی ہی۔ موجودہ شاستر کہتا ہی کہ میرے مرنے کے بعد میری تمام جائداد جو لاکھون روپیہ کی ہی گُربھائی کو جو میری قوم کا بھی نہین ہی ملجائے اور میری حقیقی بہنین کچھ بھی نہ پائین۔ ہندوون مین بہنین وارث نہین سمجھی جاتین۔ مجکو اس سے بحث نہین ہی کہ شاستر کا یہ مسئلہ کیسا ہی۔ مین اپنے دل کی بات جانتا ہون کہ اگر مجھ مین ذرا بھی سمجھ ہوگی تو بہنون کو محروم الارث نہ ہونے دونگا۔ مرتے وقت اپنا مذہب بدل کر وہ مذہب اختیار کرونگا جسمین میری بہنین میرا کل ترکہ پاسکین اور وہ فقیر جو میرے مرنے کی ہر وقت دعا کیا کرتا ہی کچھ نہ پائے۔

کلیم۔ بھئی یہ مسئلہ تو ہندوون کا بہت بُرا ہی کہ بہنین زمرۂ ورثا مین نہین ہین۔

گیانی۔ تم تو ہندوون سے بھی بدتر ہو کہ قرآن مین لڑکیون کا حصہ موجود ہی اور باپ کو ترغیب دیتے ہو کہ وہ لڑکیون کو محروم کر دے۔ اب مین تم سے کھُل کر کہتا ہون کہ مین نے مسلمانون کے قانون کو خوب دیکھا ہی کہین سے اُسمین خامی نہین ہی۔ وراثت۔ نکاح۔ طلاق۔ مہر۔ کن کن باتون کا مین تذکرہ کرون۔ تم تو خیال نہ کرتے ہوگے۔ مین نے بہ نظر خریداری اِن تمام مسئلون کو جانچا اور مین سمجھا کہ کہین سے بھی یہ ادھورا نہین ہی اور ضرور الہام ربّانی کے ذریعہ سے یہ قانون بندون تک پہنچا ہی۔ بندون کا بنایا ہوا ہوتا تو ضرور ناتمام اور ناقص ہوتا۔

کلیم۔ لیکن یہ عام طور پر مشہور ہی کہ مسلمانون کا قانون جہان تک جائداد منقولہ سے متعلق ہی ٹھیک ہی۔ اور غیر منقولہ جائداد کے لیے وہ مناسب وقت نہین ہی اور اُسکی

وجہ یہ ہے کہ عربون کے قبضہ مین غیر منقولہ جائداد ین نہ تھین۔

گیانی۔ ایک مسلمان کے مُنہہ سے یہ باتین مجھے سخت حیرت مین ڈالتی ہین لیکن آپ کے اعتراض کا جواب دینا چاہیے۔ مین تو اس قابل نہین ہون کہ آپ کی تشفی کرسکون۔ ہان مولوی مجاہد کے پاس چلیے۔ شاید آپ کا اطمینان ہوجائے۔

کلیم۔ یہ کہیے آپ مجاہد کے فرستادہ تھے۔ مجکو بھی تعجب تھا کہ آج آپ کو کیا ہو گیا ہے۔

گیانی۔ کیا خوب اب آپ نے دوسرا طرز اختیار کیا۔ نہ چلیے۔ مجھے کوئی ضرورت نہین ہے۔

کلیم۔ چلیے میرا حرج ہی کیا ہے۔ گو وہ خدا واسطے میرا دشمن ہو رہا ہے۔ مگر مجکو چلنے مین کوئی عذر نہین۔ وہ کمبخت میری عداوت سے باز آئے تو میرا کام ہی کیون بگڑے۔

یہ باتین ہو رہی تھین کہ سامنے مجاہد نظر آیا۔ نصیر سے مل کر یہ گھر جا رہا تھا۔ گیانی نے دیکھا اور پکارا۔ مولوی صاحب! مولوی صاحب!! مولوی مجاہد آواز سُنکر ٹھمک گئے اور کلیم کے بلانے پر وہ بھی کمرے مین داخل ہوگئے۔ مولوی مجاہد کے سامنے بحث پیش کیگئی۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ تم دونون کے معلومات اس بارے مین بہت کم ہین۔ بلیا کے ایک گریجویٹ منشی نرسنگ سہاے نام یہان وارد ہین۔ بی۔ اے ال۔ ال بی ہین اس زمانہ مین جو لیاقت چاہیے وہ سب انکین موجود ہے۔ مین نے سُنا ہے کہ وہ مسلمانون کے قانون وراثت پر بہت کچھ اعتراض رکھتے ہین۔ اگر مجھ سے اُنسے کہین مباحثہ ہو جائے پھر تمکو معلوم ہو کہ شرع محمدی کیا شی ہے۔

کلیم۔ یہ کیا بڑی بات ہے۔ آپ پتا بتائین مین ابھی بلائے لیتا ہون۔

مجاہد۔ انکا بلانا مناسب نہین۔ وہ انگریزی خیال کے آدمی ہین۔ آپکی امارت پر ہنسینگے اور اپنی توہین سمجھین گے۔

گیانی۔ ملنا ہے تو ہمین سب نہ چلے چلین ؟

کلیم (کسی قدر تامل سے) اچھا کیا حرج ہے۔ ہمین سب چلے چلین۔

پندرہ منٹ کے بعد سب کے سب دریا کنارے ایک بنگلہ مین جمع ہوئے ہین

وہین باغ مین ایک سادھو کی کوٹی تھی - سادھو جی بھی نوواردون کا تماشہ دیکھنے نرسنگھ صاحب کے پیچھے آکھڑے ہوئے اور گفتگو یون شروع ہوئی -

نرسنگھ - آپ سب صاحبون نے کہان تکلیف کی - مین یہان اسکول مین مدت تک پڑھتا تھا - اور آپ سب سے مین واقف بھی ہون - مجھے تعجب ہے کہ مجھ ایک گمنام شخص کے ملنے کو آپ نے کیون تکلیف گوارا کی -

مجاہد - آپ ذی علم نہین ہین ہم بے علمون کے پاس مالدارون کا آنا کوئی حیرت نہین ہے - کلیم آپ سے ملنے آئے تو کیا استعجاب ہے -

نرسنگھ - مین شیخ کلیم ہی کی تخصیص نہین کرتا - آپ تینون صاحبون کا آنا میرے فخر اور عزت کا باعث ہے -

گیانی - بھائی میرا کیا ذکر ہے - مین کس شمار مین ہون - شیخ کلیم البتہ گھر سے بہت کم نکلتے ہین -

مجاہد - ہم دریوزہ گرون کے ساتھ شیخ جی بھی آج شریک ہوگئے - یہ رسم ظاہری کی باتین دور کیجیے اور پوچھیے کہ یہان کیون آئے -

نرسنگھ - ہان - ہان فرمایئے آپ کہان تشریف لائے -

کلیم - کچھ پوچھنا ہے -

نرسنگھ - شوق سے پوچھیے -

مجاہد - ہندؤن کی وراثت کے متعلق ایک مسئلہ پوچھنا ہے - فرض کیجیے کہ خدانخواستہ آپ لاولد فوت کرین اور سوائے بہن کے اور کوئی رشتہ دار نہ چھوڑین تو آپ کا ترکہ بہن کو پہنچیگا یا یہ سنیاسی جو پیچھے کھڑے ہین انکو ملیگا -

نرسنگھ (باباجی کی طرف اشارہ کرکے) آیئے بیٹھیے آپ کھڑے کیون ہین -

گیانی - حضرت انکے سوال کا جواب دیجیے - اور طرف مخاطب نہ ہوجیے -

نرسنگھ - بہن کو تو ہرگز ترکہ نہ ملیگا کیونکہ بہنین ورثا سے شاستری مین داخل نہین ہین لیکن باباجی کیون پانے لگے - کوئی وارث نہ ہوگا تو گورنمنٹ قابض ہوگی -

مجاہد۔ باباجی اگر جھوٹ بولنا چاہیں تب تو پا سکتے ہیں؟۔

نرسنگھ۔ یہ کیونکر؟۔

مجاہد۔ دو جھوٹے گواہ پیش کردیں اور اُنسے خود کو متوفی کا گوربھائی۔ چیلہ۔ یا گورو کہلا دیں اور عدالت گواہوں کو سچا مان لے۔

نرسنگھ۔ ہاں جھوٹ بولنا چاہیں تو بات ہی دوسری ہے۔

مجاہد۔ لیکن بہن تو جھوٹ بول کر بھی وارث نہیں ہوگی۔

کلیم۔ کیوں؟۔

گیانی۔ وہ عورت سے مرد ہو نہیں سکتی۔ اور عورت ہونا جرم ہے۔

نرسنگھ۔ ہمارے یہاں اصول وراثت کا پنڈ ادینے پر مبنی ہے۔

مجاہد۔ اصول سے بحث نہیں ہے۔ نتیجہ سے بحث ہے۔ عورتوں کی قدر کم تھی اسی اصول سے تمام قاعدے بنے۔ ورنہ عورتیں پنڈ ادیں تو کیا حرج ہے۔ وہ کون کام ہے جو عورتیں نہیں کرسکتیں۔

نرسنگھ۔ غرضیکہ باتیں کچھ نہیں۔ میں نے بھی بارہا سوچا ہے۔ ہندوؤں نے عورتوں کے حقوق کم رکھے ہیں اور اسلیے چند ستم اُنکے قواعد میں ضرور ہیں۔ لیکن ستم سے کوئی قانون خالی بھی ہے؟ سیکڑوں علما کی راے سے انگریزی قانون بنتا ہے۔ لیکن قانون چھپا نہیں کہ ترمیم کا سلسلہ شروع ہوگیا۔

مجاہد۔ جب انسان کوئی کام کرے گا تو وہ ستم سے خالی نہ ہوگا یہی تو میری حجت ہے شرع محمدی قانون ربانی ہے بھلا اسمیں تو کوئی نقص دکھا دیجیے۔

نرسنگھ۔ قانون ربانی ہونے کا کیا ثبوت ہے۔

مجاہد۔ یہی ثبوت ہے کہ اسمیں کوئی نقص نہیں ہے۔

نرسنگھ۔ آپ کے نزدیک کوئی نقص نہ ہوگا لیکن ذی عقل ہمیں سیکڑوں نقص پاتے ہیں۔

مجاہد۔ آپ سے بڑھکر ذی عقل ہیں کہاں سے لاؤں کچھ آپ ہی فرمائیے۔

نرسنگھ۔ بہنوں کے پاس غیر منقولہ جائداد نہ تھی۔

مجاہد

مجاہد۔ کیون نہ تھی؟ گھر تھے۔ باغ تھے۔ درخت تھے۔ جابجا کھیت بھی تھے۔ مکہ کے قریب طائف ترکاریون کے لیے مشہور ہی۔ یمن مین ہر قسم کا غلہ ہوتا ہی۔ یہ حصہ ایسا زرخیز ہی کہ سکندر اعظم یونانی اس مقام کو دارالسلطنت قرار دینے کی حسرت اپنے ساتھ قبر مین لے گیا۔ مدینہ سے کچھ آگے بڑھ کر کشت زار شروع ہوتا ہی۔ عراق عرب مین خاصی طرح غلہ ہوتا ہی۔

نرسنگھ۔ وہان یہ زمیندار یان اور علاقہ داریان نہین ہین جو ہندوستان مین ہین۔

مجاہد۔ ہان رعایا کو غلام سمجھنا۔ ہزار دو ہزار غلام مین ایک آقا زمیندار ہو کر رہے یہ طریقہ عرب مین نہ تھا۔ اور اسی لیے وہ کبھی دوسری قوم کے غلام بھی نہین ہوئے۔

نرسنگھ۔ آپ ایک ایک مقدمات کو قطع کرتے جائین گے تو مین کیا مباحثہ کرون گا مین اپنی تقریر ختم کر لون تو آپ جواب دیجیے۔

مجاہد۔ اچھا یون سہی آپ پہلے کہہ لیجیے۔ آپ غلط مقدمات سے نتیجہ نکالنا چاہتے تھے مین نے متنبہ کرنا مناسب سمجھا تاکہ تقریر مین بے وجہ طوالت نہ ہو۔

نرسنگھ۔ آپ پہلے مجھے کہہ لینے دیجیے۔

مجاہد۔ بہتر۔ فرمائیے۔

نرسنگھ۔ عربون مین زمینداریون کا دستور نہ تھا۔ اسلیے جہان تک جائداد منقولہ سے انکا قانون متعلق ہی درست ہی۔ اور غیر منقولہ جائداد کی نسبت بالکل ناقص ہی۔

مجاہد۔ آپ نے انگلش پروفیسر سے یہ سُنا لیکن اسکا مطلب آپ کی سمجھ مین نہ آیا مجھ سے سمجھ لیجیے۔ انگریزون مین عورتون کے حقوق کی حفاظت بہت زیادہ ہی اور ہندؤن مین بالکل نہین ہی۔ انگریز مسلمانون کے قانون کو بمقابلہ ہندؤن کے بہت زیادہ پسند کرتے ہین مثلاً اسلام عورت مرد مین فرق نہین کرتا یہ انکو پسند ہی۔ لیکن اپنے قانون سے وہ مسلمانون کے قانون کو ضرور برا کہتے ہین اور وہ بھی سب نہین بعض بعض حق پسند اور حق گو ہین اور بعض اس اصول پر عمل کرتے ہین کہ اپنی چیز کو کبھی برا نہ کہو جائداد کیسی ہی ہو اسلام متعدد ورثا پر تقسیم کر دیتا ہی۔ انگریزی مقنن ہندوستانی راج کی طرح

اپنے ملک کی علاقہ داریان صرف بڑے لڑکے کو دیتے ہین اور سمجھتے ہین کہ اسطرح ملک کی طاقت قایم رہتی ہی۔ اور انھین خیالات سے وہ کہتے ہین کہ شرع محمدی جائداد منقولہ کی بابت درست ہی اور غیر منقولہ کی بابت نادرست ہی۔

نرسنگھ۔ تو پھر بُرا کیا کہتے ہین۔ حصہ داریون سے ضرور خاندان بگڑ جاتا ہی اور زور جاتا رہتا ہی۔

مجاہد۔ زور جاتے رہنے کی ایک ہی کہی۔ کیا زور اس طرح قایم رہتا ہی کہ دس لڑکون مین نو بھیک مانگین اور ایک گدی نشین ہو؟ اس طرح تو اور کمزوری آئے گی۔ خیالات مین پستی ہوگی۔ ہمت گھٹے گی۔ انگریزون کا عروج ہی تو انکی بُری باتین بھی اچھی ہوجائین گی۔ مسلمانون کا قانون شرع سے یکسان ہی عبدالملک بن مروان کی حکومت نصف فرانس سے نصف پنجاب تک اور بحر سود سے سین تک پھیلی ہوئی تھی اُسوقت کسی نے نہ کہدیا کہ مسلمان کمزور ہین اور انکا قانون ناقص ہی۔ مسلمان اب دُو تین صدی سے گر گئے ہین اور وہ بھی اسلیے کہ شرع پر اُنکا عملدرآمد نہین ہی تو آپ کہتے ہین کہ انکے قانون سے ملک مین کمزوری پھیلتی ہی۔ آج مسلمان اپنی شرع پر پورا پورا عمل کرین تو کوئی انکی ٹکر کا نہ نکلے یہ جو یورپین قوم کو آپ سرافراز دیکھتے ہین اسکا باعث صرف یہ ہی کہ اسلام کے اکثر اصول پر انکا عمل ہی۔ یہ قرآن کو نہین مانتے لیکن انکا عمل زیادہ تر قرآن کے موافق ہی آپ سمجھین یا نہ سمجھین لیکن اتنا سُن لیجیے کہ خدا کہتا ہی "ان الارض یرثہا عبادی الصالحون" ہمارے صالح بندے دُنیا کے وارث ہوتے ہین۔ انگریز اگر موجودہ قوانین مین صالح نہ ہوتے تو ہرگز ہم پر حکمران نہ ہوتے۔ اسلامی قاعدہ وراثت پر ہندؤن کا عمل تو کیا ہوگا خود مسلمان اسپر کاربند نہین ہین۔ انگریز اکثر جائدادین اصول اسلام کے پابند ہین اور سختی کے ساتھ پابندی کرتے ہین۔ متوفی کے بعد کبھی انکو خیال بھی نہین گزرتا کہ بعض اولاد پائے اور بعض اولاد نہ پائے۔ مسلمانون کی کیفیت یہ کہ منقولہ جائدادین تو کبھی لڑکیان پاتی ہی نہین۔ بھائی کو جھوٹ بولنے مین عار

نہین اور منقولہ چیزون کے تصرف کا ثبوت مشکل - رہی جایداد غیر منقولہ اسکی نسبت ہندؤون کی طرح یہ عذر ہوتا ہی کہ جائدا د غیر خاندان مین چلی جائیگی - بہرحال انگریز جب دیتے ہین تو اولاد ذکور اور اناث کو برابر دیتے ہین اور نہین دیتے تو کسی کو نہین دیتے صرف بڑا لڑکا گدی نشین ہوتا ہی - اسلام کی نظر مین یہ انگریزون کا طریقہ اچھا نہین ہی لیکن بعض کچھ جاہل مسلمانون کے طرز عمل سے جو عورتون کو قطعاً محروم رکھنے مین کچھ بے حیائی نہین سمجھتے وہ کہین بہتر ہی - انگریزون کا طرز عمل جہانتک اسلام سے موافق ہی پسندیدہ ہی اور جہان سے اختلاف شروع ہوا ناپسندیدہ ہی - میرے نزدیک زمینداری نہین زمینداری سے بھی کوئی زیادہ مستقل اور عزیز شی ہو اُسمین بھی متوفی کے تمام اعزہ قریب کو حصہ ملنا چاہیے بے محنت اور بے مشقت ملتا ہی اور اُسپر یہ حجت کہ مین لون اور وہ نہ لے - کیون تم لو اور وہ نہ لے - یہ جائداد تقسیم سے خراب ہو جائیگی" جس کے دل مین یہ خیال گذرے وہی کیون نہ دست بردار ہو جائے - انسان کو اپنی محنت پر بھروسہ کرنا چاہیے متوفی کا مال جو اعزہ مین تقسیم ہوتا ہی یہ ایک انتظام عالم ہی - برابر کے دو عزیزون مین ایک پائے اور دوسرا نہ پائے یہ کیا ؟ اگر کوئی کہے کہ بڑا پہلے مستحق ہو چکا تو ہم کہین گے کہ خاندان کی عورتون کو پہلے ملنا چاہیے کیا کہین بہ نسبت مردون کے تجربہ کم ہی اور اسلیے واجب الرعایت ہین اور جو واجب الرعایت ہین انکی اعانت پہلے ہونی چاہیے - لو کنت مفضلا لفضلت البنات -

نرسنگھ - مولویون سے گفتگو کرنے مین تو یہی خرابی ہی کہ اپنی کہتے ہین اور دوسرون کی نہین سُنتے - آپ نہ معلوم کیا کیا کہہ گئے - گفتگو تو صرف یہ ہی کہ جب عورت دوسری جگہ بیاہ گئی تو جس خاندان مین گئی اُس سے واسطہ ہوا باپ کے خاندان سے کچھ تعلق باقی نہ رہا -

مجاہد - کیا جس نے پیدا کیا اُس سے تعلق نہین رہا ؟ - کیا تعلق زناشوئی فطرتی تعلق سے بڑھکر ہی ؟ بیاہ تو ایک نسبتی اور عارضی شی ہی - شوہر نے بی بی کو چھوڑ دیا پھر کچھ نہین - مسلمانون کی سی آزادی دوسری قومون مین نہین ہی لیکن ایسی صورتین ہر قوم مین پیدا ہوسکتی ہین کہ زن و شو مین افتراق ہو جائے -

نرسنگھ - گو ہمارے یہان طلاق نہین ہو۔ لیکن مین مذہب اسلام کا مسئلہ طلاق ضرور پسند کرتا ہون ۔ جب ایک کو دوسرے سے نفرت ہو تو پھر افتراق نہ ہونا بڑا ہی اندھیر ہو۔

مجاہد - مسئلہ طلاق کو آپ مصلحت آمیز جانتے ہین ۔

نرسنگھ - مصلحت آمیز ہی نہین بلکہ مین یہ جانتا ہون کہ حسن معاشرت کے لیے جس طرح نکاح لازم ہو اسی طرح طلاق کی آزادی بھی ضروری ہو - طلاق کے متعلق شرع محمدی کے بعض احکام بیشک ٹھیک درست ہین ۔

مجاہد - ہان - امتحان وکالت مین شرع محمدی داخل کورس ہو - آپ نے تو پڑھا ہی ہوگا ۔

نرسنگھ - ہان مین نے خوب پڑھا ہی - ہدایہ - سراجیہ - دُرمختار - ان سب کے ترجمے انگریزی مین موجود ہین اور مین نے دیکھے ہین - طلاق کے متعلق میری رائے کچھ کچھ مسلمانون کے موافق ہو - اسکے متعلق عورتون کی آزادی کچھ اور زیادہ ہوتی تو اچھا ہوتا ۔

مجاہد - آپ اپنی راے سے پھر ین گے تو نہین ۔ ؟

نرسنگھ - ہرگز نہین ۔

مجاہد - خوب سمجھ کے کہیے ۔

نرسنگھ - ہان خوب سمجھ لیا ۔

مجاہد - پھر اب کیا مشکل ہو - آپ نے تمام احکام شرع محمدی تسلیم کر لیے - ایک کو دوسرے سے تعلق ہی ایسا ہو کہ جہان آپ نے ایک بات مانی پھر سب ماننا ہی پڑیگی ۔

نرسنگھ - کیونکر ؟ ۔

مجاہد - آپ کہتے ہین کہ لڑکی کو حصہ نہ ملنا چاہیے اسلیے کہ وہ دوسرے خاندان مین چلی جاتی ہو - اگر قاعدہ طلاق روا رکھا جائیگا تو دوسرے خاندان سے لڑکیون کا تعلق مستقل نہ ہوگا - فرض کیجیے کہ کسی عورت کو اُسکے شوہر نے طلاق دی اور پدری جائداد سے اُسکو قانون نے محروم رکھا تو بیچاری کہین کی نہ رہی ۔

نرسنگھ - جب طلاق روا ہوگی تو دوسرا بیاہ بھی جائز ہوگا - وہ دوسرا بیاہ کریگی ۔

مجاہد- دوسرا بیاہ کرنا اسکے اختیار مین کب ہی؟ اور آپ کے موجودہ شاستر تو دوسرے بیاہ کی اجازت ہی نہین دیتی-

نرسنگھ- ہمارے یہان خاندان شترکہ کی برکت بہت غنیمت سمجھی جاتی ہی- حالت اشتراک مین لڑکیان وارث نہین ہوتین لیکن نان ونفقہ پا سکتی ہین بہنین بھی نان ونفقہ پا سکتی ہین-

مجاہد- نان ونفقہ تو لونڈیان بھی پاتی ہین- اور پدری گھر کی کیا تخصیص ہی- عورتین جہان رہین گی کام کرین گی اور کھانے کو پائین گی- اپنے بیگانے نان ونفقہ دیتے ہین اس سے کہین زیادہ آرام لڑکیون کو عزیزون کے گھر ہی- مین کہتا ہون کہ عورتون کو حصہ نہ دینا بڑا ظلم ہی اور آپ جواب مین کہتے ہین کچھ ظلم نہین - انکو صدقہ تو مل سکتا ہی-

نرسنگھ- خاندان شترکہ کا اصول قایم رکھا جائے تو کسی طرح عورتین ترکہ نہین پا سکتین-

مجاہد کیون نہین؟ کیا استحالہ ہی؟ مرد خاندان شترکہ مین تقسیم کرکے حصہ لے سکتے ہین اسی طرح عورتین بھی لیا کرین تو کیا عیب ہی لیکن مین تو خاندان شترکہ کی برکت جسے آپ بہت پسند کرتے ہین سمجھا ہی نہین ہندؤن مین اور انکی دیکھا دیکھی مسلمانون مین جتنے جھگڑے پیدا ہوتے ہین انمین سے نصف اشتراک کی وجہ سے پیدا ہوتے ہین- اتفاق رہا جب بھی ہر ایک کو تکلیف رہی کسی کو آزادی نصیب نہ ہوئی سچی خوشی قریب نہین آئی- زبردست کو کمزور کے مقابلہ مین سیکڑون قسم کی دست درازیون کا موقع رہا- اور جب بے لطفی حد سے بڑھ گئی تو مقدمہ بازیون کے لیے سیکڑون دروازے کھل گئے- یہ سچ ہی کہ یکجائی مین کسی قدر فکر معاش کم ہوتی اور بار خانہ داری پر تقسیم ہوجاتا ہی لیکن اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہی کہ خیالات پست ہوجاتے ہین- ارادون مین ضعف آتا ہی ہمت اور مردانگی سے نفرت پیدا ہوتی ہی- ہندوستانیون کی بداقبالی کے کلان جہان سب کچھ ہین وہان بود وباش کی شرکت بھی ایک چھوٹا یا بڑا سبب خیال کیا جاسکتا ہی؟

نرسنگھ- آپ کے نزدیک ہندو مذہب مین عیب ہی عیب ہی-

مجاہد- ہرگز نہین- مین اس خیال کا آدمی نہین ہون- مین تو یہ عقیدہ رکھتا ہون کہ ہندوؤن کا مذہب بھی کسی کتاب آسمانی سے شروع ہوا ہو- انکے پیشوا بھی پیغمبر خدا ہون- آپ کے بزرگان دین کی عظمت میرے دل مین بھی ہو اور سچی عظمت کا خیال کیجیے تو آپ سے زیادہ ہی- مین خیال کرتا ہون کہ زمانہ کے تصرفات نے جو انقلاب ہندوون مین پیدا کیے پھر انکی اصلاح نہوسکی- کہین دو چار ریفارمر ہوئے بھی تو چند مقلد پیدا ہو کر رہ گئے اس طرح فرقے زیادہ بڑھتے گئے- لیکن خیالات کی پوری اصلاح ایسی نہین ہوئی کہ تمام ہندوستان کے ہندو ایک سچے ریفارمر کے پیرو ہوجاتے- مین آپ کے مذہب کو برا نہین سمجھتا اور نہ برا سمجھ سکتا صرف اتنا کہتا ہون کہ آپ لوگون مین رسوم کی پابندی بہت بڑھ گئی ہو اور بعض باتون مین تصرفات بھی ہوئے ہین- آپ خود بعض بعض باتین ناپسند کرتے ہونگے- آپ کم اور مین زیادہ بس اتنا ہی فرق ہو-

نرسنگھ- آپ کے گیانی مل ناپسند کرتے ہونگے- مین تو ہندو مذہب کی ایک بات بھی ناپسند نہین کرتا-

گیانی- کیون حضرت یہ آپ نے میری طرف کیا اشارہ کیا مین تو کچھ بولا بھی نہین- آپ ہی کہہ رہے ہین کہ مسلمانون مین طلاق اور عقد ثانی کا مسئلہ اچھا ہو-

نرسنگھ- یہ مسلمانون کا خاص مسئلہ نہین ہو- ہندوستان کے زمانہ ترقی مین بھی طلاق اور عقد ثانی کا دستور تھا- زمانہ انحطاط مین یہ سب باتین معیوب سمجھی جاتی ہین-

مجاہد- جب کوئی اور بات بھی آپ کو ناپسند ہوگی تو اسکی تائید بھی آپ کو پرانی کتابون سے مل جائیگی- دین اور دنیا کا ساتھ ہو قومی ترقی کا ذریعہ دنیا مین ایک ہی ہو یعنے کل افراد قوم کا ایک ساتھ عقل سے کام لینا اور اسکو بیکار نہ چھوڑنا- جب ہندوؤن کی ترقی کا زمانہ تھا تو محامد انہین سے تھے اور اسکے بعد وہ محامد انسے منتزع ہوکر ایرانیون اور یونانیون نے پائے- یہودیون اور عیسائیون نے بھی باری باری سے ترقیان کین- جب مسلمانون کا زمانہ آیا تو سب محامد انہین جمع ہوگئے- جب دوبارہ عیسائیون کی رونق کا زمانہ آیا تو

خوبیان انمین پھر آگئین - فرق اتنا ہی کہ مسلمانون کی کتابون مین ابھی سب باتین موجود ہین - ہندوؤن کی کتابین نایاب ہوگئی ہین - کوئی ایسی ہی پرانی کتاب ہو تو اسمین زمانہ عروج کی باتین ملتی ہین - آج کل مہذب قومون مین "خذ ما صفا ودع ما کدر" پر عمل ہی - یورپین قومین عمدہ باتین جہان پاتی ہین اُنکی چھان بین مین معروف ہوجاتی ہین -

نرسنگھ - ہان اسقدر تو مین ضرور تسلیم کرتا ہون کہ دنیا مین خوش اور باقاعدہ رہنےکا ایک ہی راستہ ہی - عروج کے زمانہ مین تمام قومین اصول مین ضرور متفق ہونگی -

مجاہد - بے شک آپ خوب سمجھتے ہین جس طرح قانون فطرت ایک ہی اسی طرح قانون فطرت سے پورا پورا فائدہ حاصل کرنے یعنے درجہ عروج پر پہنچنے کی راہین بھی ضرور ایک ہی ہونگی -

نرسنگھ - مسلمانون کی تو ریث زیر بحث تھی اور آپ نے روے سخن پھر دوسری طرف پھیرا -

مجاہد - مین نے کوئی بازی نہین بدی ہی کہ ہار جیت کا خیال ہو - آپ ذی علم ہین اور مین گو ذی علم نہین ہون لیکن عالمون سے محبت رکھنے والا ضرور ہون - دنیا بھر کی لغویات بکنے سے تو اچھا ہی کہ ایسے ہی تذکرے رہین - آپ کا جی اُکتا گیا ہو تو مین رخصت ہوتا ہون -

نرسنگھ - نہین - فرمائیے - مین سُننے کو طیار ہون -

مجاہد - حضرت - میری سمجھ مین یہ نہین آتا کہ ہندوؤن نے اپنے عروج کے زمانہ مین عورتون کے حقوق سے غفلت کی ہوگی ہو -

نرسنگھ - بھئی امر حق کہنے سے کبھی دریغ نہ کرنا چاہیے -

مجاہد - آپ ایسے ذی علم سے تو یہی امید ہی -

نرسنگھ - مین خود کہتا ہون - آپ جلدی کیون کرتے ہین -

مجاہد - اچھا فرمائیے مین نہین بولنے کا -

نرسنگھ- جہان پُرانی کتابون سے یہ پتا لگتا ہی کہ ہندوؤن کی ترقی کے زمانہ مین بیوہ عورتون کے عقد ثانی کا دستور تھا وہان یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ بہنین زمرۂ ورثا مین تھین اور یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ عورتون کی بڑی قدر ہوتی تھی- زمانہ موجودہ کو نہ دیکھیے یہ ادبار کا زمانہ ہی خزان کو بہار سے کیا نسبت- لیکن آپ غور کیجیے کہ اس گئی گزری حالت مین بھی باپ کے ہوتے ہوئے بیوہ کو سب کا سب مِل جاتا ہی- بھائیون اور بھتیجون کو قطعاً محروم کرکے لڑکیان متوفی کا کل ترکہ پاجاتی ہین ہان شرکت کی حالت مین عورتین نان و نفقہ پاتی ہین حصہ دار نہین ہوتین تو یہ ایک جُدا بات ہی کہ ہنود شرکت کو ایک بڑی متبرک شئی سمجھتے ہین اور دوسری قومین اسکو پسند نہین کرتین۔ آپ یہ نہ کہین کہ "افراط و تفریط دونون معیوب ہین- اعتدال چاہیے- یہ کیا کہ عورتین کبھی سب کچھ پاجائین اور کبھی کچھ بھی نہ پائین" یہ جدا بحث ہی مین یہان صرف یہ دکھانا چاہتا ہون کہ ہندوؤن کے قانون مین عورتون کا اعزاز تمام قومون سے زیادہ تسلیم کیا گیا ہی-

مجاہد- یہ تو آپ نے نہایت اچھی خبر سُنائی کہ بہنین پہلے زمرہ ورثا مین تھین بشرطیکہ آپ کے پاس اسکی سند بھی ہو-

نرسنگھ- مین صحیح کہتا ہون کہ ہندوؤن کے زمانہ ترقی مین بہنین ورثا مین شمار کی جاتی تھین- کلو یعنی زمانہ تنزل مین وہ محروم کردی گئین- دواپر مین انکے حقوق اتنے بڑھ گئے تھے اور خاندان مین بہنین اور بھانجے اتنے زیادہ باختیار ہوگئے تھے کہ پچھلے مقنّنون نے جھلاکر بہنون کو ورثا کے زمرہ سے خارج کردیا-

مجاہد- مین تو آج تک یہ سمجھتا تھا کہ قانون وراثت لکھتے وقت ہندو مقنّنون نے بہنون کے حقوق سہواً نظر انداز کیے-

نرسنگھ- مین نے خوب تحقیق کی ہی- ورثا سے یہ عمداً زمانہ اخیر مین خارج کی گئی ہین-

مجاہد- میرے ذہن مین یہ بات آگئی- جب اقبال نے ہندوؤن سے مُنھ پھیرا اور ادبار شروع ہوا تو عورتون کے حقوق تلف کرنے کی طرف قوم مائل ہوئی- بیواؤن کے

عقد ثانی کی ممانعت یوراثت سے عورتون کا حرمان یہ سب ایک ہی زمانہ مین ہوا

نرسنگھ - مین بھی ایسا ہی خیال کرتا ہون لیکن اس سے یہ نتیجہ نہین نکلتا کہ مسلمانون کے قانون کو مین بے عیب سمجھتا ہون -

مجاہد - مین آپ کو مسلمان کرنے نہین آیا ہون اور نہ مین اپنی بحث کو زیادہ طول دینا چاہتا ہون - شیخ کلیم مسلمانون کے قانون وراثت کو برا سمجھتے ہین انکو بہن کو حصہ دینا ناگوار ہی اسلیے اپنے مذہب سے بیزار ہین - مین انکو آپ تک لایا کہ انکو معلوم ہو جائے کہ ذی علم ہنود مسلمانون کے قانون وراثت کو کیسا سمجھتے ہین اور یہ حضرت مسلمان ہوکر اُسکو بُرا جانتے ہین -

کلیم - واہ مولوی صاحب! آپ نے خوب نتیجہ نکالا - استغفر اللہ لاحول ولا قوة - خدانخواستہ - خدانخواستہ کیا مین مذہب اسلام کی کوئی بات بُری سمجھتا ہون ؟ -

مجاہد - اب تک تو آپ اسلام اور اُسکے احکام سے مانوس نہین ہین - آیندہ آپکے قلب کی کیا کیفیت ہوگی خدا کو علم ہی -

نرسنگھ - آپسمین پھر کبھی بحث کیجیے گا - اسوقت ایک بات کا جواب دیجیے -

مجاہد - فرمایئے - مین اسی لیے تو آیا ہون -

نرسنگھ - تمام مہذب قومون مین بڑا بیٹا گدی نشین ہوتا ہی - ہندوؤن کی گئی گزری حالت مین بھی راج ناقابل تقسیم سمجھا جاتا ہی - مسلمانون کا قانون عجب بے ڈھنگا ہی کتنی ہی بڑی زمینداری ہو خلف اکبر کا کوئی حق فایق قایم نہین ہوتا -

مجاہد - آپ کے مُنہ سے یہ باتین بہت مستبعد ہین - راج یا سلطنت مین جو محض قوم کی امانت ہی ایک قاعدہ مقرر ہوگیا ہی کہ بڑا لڑکا گدی پر بیٹھے گا تاکہ باہم جنگ نہ ہو - دو بادشاہ در اقلیمے نگنجند - یہ کوئی ذاتی حق نہین ہی محض ایک دستور کی بات ہی اور کہین کہین ایسا دستور بھی ہی کہ بیٹون کے ہوتے بھائی گدی نشین ہوتے ہین - بعض بعض ملکون مین یہ قاعدہ ہی کہ تمام رعایا مین سے جانشین منتخب کیا جاتا ہی - راج یا سلطنت جو ایک قسم کی امانت ہی اُسکو اس جائداد مین کیون ملاتے ہو جو متوفی کی

ذاتی ملکیت ہی اور اسکے مرنے کے بعد تمام اعزہ مین اسکا بٹ جانا عوام کے نفع یا نقصان سے کوئی تعلق نہین رکھتا۔

کلیم ۔ یہ تو باپ کی مرضی پر ہی کہ کسی بیٹے کو زیادہ دیکر اپنا قایم مقام کر جائے اور باقی لڑکون کو گزر اوقات کے لیے کفاف مقرر کر دے۔

نرسنگھ ۔ نہین آپ لوگون کے قانون مین تو ایسا اختیار نہین دیا گیا ہی۔

کلیم ۔ مین وصیت کا ذکر نہین کرتا۔

نرسنگھ ۔ مین سمجھتا ہون۔ آپ کے کہنے کا منشا یہ ہی کہ جیتے جی وقف یا ہبہ کے طور پر باپ کچھ انتظام کر جائے تو درست ہی۔ لیکن مین سمجھتا ہون کہ ایسا نہین ہی۔ آپ کے پیغمبر نے صاف لفظون مین ایک لڑکے کو زیادہ اور دوسرے کو کم دینے کی ممانعت کی ہی۔

کلیم ۔ نعمان ابن بشیر کا معاملہ دوسرا تھا وہان باپ نے ایک بیٹے کو ایک غلام دیا اور دوسرے لڑکون کو کچھ نہین دیا۔ اسلیے آنحضرت نے ممانعت کی۔ اگر تمام لڑکون کو دیا جاتا کسی کو کم کسی کو زیادہ تو آنحضرتؐ ممانعت نہ کرتے۔

نرسنگھ ۔ واہ آپ نے خوب منطق نکالی۔ حدیث کا منشا یہ ہی کہ باپ کا اولاد کے حق مین غیر عادل ہونا سخت ظلم ہی۔ اور باطل ہی۔ آپ کے نزدیک ایک لڑکے کو ایک لاکھ دیا جائے اور دوسرے کو ایک پیسہ دیا جائے تو وہ حدیث متعلق نہ ہوگی کیونکہ دونون نے کچھ نہ کچھ پا لیا۔

کلیم ۔ نہین ایسا اندھیر بھی ٹھیک نہین۔ کچھ تھوڑی بہت کمی بیشی ہو تو ہرج نہین۔

نرسنگھ ۔ آپ تھوڑے بہت فرق کا کیا معیار مقرر کرین گے۔

کلیم ۔ جناب عقل بھی کوئی شی ہی۔

نرسنگھ ۔ عقل تو یہی چاہتی ہی کہ باپ کو اپنی اولاد کے حق مین عدل کرنا چاہیے

کلیم ۔ اب اگر ایک لڑکے سے زیادہ خوش ہی اور اُسے زیادہ دیتا ہی تو کیا ہرج ہی۔

نرسنگھ ۔ مین تو ہرج نہین سمجھتا صرف آپ کے مذہب کا مسئلہ بیان کرتا ہون پیغمبر اپنے

بیٹے نعمان سے خوش تھا جب ہی تو اُسکو غلام دیتا تھا لیکن آپ کے پیغمبر نے اسے جائز نہین رکھا۔

کلیم۔ آپ کو ہمارے مذہب کے مسائل معلوم نہین ہین۔ باپ کو اختیار ہی کہ کسی اولاد کو عاق کردے۔

نرسنگھ۔ بھئی عاق واق مین نہین جانتا۔

مجاہد۔ (منشی نرسنگھ سہاے سے مخاطب ہوکر) مجھے کہنے دیجیے۔

کلیم۔ ہان آپ ہی فرمائیے۔

مجاہد۔ عاق کرنا شرع مین کہین نہین ہی۔ آپ نے اپنے گھر کی عورتون سے سُنا ہوگا۔ عاق کیا چیز ہی؟ وارث اپنے مورث کے ترکہ سے جبھی محروم ہو سکتا ہی کہ وہ مورث کے قتل کا مرتکب ہو۔ باپ کی نافرمانی سے بیٹا ترکہ پدری سے محروم نہین ہوتا۔

کلیم۔ جیتے جی ایک بیٹا باپ کی خدمت کرتا ہو اور دوسرا باپ کو تکلیف دیتا ہو تو مرنے کے بعد دونون برابر وارث ہونگے؟

مجاہد۔ ضرور شرع تو یہی کہتی ہی۔ باپ تو دیتا نہین۔ خدا دیتا ہی۔ باپ مرگیا اسکے ورثا ترکہ تقسیم کرلین گے۔

کلیم۔ یہ تو بڑا ظلم ہی۔

مجاہد۔ کچھ بھی نہین۔

کلیم۔ گالیان دینے والے اور خدمت کرنے والے دونون برابر ہوجائین گے؟

مجاہد۔ ضرور برابر ہوجائین گے۔ اگر خدمت کرنے والے سے باپ راضی تھا تو جیتے جی اسکو کچھ کیون نہ دیدیا۔

کلیم۔ باپ ایسا کرے تو آپ نعمان ابن بشیر کی حدیث پیش کرنے کو طیّار ہوجائین گے۔

مجاہد۔ (ہنس کر) اولاد مین غیر مساوی ہبہ کی ممانعت کا منشا یہ ہی کہ والدین کو ہبہ مین مساوات کا خیال نہ رہیگا تو اولاد اطاعت سے مُنہ موڑے گی اور ترتیب منزل مین فرق پڑیگا

اور تمدن مین خلل واقع ہوگا لیکن اگر ایک لڑکا پہلے ہی سے بے ادب ہی اور باپ کو ایذا پہنچاتا ہی تو ایسی حالت مین سعادت مند اور اطاعت شعار لڑکے کو کچھ دیا جائے اور سرکش کو نہ دیا جائے تو کوئی ہرج نہین ہی۔ باپ کے عدل مین فرق نہ آئیگا۔ خاطی کے سزا دینے مین کوئی مضایقہ نہین۔ لیکن باپ بدچلن ہو۔ سعادت مند لڑکا اسکی بدچلنیون مین شریک نہ ہو اور بدچلن لڑکا باپ کا ہمدرد ہو تو ایسی صورت مین بدچلن بیٹے کو کچھ دینا اور نیک لڑکے کو سرکش سمجھ کر کچھ نہ دینا سخت ضلالت ہی۔ ماحصل یہ ہی کہ عقلاً عرفاً شرعاً کسی طرح جائز نہین ہی کہ شیخ نصیر اپنی لڑکی فہیمہ کا شرعی حق کم کرکے تمھارے حوالے کرین اگر ایسا ہوا تو تم دونون سے خدا کے یہان مواخذہ ہوگا۔

نرسنگھ۔ کیا شیخ کلیم کے کسی ذاتی معاملہ مین آپ فتوی پوچھتے پھرتے ہین۔

کلیم۔ نہین جناب۔ نہ کسی فتوی کی ضرورت ہی اور نہ کوئی معاملہ پیش ہی۔ مولوی مجاہد صاحب کے دماغ مین ضرورت سے زیادہ عقل ہی وہی ہم سب کو حیران کررہی ہی۔

گیانی۔ (نرسنگھ کی طرف مخاطب ہوکر) شیخ صاحب کو مولوی صاحب سے کدورت ہی اسلیے مولوی صاحب سے یہ بے ادبی کرنے مین باک نہین کرتے۔ ورنہ مین جہانتک سمجھا ہون مولوی صاحب کا سا عادل اور منصف مزاج شخص اس چھپرے مین کوئی دوسرا نہین ہی۔

کلیم۔ (گیانی کی طرف مخاطب ہوکر) آپ نے انہین کیا انصاف دکھا۔

گیانی۔ اچھا یا برا ہونا تو ایک اضافی امر ہی۔ ایک ہی شخص ایک وقت مین اچھا ہی اور دوسرے وقت برا ہی۔ لیکن پھر بھی انسان کو اچھا یا برا کہنا ہی پڑتا ہی اور میرے نزدیک کسی شخص کو بھلا یا برا کہنے یا سمجھنے کے قبل صرف یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ اپنے گھر والون کے ساتھ کیسا ہی۔؟

کلیم۔ مولوی مجاہد اپنے گھر والون کے ساتھ کیا ایسا سلوک کرتے ہین جو دوسرے نہین کرتے۔

گیانی۔ آپ کے سمجھانے کو مین ایک آسان صورت اختیار کرتا ہون۔ آپ اپنے

گھر مین شیخ نصیر کا برتاؤ فنیمہ کے ساتھ دیکھیے۔ اور مولوی صاحب کا حال سُنیے کہ چار لڑکے اور چار لڑکیان اُنکو خدا نے عطا کی ہین۔ خدا کی اس امانت کے ساتھ مولوی صاحب ایسا دیانت دارانہ برتاؤ کرتے ہین کہ شاید و باید۔ تجارت اور دیگر مشاغل سے جو روپیہ بس انداز ہوتا ہی اُسکو مولوی صاحب اپنی آٹھون اولاد کے نام علیحدہ علیحدہ بحصہ مساوی بنک مین جمع کرتے ہین۔ پسر اور دختر مین کچھ فرق نہین کرتے۔ بھلا بتائیے تو کسی اور گھر مین آپ نے یہ راست بازی دیکھی ہی۔

مجاہد۔ میرے خانگی معاملات کا یہان کیون ذکر کیا جاتا ہی۔ مین جو کچھ کرتا ہون اپنی اولاد کے ساتھ کرتا ہون۔ میرا فرض ہی مین ادا کرتا ہون۔ یا فطرتی محبت کا تقاضا ہی اور مین مجبور ہون۔

گیانی۔ کیون نہ ذکر کیا جائے۔ یہ باتین ایسی ہین کہ بذریعہ ڈھول منادی کی جائے اور قوم کے تمام افراد سے چاہا جائے کہ وہ بھی ایسا ہی کرین۔ خود آپ اسکا چرچا کیجیے اور تمام لوگون کو واقف کیجیے۔ نیک کام کی ترغیب دینے مین کیا شرم ہی۔ ہان وہ طریقہ مسلمانون کا البتہ شرمناک ہی کہ جب لڑکیان بیاہتے ہین تو جہیز کے کپڑے اور جہیز کی چیزین سیکڑون آدمی کے سامنے کھول کھول کر دکھاتے ہین اور اتراتے ہین۔ دیتے ہین اپنی لڑکی کو۔ نفع پہنچے گا داماد کو۔ لیکن اسکی جانچ کے لیے برادری کے حجام اور جمال اکھٹے ہوتے ہین کتنا بُرا نظارہ ہوتا ہی

نرسنگھ۔ آپ کا کہنا ایک حد تک صحیح ہی۔ لیکن یہ یاد رکھیے کہ دیکھ بھال کا طریقہ نکال دیا جائے تو جو کچھ لڑکیون کو ملتا ہی یہ بھی نہ ملے۔ قوم کی اخلاقی کمزوریان تو بہت بُری حتی ہین۔ بہت کم ایسے ہین جو لڑکیون کو خوشی سے دیتے ہین۔ زیادہ تر سمدھیون کے دباؤ سے دیتے ہین۔ لڑکیان جو امرا کے گھر بیاہی جاتی ہین وہ زائد جہیز پاتی ہین کیا الٹی سمجھ ہی۔ محتاج لڑکیون کو کم اور متمول لڑکیون کو زائد دیا جاتا ہی۔ شاذ و نادر نہین روز ایسا ہی دیکھنے مین آتا ہی۔ مسلمانون کی تخصیص نہین۔ ہندوؤن مین بھی یہ بڑی نظر پائی جاتی ہی۔

کلیم - (مولوی مجاہد کی طرف مخاطب ہوکر) قرآن میں عورتوں کا حصہ مردوں سے نصف رکھا گیا ہے اور آپ لڑکیوں کو لڑکوں کے برابر دیتے ہیں - یہ خلاف عدل نہیں ہے؟ - جس طرح کوئی شخص لڑکوں کو اُنکے حصہ شرعی سے زائد دیدے تو کیا عیب ہے؟

مجاہد - میں بہت ممنون ہوں کہ آپ نے اپنا شبہ ظاہر کر دیا - یہ بات آپ کے دل میں رہتی تو مجھے جواب دینے کا موقع نہ ملتا اور آپ کی غلط فہمی قایم رہتی شرعی مسئلہ ہے کہ اولاد کو جب کوئی شی دی جائے تو برابر دی جائے - لیکن برابر دیے جانے کے مفہوم میں اختلاف ہے - بعض کے نزدیک مساوات واقعی مراد ہے اور بعض کے نزدیک مساوات باعتبار اُن حصص کے مراد ہے جو قرآن میں بیان کیے گئے ہیں - لڑکوں کو دوچند سے زائد دینا تو کسی کے نزدیک روا نہیں ہے - رہا یہ امر کہ لڑکوں کو لڑکیوں سے برابر دیا جائے یا دوچند - میں یہی پسند کرتا ہوں کہ جس طرح والدین کے مرنے کے بعد پسر دوچند پاتے ہیں اسی طرح اُنکے جیتے جی بھی دوچند ہی پائیں نہ کم نہ زائد اور یہی عمل میرا ہے - میں لڑکیوں کے نام جو روپیہ بنک میں بحصہ مساوی جمع کرتا ہوں اسکی وجہ دوسری ہے - مثلاً لڑکوں کی تعلیم میں دس روپیہ ماہوار میرا خرچ ہوتا ہے اور لڑکیوں کی تعلیم کے واسطے ایک معلمہ بھی دو روپیہ ماہوار پاتی ہیں - لڑکیاں کچھ اور پڑھ جائیں گی تو آٹھ دس روپیہ ماہوار کی معلمہ بھی رکھی جائیگی - ایک طرف دس روپیہ خرچ ہوتا ہے - دوسری طرف زیادہ سے زیادہ آٹھ دس روپیہ - لڑکے پانچ روپیہ سے کم کا جوتا نہیں پہنتے اور کرکٹ کھیلنے میں دوسرے ہی مہینہ ایک جوڑا جوتا توڑ ڈالتے ہیں - لڑکیاں غریب آٹھ آنے کی جوتیاں پہنتی ہیں اور سال بھر تک وہ ٹوٹتی نہیں - اسی طرح تمام باتیں قیاس کر لیجیے مجبور عادل اور منصف باپ کی حیثیت سے لازم ہے کہ ان تمام امور پر غور کرتا رہوں یا بعض سبب ان امور پر لحاظ کرکے بنک میں روپیہ جمع کرتے وقت میں مساوات کا خیال رکھتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ میری کمائی سے میری تمام اولاد کو للذکر مثل حظ الانثیین (مردوں کو عورتوں سے دوچند) نفع پہنچے - نہ کسی کو کم اور نہ کسی کو زائد - اولاد نہ دنیا میں کام آتی اور نہ عاقبت میں کام آئیگی - میں اپنا ایمان کیوں بگاڑوں - اور سچ تو یوں ہے کہ

اپنی اولاد کے ساتھ جو محبت مجھکو ہی اُسکی نوعیت ہی کچھ اور ہی - مین یہ خیال کرتا ہون کہ
اولاد کو دنیا کے جنجال مین پھنسانے کا مین باعث ہون - دنیا مین کوئی خوش نہین ہی
یہ عجب پُر آشوب جگہ ہی کسی کا شعر ہی اور کتنا اچھا شعر ہی -

من ملک بودم و فردوس برین جایم بود
آدم آورد درین ملک خراب آبادم

اسی کے قریب حدیث نبوی ہی "الدنیا سجن المومنین وجنۃ الکافرین" اس کا
ترجمہ یون کر سکتے ہین کہ "عاقلون کے لیے دنیا جیل خانہ ہی - اور بے عقلون کے نزدیک
باغ ہی" میرے چھوٹے بچے جب سامنے آتے ہین اور ذرا ذرا سی بات
پر ہنستے ہین کھیلتے اُچھلتے ہین اور کودتے ہین تو مجھے اپنا لڑکپن یاد آتا ہی اور مین گویا
زبان حال سے اُنکی طرف مخاطب ہوکر کہتا ہون کہ ہنس بول لو میری طرح تم بھی
ایک روز عاقل و بالغ ہوگے اور سمجھوگے کہ دنیا ہنسنے کی جگہ نہین ہی اسکے جواب مین
وہ لڑکے زبان حال سے مجھپر تمام الزام رکھکر وہی شعر پڑھتے ہین

من ملک بودم و فردوس برین جایم بود
آدم آورد درین ملک خراب آبادم

صرف اتنی ترمیم کر لیتے ہین کہ آدم کی جگہ مجھے مورد خطا ٹھہراکر

آبم آورد درین ملک خراب آبادم

پڑھتے ہین اور اُسوقت مین کچھ ایسا متاثر ہوتا ہون کہ زبان اظہار سے قاصر ہی -
اللہ کے فضل سے تمام اولاد میری صالح اور ذی عقل ہی - لیکن خدانخواستہ
کسی مین کوئی عیب ہوتا جب بھی مین اولاد کے حقوق مین کم و بیش نہ کرتا -

معاملے کی صورت ہی بدل گئی

تھوڑی دیر تک اور باتین ہوتی رہین - پھر سب اپنے اپنے گھر چلے گئے - کلیم پران

باتون کا کچھ اثر نہین ہوا وہ لکھا پڑھا سمجھ دار تھا لیکن ع بدوزد طمع دیدۂ ہوشمند اپنی خود غرضی کے سامنے وہ دُنیا کی کوئی چیز قابل لحاظ نہین سمجھتا تھا۔ اور ہر دم اپنے ہی معاملات کو سوچتا رہتا تھا۔ ہونے والی بات ہو کر رہتی ہے۔ اتفاق سے ایک عیار اسکو مل گیا۔ اتنا تو معلوم ہوا کہ وہ کلکتہ سے آیا اور شاید کسی تھیٹریکل کمپنی کے ساتھ آیا لیکن نہ اسکا نام معلوم ہوا اور نہ اسکا مذہب معلوم ہوا۔ تھوڑے دلون تک وہ کلیم سے ملا۔ اور پھر دو دلون مین یارانہ ہو گیا۔ کلیم سے وہ بہت چھپ کر ملتا تھا۔ معلوم نہین اشتہاری مجرم تھا یا کیا باعث تھا کہ سب کے سامنے کلیم کے پاس آتا نہ تھا نہ شہر کی عام گزرگاہون سے کبھی گزرتا تھا۔

کند ہمجنس با ہمجنس پرواز

کلیم کو اِس عیار نے وہ راہ بتائی جس سے نقشہ ہی بدل گیا اور آخر نتیجہ یہ ہوا کہ نصیر یا کلیم کا نام لینے والا ابھی کوئی چھپرے مین باقی نہین رہا اور یہ گھر اس طرح تباہ ہوا کہ گزرنے والے بھی ڈ۲ منٹ ٹھہر کر افسوس کر لیتے ہین

عیار۔ ایک دن کلیم سے کہنے لگا۔ تم خاطر جمع رکھو۔ تمھارے باپ نے تمام عمر جہالت مین بسر کی تو ایک مولوی صاحب کے سمجھا دینے سے اُنکے خیالات ہمیشہ کے لیے بدل نہین سکتے۔ کچھ دلون تک مولوی صاحب کی صحبت کا اثر رہیگا پھر آپ ہی زائل ہو جائیگا۔ تم نے دیکھا نہین کہ جب کوئی مرجاتا ہے تو دو چار روز کے لیے گھر کے تمام آدمی معلوم ہو جاتے ہین گویا وہ کچھ جانتے ہی نہین۔ معاصی سے تائب ہوتے ہین۔ پنجوقتہ نماز پڑھتے ہین۔ سب کے سب یہی سمجھتے ہین کہ اب ہماری موت بھی آیا ہی چاہتی ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ یہ سب باتین زائل ہو جاتی ہین۔ انسان دنیا مین ہزار دن مرتبہ شیطان بنتا ہے اور سیکڑون مرتبہ فرشتہ بنتا ہے۔ خیالات اور تو ہمات کا کچھ اعتبار نہین۔ مولانا اپنا زور طبیعت دکھا گئے ہین۔ اسوقت تمام شہر کی ہوا بگڑی ہوئی ہے۔ دو چار مہینے کے بعد یہ سب جیسے تھے ویسے ہی ہو جائینگے۔ مولانا نے تو کوئی اپنا قایم مقام چھوڑا نہین کہ وہ سبق بھولنے نہ دے۔

کلیم۔ اور یہ مجاہد مار آستین کیسے ہین یہی تو مولوی صاحب کو لائے تھے اور یہی اُنکے نائب بنے پھرتے ہین۔

عیار۔ کچھ ہی ہو۔ شیخ صاحب کا تم سے انحراف عارضی ہی اور اُنکا تقوی بھی ظاہر بے ثبات اور ناپائدار ہی۔ خیر گھبراؤ نہین کوئی ترکیب سوچی جائیگی۔

اتفاق سے ایک روز نصیر کی طبیعت کچھ بدمزہ ہوئی اور نصیر نے جلاب لیا۔ عیار کے مشورہ سے کلیم نے ایک جھوٹا کاغذ بنایا اور آٹھ بجتے بجتے نصیر کے سامنے پیش کیا۔ وہ کاغذ پڑھکر نصیر نے خود کو مجسٹریٹ کی کچہری مین حاضر کرنا ضروری سمجھا۔

نصیر نے کلیم سے کہا کہ مین نے تو جلاب لیا ہی میری طرف سے تم چلے جاؤ

کلیم۔ انھین دنون کے لیے تو مین کہتا تھا کہ عدالتی کامون کے لیے کسی کو مختار عام مقرر کر دیجیے لیکن آپ کو عدالت کا کچھ ایسا شوق ہی کہ ذرا سا بھی کوئی کام ہو تو آپ کو خود گئے بغیر چین نہین آتا۔ اب بتائیے اسوقت آپ کیونکر جا سکتے ہین۔

نصیر۔ اچھا تمھین مختار نامہ لکھوا لو اور چلے جاؤ۔

کلیم۔ مختار نامہ کا کاغذ لانا۔ لکھنا۔ رجسٹری کرانا کیا یہ سب ابھی ہوا جاتا ہی؟ خیر آج تو خود جائیے لیکن دوسرے مواقع کے لیے مختار نامہ عام کسی کے نام لکھ کر ضرور رجسٹری کرا دیجیے۔

نصیر۔ تمھاری دوستی سب رجسٹرار کے ساتھ کس دن کام آئے گی۔ دس بجتے بجتے کاغذ خرید و اور فوراً مختار نامہ اُسپر لکھوا لو اور کوشش کرو تو ۱۲ بجنے کے پہلے رجسٹری بھی ہو سکتی ہی۔ برابر دست آ رہے ہین۔ بھلا مجھ مین یہ سکت ہی کہ مین آج خود کچہری جا سکون۔

خوشی خوشی کلیم باہر آیا اور عیار کے پاس گیا۔ وہان پانچ روپیہ کی جگہ پانچ ہزار کا کاغذ خریدا گیا اور نصیر کی کل جائداد کا ہبہ نامہ نصیر کی جانب سے کلیم کے حق مین لکھا گیا۔ کچھ تھوڑی سی جائداد سلیم کو دیگئی اور برائے نام فہیمہ کو بھی کچھ دیا گیا۔ سب رجسٹرار بھی ہمراز تھا۔ بارہ بجتے بجتے یہ سب نصیر کے کمرے کے پاس پہنچے

کمرہ بند تھا اور اندھیرا تھا۔ سب رجسٹرار کے پہنچنے پر نصیر اندر سے بولا ہان مین نے یہ کاغذ لکھا ہی اور پھر فوراً کلیم نے دستاویز پیش کرکے رو او ر پشت دونون جانب دستخط بنوائے۔ کلیم۔ عیار۔ اور سب رجسٹرار ان تین کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہین ہوا کہ نصیر کی کل املاک کلیم کی طرف منتقل ہوگئی۔ کلیم نے دو تین اختیاری شخصون کی گواہی ہبہ نامہ کے حاشیہ پر بنوالی تھی لیکن مضمون سے اُنکو بھی کلیم نے واقف نہین کیا تھا۔ کلیم نے یہ معاملہ پردہ مین رکھنا چاہا تھا۔ لیکن ایسی باتین کہین چھپانے سے چھپتی ہین۔ محرر رجسٹری کو کچھ شُبہہ معلوم ہوا اور اُسنے اپنی کوشش سے خفیہ طور پر دریافت کیا تو سب حالات معلوم ہوئے۔ سب رجسٹرار کے خوف سے وہ کچھ بول نہ سکتا تھا اور ادھر اپنی عزت کا بھی خوف تھا کہ مبادا اعانت جرم مین بھی گرفتار ہو جاؤن۔ اس محرر کے ایک دوست پُرانی کنیت آبادی بنارس کے رہنے والے مولوی محمد رشید چنار ضلع مرزاپور مین سب رجسٹرار تھے۔ یہ نہایت متدین اور نیک نیت شخص تھے۔ حکام انکو بڑی عزت کی نظر سے دیکھتے تھے وہ محرر چھپرہ سے سیدھا چنار پہنچا۔ مولوی محمد رشید نے اس معاملہ مین کوئی رائے تو نہین دی لیکن اسکو تسلی دی اور کہا۔ تم بے قصور ہو تو گھبراؤ نہین تمھاری فکر مین کیے دیتا ہون۔ اپنے افسر اعلیٰ رجسٹرار مرزاپور سے ایک موقع پر اُنھون نے سکا تذکرہ کردیا تاکہ اس غریب محرر پر کوئی وقت پڑے تو خود کو مع رجسٹرار کے اسکی صفائی مین وہ پیش کرسکین۔ مرزاپور مین ایک ہی شخص جج اور رجسٹرار ہوتا ہی۔ تمام ممالک مغربی و شمالی مین یہی دستور ہی۔ اس جج کو جعلیون کی بڑی فکر تھی۔ کئی مقدمات مین جعل بنانے والون کو اس نے سپرد فوجداری کیا تھا۔ اور اس لیے اخبارون مین اسکی بڑی تعریف ہورہی تھی۔ دو ہی چار روز مین چھپرہ کا کلکٹر ہارس ریس کی تقریب مین مرزاپور آیا۔ بنگال مین کلکٹر ہی رجسٹرار بھی ہوتا ہی۔ مرزاپور کے جج نے چھپرہ کے کلکٹر سے شیخ نصیر کے معاملہ کا تذکرہ کیا اور ساتھ ہی محرر رجسٹری کی بے واسطگی بھی بیان کردی۔ کلکٹر کے ذریعہ سے یہ خبر چھپرہ مین مشہور ہوئی۔ شیخ نصیر بھی واقف ہوا۔ کلکٹر کو یہ انتظار تھا کہ نصیر کچھ شکایت کرے تو کارروائی کی جائے۔ بیچارہ نصیر

اس حیص بیص میں تھا کہ کچھ کرے یا نہ کرے اور کرے تو کیا کرے۔

غرض یہ خبر مجاہد نے بھی سُنی اور مجاہد کے ذریعہ سے متین تک پہنچی۔ متین نے اپنی بی بی سے کہا۔ عورتوں کا دل جیسا بودا اور کمزور ہوتا ہی ظاہر ہی۔ بیچاری فہیمہ یہ سُنکر دو چار روز تک زیادہ ملول رہی۔ پھر غم رفتہ رفتہ کم ہوتا گیا۔ فہیمہ کو جائداد نہ پانا تو چنداں ناگوار نہ ہوا۔ لیکن اسکے دل سے ماں باپ بھائی اور میکے کے تمام لوگوں کی محبت جاتی رہی اور غور کیا جائے تو یہ بہت بڑا نقص نصیر کے خاندان میں پیدا ہوا۔ دل میں متین آزردہ ہوا ہو یا نہ ہوا ہو مگر ظاہر میں خوش معلوم ہوتا تھا۔ مجاہد سے اُسنے کہا یہ کہ میں تو یہ انتظام پسند کرتا ہوں لیکن ذرا اور پہلے ہوتا تو بہت اچھا ہوتا۔ فہیمہ جب بیاہ کے آئی تھی اُسوقت معلوم ہو جاتا کہ اُسکے میکے والوں نے اس سے قطع تعلق کرلیا ہی تو اور اچھا ہوتا خیر اب بھی جو ہوا اچھا ہوا لیس الخیر فی ما وقع"

مجاہد۔ نہیں صاحب چُپ بیٹھنے کی بات نہیں ہی۔ قوم سے یہ خیالات فاسد دور کرنے چاہییں جب سے لڑکیوں نے اپنے شرعی حصے لینے شروع کیے اور انگریزی عدالتیں لڑکیوں کے حقوق کی پامالی گوارا نہیں کرتیں تب سے نیتوں میں کچھ عجیب طرح کا فتور پیدا ہو گیا ہی۔ بھائیوں نے ارادہ کرلیا ہی کہ وہ اپنے والدین کو ترغیب دیکر جیتے جی بہنوں کو محروم کرادیں۔

متین۔ پھر اسکا علاج تو سوا اسکے اور کچھ نہیں ہی کہ جہاں نکاح کے وقت دولھا سے تعداد مہر بڑھانے کی فرمائش کیجاتی ہی وہاں دلھن کے باپ سے یہ اقرار نامہ بھی لکھا لینا چاہیے کہ "میں جسکو آج اپنی لڑکی قرار دیکر بیاہتا ہوں کل اُسکو لونڈی نہ بناؤں گا یعنے اپنے شرعی ترکہ سے محروم کرنے کو کوئی کتبہ کسی وارث کے حق میں کبھی نہ لکھوں گا"

مجاہد۔ یہ تمھارے کہنے کی بات نہیں ہی۔ زمانہ خود اسکا متقضی ہو رہا ہی عنقریب یہ باتیں بھی نکاح کے وقت معرض گفتگو میں آئیں گی۔ لیکن اسوقت جو معاملہ پیش ہی وہ دیکھو۔

متین۔ جو ہوا اچھا ہوا۔ جانے دیجیے۔ کون دردِ سر خریدے۔

مجاہد- اچھا یا برا تو یہ ایک امر آخر ہی لیکن مین تمکو یہ راے دیتا ہون کہ تم مقدمہ ضرور لڑ جاؤ-

متین- بھلا مقدمہ دائر کرنے کا مجکو کیا حق ہی؟-

مجاہد- تم کو نہین تمھاری بی بی کو حق ہی-

متین- اب تک ہوش و حواس درست ہین- مرض الموت مین بھی گرفتار نہین ہی- اُسنے ہبہ نامہ لکھدیا تو اُسکے توڑنے کی گنجایش ہی کیا باقی رہی ہی؟-

مجاہد- گنجایش تو مین نکالون گا- تم لڑنے پر اپنی بی بی کو آمادہ تو کرو-

متین نالش کرنے پر چندان مستعد نہین ہوا لیکن یونہین مشغلے کے طور پر بی بی سے باتین کرنے کے لیے زنانے مکان مین چلا گیا-

متین- (اپنی بی بی سے) مجاہد تو یہ راے دیتے ہین کہ تم اپنے باپ سے لڑو-

فہیمہ- لڑنے مین کیا قباحت ہی- موقع ہو تو لڑو- لیکن دیکھو ہارنے کی خفت نہ اُٹھانی پڑے- تمھین اختیار ہی لڑو- مین منع نہین کرتی- بلکہ اتنا اور کہتی ہون کہ میری ڈگری ہوگی تو مجھے خوشی ضرور ہوگی- وہ جائداد مین لون یا نہ لون- لیکن یہ قلق میرا مٹ جائے گا کہ اباجان سے مجھے لونڈی سمجھے-

متین- مین نہین لڑنے کا تم خود لڑو-

فہیمہ- مین لڑون؟-

متین- اور نہین کیا- باپ تمھارا حق تمھارا- اور لڑنے جاؤنگا مین-

فہیمہ- کیا میرا تمھارا معاملہ جُدا ہی؟-

متین- جدا نہین تو اور کیا ہی؟ مین تمکو طلاق دیدون پھر مجھ سے تم سے کچھ واسطہ رہیگا-

فہیمہ- آج تمکو کیا ہو گیا ہی؟

متین- زمانے کی ہوا لگ گئی ہی- تم جسکی جزو بدن ہو- جسنے تمکو پیدا کیا اُسی نے تمکو چھوڑ دیا- تو پھر میرے چھوڑ دینے پر تمکو کیا تعجب ہی-

فہیمہ- ٹیڑھی باتیں کیوں کرتے ہو؟ سیدھے سیدھے کیوں نہیں کہتے؟ کیا تم چاہتے ہو کہ میں خود باپ سے لڑوں؟-

متین- تمھیں سمجھو- لڑنے کو جی چاہے لڑو- خرچ میں دونگا- اور نہ لڑو تو چپکی بیٹھی رہو-

فہیمہ- اپنا نفع کون نہیں چاہتا؟ لیکن ڈر یہ ہے کہ ابا جان مجھے عاق نہ کر دیں

متین- اپنے ترکے سے تمھیں محروم کر چکے- اب اور کس طرح تمھیں عاق کریں گے

فہیمہ- کہیں ناخوش ہو کر میرے حق میں بددعا کریں تو میری عاقبت خراب ہو جائے

متین- کہیں کسی کی بددعا سے بھی عاقبت خراب ہوتی ہے- عاقبت خراب ہوتی ہے اپنے بُرے اعمال سے-

فہیمہ- باپ کو میں ناخوش کرونگی تو پھر اعمال اچھے رہجائیں گے؟-

متین- باپ کو کسی ناجائز طریقے سے ناخوش کرو تو بیشک بُرا ہے- اور اگر تمھارے جائز طریقے سے وہ ناخوش ہو جائیں تو تمھارا کیا قصور ہے-

فہیمہ- ابا جان کا مال تھا انھوں نے جسکو چاہا دیدیا- مجکو اسمیں عذر کرنا کب جائز ہے-

متین- ضرور جائز ہے- مجاہد کو مسائل شرعی زیادہ معلوم ہیں- وہ کہتے تھے کہ تمھارے باپ نے یہ فعل ناجائز کیا- تمکو اپنے ترکے سے بے وجہ محروم کرنا شرعاً اُنکے اختیار سے باہر تھا-

فہیمہ- اور بھی دو چار مولویوں سے دریافت کر لو- ایک مجاہد کے کہنے پر لڑ پڑنا مناسب نہیں ہے-

متین- یہ تو میرے سوچنے کی بات ہے میں بے سوچے سمجھے کب کرنے لگا؟ اور میں کروں بھی تو عدالت کب سُنے گی اگر شرع کا فتوی میرے موافق نہوا-

فہیمہ- بہر حال تم جسمیں راضی ہو میں بھی اُسی میں راضی ہوں لیکن دیکھنا کہیں ایسے کوئی بات ایسی نہ پیدا ہو کہ لوگوں کو ہنسی کا موقع ملے-

متین۔ تم یہ شرط لگاتی ہو تو میں دخل نہ دونگا بے عقل تو ہمیشہ عمدہ کام پر ہنستے ہیں

فہیمہ۔ اچھا خفا نہ ہو۔ جو تمھارے جی میں آئے کرو۔ جو تم کروگے وہ عین میری مرضی اور خوشی ہے۔

متین اسکے جواب میں کچھ بڑبڑاتا ہوا باہر چلا آیا جسکا ماحصل یہ تھا کہ آج تم اتنے دنون کے بعد سمجھیں کہ شوہر کو راضی اور خوش رکھنا عورتون پر لازم ہے تو مجھے کیا مسرت ہوگی تمھاری نافرمانی کی وجہ سے میری عمر کا عمدہ حصہ تو تلخی اور ناخوشی میں بسر ہوا۔ تمھارے باپ کی یہ عداوت ظاہر نہ ہوتی تو معلوم نہین کب تک تمھارا جہل مرکب قایم رہتا۔

باب ۱۰

عدالت کا دروازہ اور کاغذون کا تبادلہ

متین اور مجاہد میں مشورہ ہونے لگا اور بالآخر یہ صلاح قرار پائی کہ وکیلون سے اسمین مشورہ کرنا چاہیے۔ مجاہد متین کو ساتھ لیکر چند وکیلون کے پاس گیا۔ سب نے جواب دیا کہ اس ہبہ سے باپ گنہگار ضرور ہوا۔ لیکن ہبہ نامے کے جواز میں کوئی شبہ نہین ہوسکتا۔ مجاہد وکیلون سے کہکر چلا آیا "آپ سب صاحب سوچتے رہیے میں پھر آکر تکلیف دونگا"! دوسرے دن محمد صفی بارسٹر کے مکان پر سب جمع ہوئے۔ وکیلون کو تو اپنی فیس سے غرض ہوتی ہے معقول فیس ملی سب کے سب وقت معین سے بھی کچھ پہلے آپہنچے۔

مجاہد نے کہا کہ میں ثابت کرونگا کہ شی موہوبہ سے اپنا قبضہ شیخ نصیر نے نہین اٹھایا۔ تحریر ہبہ سے انکا منشا سوا اسکے اور کچھ نہین ہے کہ انکے مرنے پر کلیم ہے تمام دوسرے ورثا کو محروم کرکے انکے ترکہ پر قابض ہوجائے۔ سب کے پہلے مسٹر صفی نے کہا اگر آپ ثابت کردینگے تو مین ڈگری کرا دینے کا ذمہ دار ہون۔ مسٹر صفی جیسے بیرسٹر جیسے بڑے ذی علم اور صاحب کمال ہیں۔ وہ ویسے ہی کچھ دنون کے معزز تھے

پھر خود ہی سرکاری ملازمت ترک کر کے چلے آئے اور اب وکالت کا پیشہ کرتے ہیں اور بڑی عزت حاصل کی ہے۔ مسٹر صفی کے کہنے سے یتین کو بھی تقویت ہوئی۔ جب ایک لائق قانون دان نے مجاہد کی راے پسند کی تو مجاہد کے خیالات میں اور بھی زور پیدا ہوا۔ مجاہد سیدھا نصیر کے پاس پہنچا اور نصیر سے کہا کہ آپ پر فہیمہ کی طرف سے نالش دایر ہونے والی ہے۔

نصیر۔ کیسی نالش؟۔

مجاہد۔ جب سمن آئیگا تو معلوم ہو جائیگا کیسی نالش۔

نصیر۔ ارے بھئی! کچھ کہو تو سہی۔ فہیمہ مجھ پر بے وجہ نالش کر دے گی؟۔

مجاہد۔ بے وجہ نہیں باوجہ۔ میں نے آپ کو کتنا سمجھایا کہ اپنے نانا کی روش پر نہ چلیے۔ اب قوم میں وہ جہالت اور زمانہ میں وہ تاریکی نہیں ہے جو پہلے تھی۔ لیکن آپ نے نہ مانا۔ جب ایک طرف فہیمہ برقعہ پوش یا ڈولی میں بیٹھ کر عدالت میں حاضر ہوگی اور دوسری طرف آپ کھڑے ہونگے تب معلوم ہوگا۔ قیامت میں تو فضیحتی ہوتی ہی ہے کچھ دنیا میں بھی دیکھ لیجیے گا۔

نصیر۔ ارے میاں کچھ کہو گے بھی یا معما ہی بولتے رہو گے۔

مجاہد۔ آپ نے اپنی کُل جائداد کلیم کے نام ہبہ کر کے رجسٹری کرا دی۔ سلیم اور فہیمہ کو آپ اپنی اولاد نہیں سمجھے یہی مقدمہ ہے اور کیا ہے۔

نصیر۔ آپ کیسی باتیں کرتے ہیں۔ آپ سے کوئی بات چھپی نہیں ہے اور نہ میری نیت کا حال پوشیدہ ہے۔ میں بالکل اپنی راے سے پھر گیا تھا۔ لیکن آفت ارضی و سماوی سے کیا چارہ۔ خدا کا غضب ہے۔ حاضری عدالت کے لیے میں نے کلیم کو اپنا مختار مقرر کرنا چاہا۔ سب رجسٹرار میرے مکان پر آئے۔ میں نے مسہل لیا تھا۔ چلنے پھرنے کی قوت نہ تھی اور مختار نامہ کی سخت ضرورت تھی۔ سب رجسٹرار گھر پر بلوائے گئے۔ مجھے کیا خبر تھی کہ مختار نامہ ہبہ نامہ ہو جائیگا۔ جب سے میں نے سنا ہے میرے ہوش بجا نہیں ہیں۔ میں بحلف کہتا ہوں کہ مجھ سے فریب کیا گیا ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا یہ کیا دغابازی کی گئی ہے

خیر سلیم اور فہیمہ کا خیال تو تھا ہی اب اپنی خیر بھی مجھے نظر نہیں آتی - نانا جان کے ساتھ
جو سلوک ماموں جان نے کیا تھا مجھے خوب یاد ہے - میں لکھتا تو وصیت نامہ لکھتا - ہبہ نامہ
لکھ کر بے دست و پا ہو کر نہ بیٹھتا - اور کچھ ہی لکھتا سلیم اور فہیمہ کے حقوق شرعی میں تو کبھی
دست اندازی نہ کرتا - ادھر تمھاری ملاقات اور مولوی صاحب کی صحبت نے میرے
خیالات ایسے بدل دیے کہ فہیمہ کو میں اسکے بھائیوں سے زیادہ نہ دیتا تو اسکے حصے
شرعی میں کبھی عذر نہ کرتا - جب سے میں نے مولوی صاحب کی تقریر سنی ہے دو سو
روپیہ ماہوار برابر فہیمہ کو دیتا ہوں سلیم کو بھی چار سو روپیہ ماہوار بھیجتا ہوں وہ لینے میں
نہ معلوم کیوں استکراہ ظاہر کرتا ہے لیکن میں برابر بھیجتا ہی چلا جاتا ہوں - میرا یہ خیال ہے کہ
میرے مرنے کے بعد جنکو میری جائداد میں حصہ ملیگا وہ سب میرے جیتے جی کیوں نہ
متمتع ہوں - کلیم ہی تنہا کیوں متصرف ہو - تنہا خوری ہی سے اسکی نیت میں فساد پیدا
ہوا کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ اب کیا کیا جائے - میرے ساتھ بڑی ہی دغا کیگئی - کلیم میرے
ساتھ چال چل گیا - رجسٹری کے روز اندھیرا تھا اور مجھکو ضعف بھی بہت تھا میں نے
دستاویز نہیں دیکھی اور دستخط کر دیے - میری کمزوریوں کا نتیجہ ہے - میں نے کلیم کا دل اتنا
بڑھایا کہ آج مجھے یہ دن دیکھنے نصیب ہوئے - ہائے غضب یہ کیا ستم ہوا - زمین و آسمان
مجھے تاریک نظر آتے ہیں - اب میں کہیں کا نہ رہا - دین و دنیا دونوں خراب گئی -

نصیر نے ایک آہ کھینچی اور گردن نیچی کر لی - نصیر پر ایک بیخودی کی حالت تھی - مجاہد بھی حیرت میں تھا کہ
کیا راز ہے - نصیر کی باتیں اُسے بالکل نئی معلوم ہوئیں اور کلیم کی جعلسازی کا اب اُسے
پورا یقین ہو گیا - مجاہد وہاں سے اٹھ کر متین کے پاس پہنچا اور تمام حالات متین سے
بیان کیے - متین نے کہا کہ نصیر کا افسوس فضول ہے اور اب بات اُسکے اختیار سے باہر ہے

مجاہد - میں تو یہی سمجھتا ہوں - اگر نصیر یہ سب بیان کرینگے تو سمجھا جائیگا کہ ہبہ نامہ
لکھنے کے بعد کسی نے انکو سکھا لیا ہے -

متین - ٹھیک ہے - کہنا یہی مناسب ہے کہ باپ اور بیٹے کی رائے سے سب کچھ ہوا ہے
اور مجھے جو شک تھا وہ یہی ہے نصیر ہی نے کلیم کو اتنا دلیر بنا دیا تھا - اب جائداد تو کل کلیم کی ہو چکی -

نصیر

ہبہ نامہ کے جعلی یا اصلی ہونے کی بحث عبث ہی۔ اِن جاہل فریب باتون مین فہیمہ کا تعلق میکے والون سے پھر قایم رہیگا جسکے چھوٹنے کا مین مدت سے متمنی ہون۔

مجاہد۔ خیر تمھاری خانگی مصلحت کچھ ہی ہو لیکن مین نالش کے پہلو پر غور کرتا ہون تو یہی اچھا معلوم ہوتا ہی کہ باپ اور بیٹے کی سازش بیان کی جائے اور اگر یہ پردا ز اختیار کیا جائے کہ بیٹے نے جعل بنا لیا تو بہت خطرناک ہی نصیر کا کوئی اعتبار نہین اگر عدالت کے سامنے اُسنے کہدیا کہ ہبہ نامہ جعلی نہین ہی اصلی ہی تو پھر مقدمہ ختم ہو جائیگا اور اچھا خاصہ مقدمہ خراب ہو جائیگا۔ محض نصیر کے کہنے سے جعلی کہنا بھی عقل کے خلاف ہی۔ جعلی کہکر فوجداری کا مقدمہ چلانا بظاہر خوشنما ہوگا لیکن وہ بات حاصل نہ ہوگی جو مین چاہتا ہون یعنی عوام پر یہ ظاہر ہو جانا کہ شرع کے خلاف وصیت یا ہبہ کیا جائے تو عدالت سے باطل قرار پائے گا۔ عدالت دیوانی ہی مین نالش کرنے سے ممکن ہی مگر نصیر کی موافقت یا مخالفت کام کی نہین ہی مقدمہ لڑنا چاہیے۔ مسٹر صفی نے یہی کہا تھا کہ مقدمہ لڑنے مین مصالحت ہو جانا تو کچھ عجب نہین۔ لیکن یہ خیال بھی میرے مقصد کی تائید نہین کرتا۔ مین تو یہ چاہتا ہون کہ قوم کے لیے ایک عمدہ نظیر پیدا ہو جائے اور یہ جبھی ممکن ہی کہ مقدمہ عدالت دیوانی مین دائر ہو اور ہائیکورٹ یا پریوی کونسل تک پہنچکر اسکا فیصلہ نظیر قرار پائے۔

متین۔ مین مقدمہ لڑنا چاہتا ہون۔ چپ رہنے مین میری توہین ہی گو چچا کی ایذا دہی مجکو طمع نہین ہی۔ پھر بھی مقدمہ لڑنا مجھے پسند ہی۔

ادھر عیار اور کلیم مین یون گفتگو ہو رہی تھی۔

کلیم۔ ہبہ نامہ تو لکھ گیا۔ لیکن جب سے یہ راز کھلا ہی میرا دل کھٹکے مین ہی۔

عیار۔ یہ تمھارا وہم ہی۔ دستاویز رجسٹری بھی ہو گئی۔ اب تمھارا باپ بھی تمھارا دست نگر ہی وہ ذرا چون نہین کرسکتا۔

کلیم۔ آج ابا جان کو خبر ہوئی ہی۔ غصہ مین وہ بھرے بیٹھے ہین۔ دیکھیے کیا ہوتا ہی

عیار۔ تم بالکل صاحبزادے ہو۔ تم کیا سمجھے تھے کہ باپ کو کبھی خبر نہ ہوگی؟ اور خبر ہوگی تو وہ یہ کہین گے کہ اچھا ہوا باپ کو خبر ہوئی اور وہ ناخوش ہین تو کیا حیرت ہی۔ اب فکر یہ کرو کہ نصیر

تم سے وہین - اور تمھارے اختیار مین رہین جو تم چاہو اُنسے کہلوالو۔

کلیم - ایک صورت یہ ہو کہ مین دستاور گولی کھا لیتا ہون اور طبیب جو معالجے کو آوے اُس سے مشہور کرا دیتا ہون کہ مجکو ہیضہ ہو گیا ہو۔ میری حالت غیر دیکھ کر جب شفقت پدری کو زور ہوگا تو اُنکا غصہ فرو ہو جائیگا اور پھر وہ میرے اختیار مین ہونگے

عیار - پھر تم نے وہی صاحبزادون کی سی باتین کین - یہ دولت کا معاملہ ہو دنیا مین یہ سب سے زیادہ پیاری ہو - شیخ نصیر کو اسوقت تمھاری موت بہت زیادہ خوش کرنے والی ہوگی - تم ہرگز یہ خیال نہ کرو کہ تمھین بیمار دیکھ کر وہ پریشان ہونگے تم ایسے بیٹے نے جب باپ سے یون دغا کی ہو تو اب تمکو باپ سے کچھ بھی امید خیر نہ رکھنا چاہیے - ٹرکی کی تاریخ تم نے پڑھی ہو - سلطان سلیمان ایسے نیک نام بادشاہ پر یہ الزام ہو کہ اُسنے ذو بیٹون کو اس شبہ مین قتل کرا دیا کہ وہ اسکی بادشاہت لیا چاہتے تھے - خود ہندوستان مین دیکھو - اکبر ایسا نیک نام بادشاہ اپنے بیٹے جہانگیر کے مقابلہ مین فوج بھیجنے پر مجبور ہوا - جہانگیر اپنے بیٹے خسرو کو قید مین رکھ کر اسکی ہلاکت کا باعث ہوا - شاہجہان نے اپنے بیٹے عالمگیر کے مقابلہ مین داراشکوہ کو سپہ سالار بنا کر بھیجا - اسے سب جانتے ہین - شاہجہان کے ساتھ اسکے بیٹے عالمگیر نے جو کچھ کیا وہ بھی سب پر روشن ہو - دنیادی تعلقات وہین تک ہین جہانتک معاملہ باقاعدہ ہو - بیٹا باپ کا بدخواہ ہوا تو پھر باپ اُس سے محبت نہین رکھ سکتا - صاحبزادگی کا خیال دل سے دور کرو - استقلال اور ہمت کے ساتھ وہی طریقہ اختیار کرو جو نصیر کے ماموں نے نانا کے ساتھ برتا تھا یا عالمگیر نے شاہجہان کے مقابلہ مین کیا تھا - نصیر کو نظر بند کر دو اور اُسپر یہ ثابت کرو کہ اگر نصیر نے ذرا انحراف کیا تو اُسکے لیے اچھا نہ ہوگا - مجاہد کے آدمی مخبری پر لگے رہتے تھے - مجاہد نے یہ خبر سُنی اور فوراً نصیر کے پاس پہنچا دی نصیر یہ سُنکر آگ بگولا ہو گیا اور اُسنے چار آدمی بھیجکر عیار کو ملوا بھیجا - عیار سے اُسنے کچھ گفتگو کی اور اُسکو ثابت ہوا کہ مجاہد نے خلاف واقعہ اُسکو اطلاع نہین دی ---- ابھی تک بالکل حکومت نصیر کی تھی - تمام ملازم نصیر کو جانتے تھے - ذرا اشارہ ہوتے ہی عیار کی وہ گت

ہوئی کہ تمام عمر وہ بھولا نہ ہوگا۔ سپاہیوں نے اتنے جوتے لگائے کہ اسکا تمام مُنہ سوج گیا۔ وہ کسی طرح بحالت زار وہاں سے اپنے گھر تک پہنچا اور پھر چھپرہ کا قیام ہی چھوڑ دیا۔ کمینہ طبیعت والے مار کھا کر کبھی کبھی درست ہو جاتے ہیں۔ یہ شریف ہی کی شان ہے کہ اُنسے جتنی ملایمت کی جائے وہ تواضع کرتے ہیں اور اُنسے سختی کیجائے تو وہ بھی سختی کرتے ہیں۔ عیار جب مار کھا کر کلیم سے الگ ہوا تو کلیم بالکل تنہا رہگیا۔ باپ سے کسی قسم کی مزاحمت کرنے کی اُسنے جرأت نہ کی لیکن نصیر اپنی حالت کی کمزوری پہچانتا تھا اور کلیم بھی وقت کا منتظر تھا۔ باپ بیٹوں میں کوئی کُھلی کُھلی لڑائی ہونے نہیں پائی تھی کہ فہیمہ کی نالش کا سمن کلیم اور نصیر کے پاس پہنچ گیا۔

یہ مقدمہ بڑے اہتمام سے لڑا۔ نصیر اور نصیر کی بی بی کا اظہار لیا گیا۔ قانون اور نظر کی کتابیں تو اتنی پیش ہوئیں کہ آج تک کسی مقدمہ میں اتنی کتابیں عدالت کے سامنے نہ آئی ہونگی۔ جائداد متنازعہ چھپرہ اور پٹنہ دو ضلعوں میں واقع تھی لیکن نظر بمزید اہتمام مقدمہ پٹنہ کی عدالت میں رجوع کیا گیا اور مدعی علیہم کی طرف سے کوئی عذر نہیں ہوا۔

مقدمہ کی پوری مسل یہاں نقل کی جائے تو بیجا طوالت ہوگی۔ صرف تجویز کے درج کرنے پر اکتفا کی جاتی ہے۔

عدالت سب جج پٹنہ اجلاس سید فخر الدین سب جج

نمبر ۵۵- ۱۸۹۵ء ابتدائی نالش

تجویز

یہ مقدمہ نئے قسم کا ہے اور ساتھ ہی اسکے بہت دلچسپ اور اہم مسائل شرع محمدی پر مبنی ہے۔

چھپرہ کے ایک رئیس شیخ نصیر نے اپنی کل جائداد منقولہ اور غیر منقولہ اپنے بڑے بیٹے کلیم کے نام ہبہ کر دی۔ چھوٹے بیٹے سلیم اور اُس سے چھوٹی بیٹی فہیمہ کو بھی چند

چیزین ہبہ کی گئی ہین لیکن وہ اسقدر کم مالیت رکھتی ہین کہ اغراض مقدمہ کے لیے سمجھنا چاہیے کہ سلیم کو باپ سے بہت کم ملا اور فہیمہ کو کچھ بھی نہین ملا یا یہ کہ اتنا کم ملا کہ بمنزلہ نہ ملنے کے ہو۔ سلیم نے اب تک کوئی عذر نہین کیا۔ لیکن فہیمہ ہبہ کی منسوخی کا دعوی کرتی ہو اور ڈگری استقراری باین مضمون چاہتی ہو کہ بعد مرنے شیخ نصیر کے تمام جائداد مندرجہ ہبہ نامہ پر شرعی وراثت جاری ہو اور ہبہ نامہ کچھ مضر نہ ہو۔ عرضی مین کچھ اسکا ذکر بھی ہو کہ ہبہ نامہ دباؤ ناجائز پہنچا کر لکھایا گیا ہو۔ لیکن ثبوت دیتے وقت اسکا خیال نہین کیا گیا۔ اور نہ وقت مباحثہ کے اسپر اصرار کیا گیا۔

مدعی کا مقدمہ جہان تک بیان اور ثبوت سے ظاہر کیا گیا ہو صرف یہ ہو کہ شیخ نصیر نے چاہا کہ اسکے مرنے کے بعد اسکے ترکہ پر بجز کلیم کے کوئی دوسرا قابض نہو۔ وصیت اس مضمون کی کالعدم ہوتی۔ (کیونکہ دوسرے ورثا زندہ ہین) اسلیے اسنے اپنے باپ سے بجاے وصیت نامہ کے ایک سازشی ہبہ نامہ لکھا لیا ہو۔ فی الواقع دستاویز ہبہ سے جائداد کا جیتے جی باپ کے قبضہ سے بیٹے کے قبضہ مین جارہنا مقصود نہین ہو۔

بعض جائداد ایسی ہو جو درج ہبہ نامہ ہو لیکن وہ نام سے کلیم کے خریدی گئی تھی۔ عرضی مین کچھ اسکا تذکرہ نہین ہو۔ لیکن جواب سے اسکی تجویز کی بھی ضرورت پیدا ہوتی ہو کہ جائداد موہوبہ مین کچھ جائداد خود کلیم کی پیدا کی ہوئی بھی ہو۔ یا سب نصیر ہی کی ہو۔

امور تنقیح طلب یہ ہین

۱۔ ہبہ کے ذریعہ سے رد و بدل قبضہ کا ہوجانیسے واہب بالکل قطع تعلق کر کے الگ ہوگیا۔ اور موہوب لہٗ شی موہوبہ پر قابض ہوگیا۔ یا یہ کہ اصل مقصود وصیت کرنا یعنی مرنے کے بعد قبضہ دینا تھا۔ شرعی احکام کے اثر سے بچنے کے لیے سازشی ہبہ نامہ لکھا گیا ہو۔

۲۔ جائداد موہوبہ مین کچھ جائداد خاص کلیم کی بھی شامل ہو؟ اور ہو تو کس قدر؟ امر اول کی تجویز شروع کرنے کے پہلے یہ طے کرنا ضروری ہو کہ ہبہ نامہ کے فرضی

ثابت ہونے سے مدعی کو فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ میری رائے ہے کہ - ہاں -
اس امر سے انکار نہیں ہو سکتا کہ احکام قرآنی سے بچنے کے لیے اگر کوئی حیلا کی
جائے تو وہ اپنی حیلا کی سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ آسانی سے ایسے مقدمات شفع
میں سمجھ سکتے ہیں۔ بموجب احکام شرع محمدی کے حق شفع چند صورتوں میں پیدا
ہو سکتا ہے۔ انگریزی عدالتوں نے بھی اس حق کو مسلمانوں کے درمیان عموماً منظور
کیا ہے۔ حق شفع سے بچنے کے لیے سو روپیہ زرثمن کی جگہ پر اگر ہزار روپیہ زرثمن لکھی
لکھا جائے اور عدالتیں صحت زرثمن کی تحقیقات نہ کریں تو نالش شفع یقیناً بند ہو جائے
ایسے ایماندار آج کل بہت کم ہیں جو جھوٹ سے بچنے کے لحاظ سے اس فریب
کو روا نہ رکھیں۔ عدالتیں اس کو روکنا چاہتی ہیں بھی سو میں ساٹھ مقدمے ایسے
ہوتے ہیں جنمیں عدالتوں کو تجویز کرنا پڑتا ہے کہ "زرثمن کم دیا گیا ہے اور شفیع کو دعوی
سے باز رکھنے کے لیے فرضاً زیادہ درج بیعنامہ کیا گیا ہے" بائع اور مشتری ایک قسم
ہو بیع کرنا بیان کرتے ہیں۔ مضمون دستاویز انکی تائید کرتا ہے۔ گواہان دستاویز بھی
کل زرثمن بیان کرتے ہیں مگر عدالت تو النفات کسی شئی کی نہ سرداری ہے تمام شہادتوں
کے موازنہ کے بعد بائع اور مشتری دونوں کے بیان کو غلط تجویز کرتی ہے اور مضمون
دستاویز کے خلاف اصلی قیمت دریافت کر کے اسی کے مطابق فیصلہ کرتی ہے۔
کئی مقدمات میں عبارت دستاویز کی نسبت یہ طے پایا ہے کہ متعاقدین معاہدہ نے
دستاویز کا کیا نام رکھا ہے۔ یہ نہ دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ عبارت دستاویز کے ربط سے
دستاویز کو کیا کہنا چاہیے اور اسی طرح اگر فریقین معاہدہ عبارت دستاویز کو فرضاً
بدلیں اور دستاویز کا نام بھی غلط قایم کریں تو روداد مسل پر لحاظ کر کے عدالت ضرور
کہہ سکتی ہے کہ فریقین نے فریب کیا ہے۔ مقصود فریقین لین ہے اور دستاویز کو اغراض
مقدمہ کے لیے لین سمجھنا چاہیے۔
قرآن اور حدیث سے ورثہ کے حقوق معین کیے گئے ہیں اور ہر ایک مسلمان
پر فرض ہے کہ وہ جب تک مسلمان ہے یہ سمجھے کہ خدا اور خدا کے رسول سے اچھا انتظام

وہ اپنے ترکہ کا نہین کر سکتا۔ کسی مسلمان کا اپنے ترکہ کی نسبت بحق ورثا وصیت کرنا احکام قرآنی کو غیر مکتفی سمجھنا ہی اور اس طرح گویا اُسکی توہین کرنی ہی۔ لیکن بعض وقت فطرتی طبیعت کے علاوہ انسانی تعلقات بھی بہت کچھ ترقی کر جاتے ہین۔ شارع نے اس لحاظ سے مورث کو اپنے ترکہ کے ایک ثلث کی بابت غیر ورثا کے حق مین وصیت کرنے کا اختیار دیا ہی۔ اس بارے مین شرع محمدی اسقدر سخت ہی کہ کیسے ہی ضروری کام کے لیے کوئی وصیت کرنا چاہے۔ کار خیر ہی کے لیے وقف کرنا کیون نہو۔ خانہ خدا کے لیے دینا ہو جب بھی وہ اپنے ورثا کو حصہ شرعی سے ایک ثلث سے زیادہ محروم نہین کر سکتا۔

لڑکیون کا میکے والون کی جائداد مین حصہ لینا کچھ دلون تک مختلف وجوہ سے عملی طور پر کم ہو گیا تھا۔ برٹش عدالتون کے بے طرفدارانہ انصاف نے اسکو پھر رونق دی اور یہان تک اسپر توجہ کی کہ چالیس پچاس برس کے بعد بھی بہنون نے حصہ پائے۔ بھائیون کا قبضہ کتنے ہی دن کا ہو مخالفانہ نہین قرار پایا۔ چند فیصلون کا مین حوالہ دیتا ہون انکے پڑھنے سے ہائیکورٹ کے ججون کے خیالات کا پتہ لگتا ہی۔

حشمت بیگم بنام مظہر حسین۔ انڈین لاء رپورٹ الہ آباد جلد ۱۰ صفحہ ۳۴۳۔ اسد علی مرولا بنام طائیفن بی بی۔ انڈین لاء رپورٹ کلکتہ جلد ۱۳ صفحہ ۳۲۸۔ عزت النسا بنام محمد تقی ویکلی نوٹس الہ آباد صفحہ ۱۴۳ ۱۸۸۲ء۔ گوبردھن بنام حسرت ویکلی نوٹس صفحہ ۱ ۱۸۸۳ء۔ فضل بنام عبد ویکلی نوٹس صفحہ ۱۷ ۱۸۸۳ء

ان فیصلون کے پڑھنے کے بعد کچھ عجب نہین کہ بدنیت بھائیون کو شروع ہی سے اپنی بے زبان بہنون کا جھگڑا پاک کر دینا مناسب معلوم ہو اور وہ ترکیبین اختیار کی جائین جنمین سے ایک اسوقت میرے سامنے ہی۔ عدالتون پر ان وقتون کا رفع کرنا لازم ہی اور اسی لیے کسی قدر مزید اہتمام سے مین یہ تجویز لکھنا چاہتا ہون۔

غرض ورثا کے حق مین کسی طرح وصیت جائز نہین ہی۔ اگر وصیت مطابق شرع کے ہوگی تو بیکار ہوگی۔ اور شرع کے خلاف حصص مقرر کیے جائینگے یعنی ایک کو زیادہ اور دوسرے کو کم دیا جائیگا تو صریح مخالفت احکام قرآنی سے

لازم آئیگی۔

شرع محمدی کا یہ مسئلہ متفق علیہ ہی جیسا کہ جسٹس امیر علی کی شرع محمدی طبع ثانی جلد ۱ صفحہ ۴۸۰ مین مندرج ہی "تمام مذاہب اہل اسلام (سُنی) متفق الراے ہین کہ وصیت بحق ورثا کالعدم ہی" ٹگور لا لکچر ۱۸۷۳ء از شاما چرن مطبوعہ ۱۸۷۵ء جلد دوم صفحہ ۴۵ مین لکھا ہی "کوئی اپنی جائداد کی بابت بحق ورثا وصیت کرے تو ایسی وصیت جب تک اُسکے باقی ورثا رضامند نہ ہون جائز نہین ہی۔ ہدایہ کتاب الوصایا مین لکھا ہی "اگر کوئی شخص وارثون کے حق مین وصیت کرے تو جائز نہین ہی کیونکہ پیغمبر خدا کا قول ہی کہ "خدا نے تمام لوگون کے حصے معین کر دیے ہین۔ آگاہ ہو کہ وارث کے لیے وصیت نہین ہی" ایک کو ترجیح دی جائیگی تو دوسرے کو اذیت پہنچے گی۔ اور ایسا جائز رکھا جائے تو قطع رحم لازم آتا ہی۔ اور علاوہ برین حدیث مسبوق الذکر کے رو سے ایسا کرنا ظلم ہوگا۔

ولا تجوز لوارثہ لقولہ علیہ السلام ان اللہ تعالی اعطی کل ذی حق حقہ الا لا وصیۃ للوارث ولانہ یتاذی البعض بایثار البعض ففی تجویزہ قطیعۃ الرحم ولانہ حیف بالحدیث الذی رویناہ

کلیم نے یہ خواہش کی کہ نصیر کے مرنے کے بعد سلیم اور فہیمہ کو ترکہ پدری مین کچھ بھی نہ ملے اور یہ جو مسائل شرع محمدی لکھے گئے اُنکو سب جانتے ہین۔ کلیم خود بھی لکھا پڑھا واقفکار شخص ہی اور اُسکے صلاح کار تو ایک سے ایک بڑھ کر قانون دان ہونگے۔ مین سمجھتا ہون کہ کلیم نے انھین امور پر نظر کرکے بجاے وصیت نامہ کے ہبہ نامہ لکھوایا۔ ممکن ہی کہ نصیر وصیت نامہ لکھنے کو زیادہ پسند کرتا ہو لیکن ضعف پیری کی وجہ سے وہ اپنی خواہش پر کاربند نہو سکا۔ واب ناجائز کی نسبت مین کچھ لکھنا نہین چاہتا۔ فریب کی بنا پر [illegible] دائر کیا ہی اور وہ ثابت ہوا ہی یعنے یہ بخوبی ثابت کیا گیا ہی کہ نصیر کی [illegible] آچلی تھی۔ کلیم نے اُسکو باور کرایا کہ وہ جیتے جی ہبہ پر عمل نہین کیا جائیگا۔ اور اب تک ویسا ہی نصیر ہی متصرف و قابض ہی اور کلیم سے کوئی واسطہ نہین ہی۔

نصیر ایسا ضعیف القلب باپ [illegible] نہین ہی کہ اُسکی شہادت کچھ زیادہ باوقعت ہو

مگر اس خاص معاملہ میں اُسکی شہادت جہاں تک وہ کلیم کے خلاف ہو نظر انداز نہیں کی جا سکتی
کلیم کی ماں حلیمہ کی شہادت بالکل مدعیہ کی تائید میں ہو۔ کلیم کی بی بی اور خاندان کی لڑکیوں
کے اظہار کے لیے مدعیہ نے درخواست کی تھی لیکن کچھ سوچ سمجھ کر وہ اُس سے دست بردار
ہوگئی۔ معلوم ہوتا ہو کہ مدعیہ نے اپنے خاندان کے اعزاز کا خیال کیا۔ اسکی شریف النفسی
سے بھی میں متاثر ہوا لیکن نہ ایسا کہ روداد سے باہر چلا جاؤں۔ یہ عورتیں اظہار دیتیں
اور مفید مدعیہ بیان کرتیں جب بھی مقدمہ کی یہی حالت رہتی۔ فریقین کے والدین سے
زیادہ اور کسکی شہادت اس مقدمہ میں زیادہ کارآمد ہو سکتی ہو جب وہ کلیم کے خلاف ہو
میں مدعیہ اور اُسکے صلاح کاروں کی دانشمندانہ پیروی کو پسند کرتا ہوں کہ اُنھوں نے
انھیں دو گواہوں کے بیان پر مقدمہ ختم کرنا چاہا جبکہ سچ بولنے بغیر چارہ نہ تھا۔

مدعیہ نے اپنے مقدمہ کو فریب کی بنیاد پر چلانا چاہا ہو۔ یعنے اُسکے بیان میں نصیر کا
مقصد یہ ظاہر کیا گیا ہو کہ وہ چاہتا تھا کہ جیتے جی خود قابض رہے اور اُسکے مرنے پر تنہا کلیم
اُسکے کل ترکہ کا مالک و قابض ہو۔ ایسی وصیت جائز نہ ہوتی اسلیے ہبہ نامہ کا فارم اختیار
کیا گیا ہو۔ فی الواقع قبضہ بدستور نصیر کا ہو اور جیتے جی قبضہ کا چھوڑنا وہ چاہتا بھی نہیں۔
اگر مقدمہ صرف اتنے ہی بیان سے رجوع ہوتا کہ ہبہ کے رو سے کلیم نے قبضہ نہیں پایا جب
بھی مدعیہ کی غرض حاصل ہو جاتی۔ اُسکے اغراض کے لیے ضرور اتنا ہی بیان کافی ہوتا۔ گو
حالات میں ضرور فرق ہو۔ ایک تو یہ ہو کہ ہبہ ہوا ہی نہیں اور دوسرے یہ کہ ہبہ ہوا لیکن قبضہ
نہ ملنے سے بے اثر رہا۔ لیکن نتیجہ قانونی دونوں کا یکسان ہو جیسا کہ میں آگے بیان کرونگا اور
اسلیے میں اپنی تجویز میں دونوں پہلوؤں کو ساتھ ساتھ رکھوں گا۔

اسوقت جو کتابیں شرع محمدی کی ہندوستانی عدالتوں میں مروج ہیں اُنکے رو سے
ہر شخص کو ہبہ کرنے میں کسی قسم کی قید نہیں ہو۔ صرف وصیت کے ساتھ یہ قید ہو کہ ورثا کے
حق میں کالعدم ہو اور غیر ورثا کے حق میں ایک ثلث تک جائز سمجھی گئی ہو۔ مرض موت کا ہبہ بھی وصیت
اور مرنے کے بعد وقت کا نفاذ مقصود ہو تو وہ بھی وصیت ہو بس اسقدر۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ باپ کو
اپنی اولاد کے حق میں اپنی جائداد کا غیر مساوی طور پر ہبہ کرنا ایسا امر نہیں ہو کہ بے تکلف

شرعاً جائز سمجھ لیا جائے اسکی کراہت تحریمی ہین تو کوئی کلام نہین وہ معنی باطل بھی کرسکتا ہی اسمین علما کا اختلاف ہی۔

مدعیہ کا مقدمہ تو یہ ہی کہ ہبہ ہوا ہی نہین یا زیادہ سے زیادہ آسانی فیصلہ کے لیے مان لو کہ ہوا لیکن قبضہ نہ ہونے کی وجہ سے کالعدم رہا مدعیہ کا مقدمہ یہ نہین ہی کہ ہبہ ہوا اور قبضہ دیا گیا۔ جب بھی وہ کالعدم ہی۔ لیکن مین سمجھتا ہون کہ اگر ایسا ہوتا یعنے باپ ہبہ کرتا اور کلیم کو قابض کرادیتا جب بھی مدعیہ دعوی کرسکتی تھی۔

گو اسوقت یہ بحث پیدا نہین ہی۔ مگر احکام شرع محمدی پر بسیط نظر ڈالنے کے لیے ضرور ہی کہ ہبہ بحق اولاد کہان تک جائز ہی کچھ اسپر بھی سرسری نظر ڈالی جائے۔

نعمان ابن بشیر انصار رسول اللہ سے تھے انکے باپ بشیر نے انکو ایک غلام دینا چاہا چونکہ پیغمبر خدا نے اصول اسلام اپنی صحبت سے سب کے دلون مین جما دیا تھا اسلیے اس ہبہ کے جواز مین ان سب کو شبہ ہوا اور انھون نے چاہا کہ پیغمبر صاحب کے پاس چل کر انکو گواہ کرین اور اس طرح دریافت کرلین کہ اس ہبہ مین کوئی نقصان تو نہین ہی پیغمبر صاحب نے شنکر ہبہ کو ناجائز بتایا اور نعمان کو جو غلام بشیر سے ملا تھا وہ پھر بشیر کے پاس واپس آگیا۔

حدیث کی عبارت یہ ہے

ان اباہ اتی بہ الی رسول اللہ صلعم فقال انی نحلت ابنی ہذا غلاما کان لی فقال لہ رسول اللہ صلعم اکل ولدک نحلتہ مثل ہذا فقال لا قال فارجعہ وفی روایۃ قال رسول اللہ صلعم اتقوا اللہ واعدلوا فی اولادکم صحیح بخاری المجلد الثالث

نعمان کے باپ نے رسول اللہ صلعم کے پاس آکر کہا کہ مین نے اپنا ایک غلام نعمان کو دیا۔ رسول اللہ صلعم نے کہا کیا اپنے تمام لڑکون کو تم نے ایسا ہی غلام دیا ہی۔ نعمان کے باپ نے جواب دیا کہ نہین۔ پیغمبر خدا نے کہا کہ واپس لے لو اور ایک روایۃ مین کہا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد مین عدل کرو۔ صحیح بخاری المجلد الثالث کتاب الہبہ۔

حدیثین بالفاظ اور بمعنی دونون طرح منقول ہوئی ہین۔ راویون کا حافظہ اکثر

نقلون کو بھول کر معنی کا خیال رکھتا تھا۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ اصل راوی نے کبھی بالفاظ روایت کی اور کبھی بہ معنی۔ مختلف وقتون مین مختلف سننے والون کے ذریعے سے اختلاف شروع ہوا۔ جب حدیثون کی تدوین کا وقت آیا تو جمیع اقوال نفر باحتیاط قلمبند کر لیے گئے۔ غرض پیغمبر خدا کے منھ سے جو الفاظ نکلے انکو مختلف کتب احادیث مین یون لکھا ہی۔

نام راوی یا کتاب	عبارت	ترجمہ
تمام کتب احادیث مین	فقال رسول اللہ صلعم اتقوا اللہ واعدلوا فی اولادکم	رسول اللہ نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد مین عدل کرو
شیخین یعنی صحیح بخاری اور صحیح مسلم	فاردده یا فارجعه	رسول اللہ صلعم نے کہا ہبہ واپس لے لو۔
مسلم	فلا تشهدنی فانی لا اشهد علی جور	رسول اللہ صلعم نے کہا مجھے گواہ نہ کرو کہ مین جور وستم کا گواہ نہ ہونگا
جامع صحیح مسلم و سنن نسائی	فاشهد علی هذا غیری لیس یصح هذا فانی لا اشهد الا علی حق	اس امر مین میرے سوا کسی دوسرے کو گواہ کرو یہ صحیح نہین ہی۔ مین حق ہی پر گواہ ہو سکتا ہون
صحیح مسلم	اعدلوا بین اولادکم فی النحل کما تحبون ان یعدلوا بینکم فی البر	ہبہ مین تم اپنی اولاد کو برابر سمجھو جیسا کہ تم چاہتے ہو کہ وہ سب تمھاری اطاعت برابر کرین
احمد	ان لبنیک علیک من الحق ان تعدل بینهم فلا تشهدنی علی جور اتحب ان یکونوا الیک فی البر سواء قال بلی قال فلا اذا	تمھاری اولاد کا یہ حق ہی کہ تم انکے ساتھ عدل کرو پس مجھکو تم ظلم پر گواہ نہ کرو۔ تم چاہتے ہو کہ وہ تمھاری اطاعت برابر کرین؟ بشیر نے کہا ہان آنحضرتؐ نے فرمایا تو تم عدل نکرو گے تو وہ اطاعت نہ کرینگے
سنن نسائی	فاشهد علی هذا غیری	میرے سوا کسی اور کو گواہ کرو۔
"	فکره ان یشهد	اپنا گواہ ہونا آنحضرتؐ مکروہ سمجھے۔
"	الا سویت بینهم	کیا اپنی اولاد مین تم نے برابری کا خیال نہین کیا

نام راوی یا کتاب	عبارت	ترجمہ
ابن حبان	سوو بینہم	اولاد میں مساوات کا خیال رکھو۔
موطا امام مالک	فارتجعہ	واپس لے
عبد الرزاق	لا اشہد الا علی حق	میں گواہی نہیں دیتا لیکن حق پر
سنن ابی داؤد	ان لہم علیک من الحق ان تعدل بینہم کما لک من الحق ان یبروک	لڑکوں کا یہ حق ہے کہ تم انکے ساتھ عدل کرو جیسا کہ تمکو یہ حق ہے کہ وہ تمھاری اطاعت کریں

ان تمام اقوال مختلفہ پر لحاظ کرکے جو نتیجہ علماء متقدمین نے نکالا ہے وہ یہ ہے۔

صاحب رائے	عبارت	ترجمہ
حافظ ابن حجر	کلہا ترجع الی معنی واحد تشتمل علی الامر بالتسویۃ والنہی عن المخالفۃ والتصریح لوہم صحۃ الہبۃ التی لا تسویۃ فیہا ذانہا من الجور وہو القبیۃ علی البطلان بالفحوی۔	سب کا ایک ہی مفہوم ہے یعنے مساوات کا حکم اور اسکے خلاف کرنے کی ممانعت اور تصریح اس امر کی کہ ہبہ میں مساوات نہ ہو تو وہ جائز نہیں ہے اور ظلم ہے اور اُس کے بطلان کا حکم فحوائے عبارت سے عیاں ہے۔
شوکانی؟	اذالم تفد ہذہ الادلۃ المنع فلا مدری ای دلیل یفیدہ	اگر ان دلیلوں سے منع نہیں سمجھا گیا تو معلوم نہیں پھر کون سی دلیل سے منع سمجھا جائیگا۔
امیر حسین در شفاء الاوام	دل ذلک علی وجوب المساوات والعدل لانہ اوردہ مورد الامر الامر یقتضی الوجوب	اس سے مساوات اور عدل کا وجوب نکلتا ہے کیونکہ یہ امر کی جگہ پر آیا ہے اور امر مقتضی ہے وجوب کا
امام احمد بن سلیمان در اصول الاحکام	دل علی انہ لا یجوز الا التسویۃ بین الاولاد	ان سب سے یہی نکلتا ہے کہ اولاد میں سوا تسویۃ کے یعنے اُنکے حقوق مساوی رکھنے کے سوا اور کچھ جائز نہیں ہے۔

امام احمد بن سلیمان نے ایک قول ابن عباس کا نقل کیا ہے کہ آنحضرت نے فرمایا۔

سووا بین اولادکم فی العطیہ فلو کنت مفضلا فضلت البنات	دینے میں اپنی اولاد کے ساتھ مساوات کا خیال رکھو۔ اگر ایک کو ترجیح دینے کا اختیار ہوتا تو میں لڑکیوں

کو ترجیح دیتا۔"

ہمیں یہ لکھنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جتنی باتیں اوپر بیان کی گئیں وہ سب فقہا کے نزدیک مسلم ہیں جو کچھ انہیں اختلاف ہے نتیجہ نکالنے میں ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ تسویہ (یعنی سب اولاد کو برابر دینا) مناسب ہے اور اسکا ترک کرنے والا گنہگار ہے اور بعض کا قول ہے کہ تارک گنہگار تو ہے ہی نفس ہبہ بھی کالعدم ہے۔ تسویہ مطابق حصص شرعی کے ہونا چاہیے یا باعتبار عدد موہوب لہ کے ہونا چاہیے۔ دوسرے لفظوں میں مساوات برحسب مورثیت ہونا چاہیے یا برحسب رؤس۔

امام محمد کہتے ہیں۔

واختلف فی ہذا بین العلماء انما اختلفوا فی کیفیۃ التسویۃ فذہب ابو یوسف الی التساوی بین الذکر والانثی وذہب فی حنیفۃ وقال محمد یجب ان یسوی بینہم علی حسب المواریث للذکر مثل حظ الانثیین۔ ووجہہ ان ورثتہ وجہ یستحقون المال علی ہذا السبیل	مساوات کی ضرورت میں علما کا اختلاف نہیں ہے۔ جو کچھ اختلاف ہے کیفیت مساوات میں ہے۔ ابو یوسفؒ کا مذہب ہے کہ باپ بخشش میں پسر اور دختر کو برابر رکھے۔ اور محمدؒ نے کہا نہیں۔ واجب ہے کہ علی حسب المواریث انہیں مساوات کی جائے یعنے پسر کو دو حصے دیے جائیں اور دختر کو ایک حصہ اور وجہ اسکی یہ بیان کی کہ اگر باپ مرجائے اور کچھ دے نہ جائے

تو سے ورثا اسی طریقہ سے ترکہ پائیں گے۔

ان تمام اقوال پر نظر کر کے میری ذاتی رائے یہ ہے کہ ہبہ میں مساوات واجب ہے وہ ہبہ جس میں بغیر کسی وجہ شرعی کے مساوات بین الاولاد نہ ہو وہ باطل اور کالعدم ہے۔ اور ہبہ کرنے والا گنہگار اور سخت گنہگار تو تمام علمائے اسلام کے نزدیک ہے لیکن اس میں اختلاف ہے کہ وہ باطل ہے یا نہیں۔ بعض علما کے نزدیک وہ ضرور باطل ہے اور قاضی کے حکم سے کالعدم ہو سکتا ہے اور یہی رائے میری بھی ہے۔

جن وجوہ سے مین نے یہ راے قایم کی ہو اُنکی تشریح ذیل مین ہو۔

جب آنحضرتؐ نے فرمایا۔

لیس یصلح ہذا "یہ صحیح نہاین ہو" تو پھر عدم جواز ہبہ غیر مساوی مین کیا شبہ رہ گیا۔

لا اشہد الا علی الحق "مین سواے حق کے دوسرے کسی امر کا گواہ نہین ہو سکتا" جسکا مطلب صریح یہ ہوا کہ یہ حق نہین ہو حق ہوتا تو مین گواہ ہوتا۔ اور یہ ظاہر ہو کہ جو حق نہین ہو باطل ہو۔

لا تشہدنی علی جور "جور پر مجکو گواہ نہ کرو" جور کے باطل ہونے مین کسی کو کلام نہین ہو۔

ان لبنیک علیک من الحق ان تعدل بینہم "لڑکون کا تجھ پر یہ حق ہو کہ تو انمین عدل کرے" جب عدل لڑکون کا حق ہوا تو باپ پر واجب ہوا۔ اور باپ کا جو فعل حق اور وجوب کے خلاف ہوگا وہ باطل ہوگا۔

فارجعہ یا اردوہ "تو واپس لے لو" اگر ہبہ غلام کا بمحرومی دوسرے لڑکون کے جائز ہوتا تو آنحضرت کسی طرح ہبہ کے واپس لینے کا حکم نہ دیتے۔ ہبہ شرعاً باطل تھا جب ہی اسکی واپسی کا حکم دیا۔

اتقوا اللہ واعدلوا بین اولادکم "اللہ سے ڈرو اور اپنے لڑکون مین عدل کرو" اللہ کے ساتھ یہان عدل کو عطف کیا ہو۔ یعنے اللہ سے ڈرنا جس طرح واجب ہو اسی طرح لڑکون مین عدل کرنا واجب ہو۔ احکام شرعیہ سے فقہی مسائل اخذ کرنے والے سمجھ سکتے ہین کہ اس قول مین کتنا زور ہو۔

حدیث مین نعمان کا بیان بھی منقول ہو۔ اُسنے کہا۔

فرجع ابی فی تلک الصدقۃ "پھر میرے باپ نے وہ صدقہ واپس لے لیا" اصطلاح شرع مین ہبہ نحل اور عطیہ اور کبھی کبھی صدقہ ایک ہی شی ہو۔ بشیر انصار سے تھے عربی زبان خوب سمجھتے تھے۔ انھون نے ہبہ کو ناجائز سمجھ کر غلام واپس لے لیا۔

سالف سے ایک قول منقول ہو کہ آنحضرتؐ نے دو مرتبہ کہا

عدلوا فی اولادکم "اپنی اولاد میں عدل کرو" اصول میں یہ بات مان لیگئی ہے کہ

الامر بالشئ نہی عن ضدہ والنہی عن الشئ یستلزم الفساد والمراد منہ البطلان

"کسی شئ کا حکم دینا اسکی ضد کا منع کرنا ہے" اور کسی شئ کی مخالفت ہو نہیں سکتی جب تک
وہ فاسد نہو۔ فاسد اور باطل ایک معنی میں ہیں۔

اشہد علیہ غیری "اس پر میرے سوا دوسرے کو گواہ کرو" بس یہی قول ہے جسکی بنا پر
یہ رائے قائم کی گئی ہے کہ ہبہ باطل وکالعدم ہوتا تو آنحضرت یہ نہ کہتے کہ دوسرے کو گواہ کرو۔
اول تو یہ قول ضعیف ہے۔ یہی قول کیوں مرجح سمجھا جائے اور اگر بالفرض آنحضرت نے
ایسا کہا تو اس سے جواز ہبہ تو پیدا نہیں ہوتا۔ مخالفت تخویف۔ تحذیر اور تہدید کا مضمون
نکلتا ہے۔ ابو محمد بن منصور جامع میں کہتے ہیں۔

لیس المراد من قولہ اشہد علیہ غیری الامر بالشہادۃ وانما ہو من تہدید علی سبیل الانکار نحو قولہ تعالی اعملوا ما شئتم

"آنحضرت نے جو کہا کہ میرے سوا کسی دوسرے کو گواہ کرو" اس سے دوسرے کو گواہ کرنے کا
حکم نہیں نکلتا۔ بلکہ اس سے محض تہدید
علی سبیل الانکار مقصود ہے۔ جس طرح اللہ تعالی قرآن میں کہتا ہے۔ جو چاہو تم کر دیکھو۔
خدا الف رحمت کہتا ہے کہ تم جو چاہو کرو۔ اس سے یہ مقصود نہیں ہے کہ خدا نے کفر کو جائز رکھا ہے
اور اسکے کرنے کا حکم دیا ہے۔

سووا بین اولادکم فی العطیۃ "اپنی اولاد میں مساوات رکھو" اس سے حکم پیدا ہے۔

فان ہذا لا یصلح "ایسی ہبہ میں صلاحیت شرعیہ نہیں ہے" جسمیں شرعی صلاحیت
نہیں وہ باطل ہے۔

ایسرک ان یکونوا فی البر سواء "تجکو تو بھلا معلوم ہوگا کہ اولاد تیری اطاعت میں مساوی
ہوں؟" اس سے مقصود آنحضرت کا یہ تھا کہ اولاد میں تفضیل کرنا سبب انکی عقوق یعنی نافرمانی
کا ہوگا۔ عقوق اکبر کبائر ہے اور اکبر کبائر کا جو باعث ہو وہ ضرور البطلان باطلات اور احرم محرمات ہوگا۔

لو کنت مفضلا لفضلت البنات میں تفضیل دیتا تو لڑکیوں کو فضیلت دیتا۔ اور عربی
توجیہ سے اسکا مفہوم یہ ہوا۔

لکنی لا افضل احداً فلا افضل البنات "مین کسی کو ترجیح نہین دیتا اسلیے لڑکیون کو ترجیح نہین دلیکتا" اس سے تفضیل کی نفی اور بطلان کی دلیل صریح واضح ہے - کوئی یہ نہ سمجھے کہ جو راے مین نے ظاہر کی ہے وہ میری راے ہے - نعمان بن بشیر کی حدیث سے اور شرع محمدی کے اعتدال اور اصول پر نظر کرکے بہت سے اکابر نے یہی راے ظاہر کی ہے کہ اولاد مین ہبہ کے وقت مساوات کا خیال رکھنا واجب ہے اور جس ہبہ مین مساوات بین الاولاد نہ ہو وہ کالعدم اور باطل ہے -

مین یہان پر علامہ محمد ابن اسمعیل امیر یمانی کی کتاب سبل السلام فی شرح بلوغ المرام مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی سنہ ۱۳۰۷ صفحہ ۸۴ کا ترجمہ نقل کرتا ہون

باب الهبة - الحديث الاول (عن النعمان بن بشير ان اباه اتى النبي صلى الله عليه وآله وسلم فقال ان نحلت ابنى هذا غلاما كان لى فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اكل ولدك نحلته مثل هذا فقال لا فقال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فارجعه وفى لفظ فانطلق ابى الى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ليشهده على صدقتى فقال افعلت هذا بولدك كلهم قال لا قال فاتقوا الله واعدلوا بين اولادكم فرجع ابى فرد تلك الصدقة متفق عليه وفى رواية لمسلم قال فاشهد على هذا غيرى ثم قال ايسرك ان يكونوا لك فى البر سواء قال بلى قال فلا اذن) الحديث دليل على وجوب المساواة بين الاولاد فى الهبة وقد صرح به البخاري وهو قول احمد واسحق وآخرين

باب ہبہ - حدیث اول - نعمان بن بشیر سے روایت ہے اسکا باپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ مین نے اپنے اس بیٹے (نعمان) کو اپنا یہ غلام دیا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اپنی تمام اولاد کو تم نے یون ہی دیا ہے؟ بشیر نے کہا نہین - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا "ہبہ واپس لے لو" اور ایک روایت مین نعمان کا بیان ہے کہ "میرا باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچا کہ آنحضرت کو اس ہبہ پر گواہ کرے - آنحضرت نے پوچھا ایسا ہی ہبہ تمام اولاد کے حق مین تم نے کیا ہے؟ میرے باپ نے کہا نہین - آنحضرت نے فرمایا اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے حق مین عدل کرو - پھر میرا باپ الٹا آیا اور وہ ہبہ پھیر لیا - اسپر سب کا اتفاق ہے - اور مسلم کی ایک روایت ہے کہ آنحضرت نے فرمایا میرے

وانها باطلة مع عدم المساواة وهو الذي
يفيده الفاظ الحديث من امره صلى الله عليه
وسلم بارجاعه ومن قوله اتقوا الله وقوله اعدلوا
بين اولادكم وقوله فلا اذن وقوله لا اشهد
على جور واختلف في كيفية التسوية فقيل بان
تكون عطية الذكر والانثى سواء وهو ظاهر قوله
في بعض الفاظ عند النسائي الا سويت بينهم وعند
ابن حبان سووا بينهم والحديث ابن عباس
سووا بين اولادكم في العطية فلو كنت مفضلا
احدا لفضلت النساء اخرجه سعيد بن منصور
والبيهقي باسناد حسن وقيل التسوية ان يجعل
للذكر مثل حظ الانثيين على حسب التوريث و
ذهب الجمهور الى انها لا تجب التسوية بل تندب
واطالوا في الاعتذار عن الحديث وذكر في الشرح
عشرة اعذار كلها غير ناهضة وقد كتبنا في ذلك
رسالة جواب سوال اوضحنا فيها قوة القول
بالوجوب التسوية وان الهبة مع عدمها باطلة

سوا کسی اور کو گواہ کرو - اور پھر فرمایا تمکو اچھا معلوم
ہوگا اگر سب اولاد بدرجہ مساوی اطاعت کرے بشیر
نے کہا ہاں - آنحضرتؐ نے فرمایا - تم عدل نہ کروگے تو
وہ اطاعت بھی نہ کرے گی تو اصل حدیث کی
عبارت ہوئی - اسپر علامہ یمانی رحمہ اللہ تعالی شرح
لکھتے ہیں کہ اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ہبہ
کرنے میں تمام اولاد کو مساوی درجہ میں رکھنا واجب ہے
اور بخاری نے بھی ایسی ہی صراحت کی ہے احمد اور اسحق
وغیرہ کی بھی یہی رائے ہے اور یہ بھی پیدا ہے کہ جس ہبہ میں
مساوات بین الاولاد نہ ہو وہ باطل ہے الفاظ حدیث دیکھو
آنحضرتؐ کا حکم دینا کہ ہبہ واپس لے لو اور پھر فرمانا کہ اللہ سے ڈرو اور اولاد
کے درمیان عدل کرو - آپکا فرمانا تو وہ اطاعت بھی کرینگے
آپکا ارشاد کہ میں ظلم پر گواہ نہیں ہوتا ان سب سے یہی پیدا
ہے - ہاں مساوات کی طور میں البتہ اختلاف ہے بعضوں نے
کہا مرد اور عورت کو برابر دینا چاہیے کیونکہ حدیث کے
الفاظ صریح یہی معنی رکھتے ہیں مثلاً نسائی کے نزدیک
عبارت یہ ہے کیا تو نے اولاد میں مساوات نہیں رکھی - ابن
حبان کے نزدیک آنحضرت کا قول یہ ہے اولاد میں مساوات رکھو - ابن عباس کی حدیث یوں مشہور
ہے اپنی اولاد میں تسویہ (برابری) رکھو - اگر کسی کو میں فضیلت دیتا تو عورتوں کو فضیلت دیتا -
سعید بن منصور اور بیہقی نے باسناد حسن یہ نقل کیا ہے اور بعضوں کی رائے ہے کہ تسویہ یوں ہونا چاہیے
کہ مرد کو حالت ہبہ میں دو عورتوں کے برابر دیا جائے جیسا کہ توریث کی حالت میں حصہ ملتا ہے
اور بہت سے لوگوں کی یہ رائے بھی ہے کہ تسویہ واجب نہیں ہے بہتر ہے - حدیث میں انھوں نے
تاویلیں کی ہیں اور دس حجتیں لکھی ہیں جنمیں ایک بھی معقول نہیں ہے - میں نے اس باب میں

ایک رسالہ بطور جواب وسوال لکھا ہی اور خوب توضیح سے ثابت کیا ہی کہ وجوب تسویہ کی رائے قوی تر ہی اور جب ہبہ مین تسویہ نہو وہ باطل ہی۔ ترجمہ ختم ہوا۔

یہ بھی واضح رہے کہ دیگر بلاد اسلام مین ہبہ بین الاولاد مین غیر مساوات محبت کے کم و بیش ہونے کی وجہ سے ہوگی اور علما نے اسی خیال سے اسکو غیر ممدوح یا باطل ٹھہرایا ہوگا۔ ہندستانی مسلمان جو اپنی لڑکیون سے محبت رکھتے ہین۔ لڑکون سے ناخوش رہتے ہین اور پھر یہ چاہتے ہین کہ لڑکے اُنکا ترکہ پائین اور لڑکیان نہ پائین وہ عورتون کے حقوق کو جو قرآن مین مقرر ہین خلاف عقل سمجھتے ہین اور اس طرح خدا کے کلام کو خلاف حکمت جانتے ہین اور خدا کو حکیم مطلق نہین سمجھتے۔ انکو ضد ہی کہ اُنکے خاندان مین وراثت قرآن مجید کے مطابق جاری نہو۔ اگر یہ صورت اُن علما کے سامنے پیش ہوتی تو وہ ہبہ کے باطل ٹھہرانے پر اکتفا نہ کرتے بلکہ واہب کے مرتد (دین اسلام سے پھرنے والا) ہوجانے کا بھی فتوی سناتے

شرع محمدی جس اصول پر مبنی ہی اسکا مقتضا بھی یہی ہی کہ ایسی ہبہ مین مساوات واجب ہو۔ جن گھرون مین باپ اپنی اولاد کے ساتھ مساوات کا خیال نہین رکھتا وہان اولاد بھی باپ کی اطاعت دل سے نہین کرتی۔ علما نے لکھا ہی کہ "پھر یہ ترتیب منزل کی خرابی کا باعث ہوگا" مین کہتا ہون کہ صرف اتنا ہی نہین بلکہ بھائیون مین اور بھائی بہنون مین اور اُنکی اولاد مین ہمیشہ کے لیے باہم ایک دوسرے سے نفرت پیدا ہوجاتی ہی اور رفتہ رفتہ اس سے قومی نفاق کی بنیاد قایم ہوتی ہی اور پھر نہایت خراب اثر مترتب ہوتے ہین ہندوون کی حالت بلکہ اچھی ہی جہان لڑکیان جانتی ہین کہ وہ شاستراً محروم ہین۔ لیکن مسلمانون مین جب یہ تسلیم کیا جاتا ہی کہ باپ کے مرنے پر لڑکیان ضرور پائین گی۔ باپ کو یہ اختیار نہین ہی کہ وصیت کے ذریعہ سے اُنکو محروم کرے تو لڑکیان ایک حق اپنا پیدا سمجھتی ہین۔ اب اگر باپ کو اجازت دیجائے کہ وہ دوسرے ورثا کے حق مین ہبہ کرکے اپنی لڑکی کو محروم کرے تو اسسے خواہ مخواہ لڑکی کو شکوہ کا موقع ہوگا امید ہی پیدا ہوجانے سے تو شکوہ کا موقع ہوتا ہی۔ شکوہ اکثر نفرت اور عداوت تک منجر ہوتا ہی۔ باپ کو وصیت سے روک کر یون ہبہ کی اجازت دینا گویا اسکو چھوٹی کارروائی کرنے کی اجازت دینا ہی۔ اور یہ اور بھی برا ہی۔ غیر مساوی ہبہ کے عدم جواز

یہ حکم نہ ہوتا جب بھی یہ قیاس ہونا چاہیے تھا کہ ہبہ غیر مساوی مصالح شرعی کے خلاف ہونے کی وجہ سے باطل ہے لیکن یہان تو صریح حدیث نبوی موجود ہے نہ اسمین تاویل کی گنجایش ہے اور نہ کچھ بھی پیش و پیش کا موقع ہے۔

ہائیکورٹ کلکتہ مین ایک بڑا لایق مسلمان جج موجود ہے اور یہ مقدمہ غالباً بصیغہ اپیل انھین کے سامنے پیش ہوگا۔ مجھے امید ہے کہ جن اہم مسائل شرعیہ پر مین نے اسقدر محنت شاقہ گوارا کی ہے وہ رائگان نہ جائیگی اور مجھے امید ہے کہ بمبئی ہائیکورٹ مین اگر یہ مسئلہ کسی طور سے چھڑا تو وہان بھی ایک بڑا ذی علم مسلمان جج موجود ہے۔ ایسے ایسے لایق آزاد صائب الرائے ریفارمر ان باتون پر غور کیے بغیر نہ رہین گے۔ ان لوگون کا فیصلہ قانون کا حکم رکھتا ہے۔ انھین کے فیصلے جج میڈ لا کہلاتے ہین۔ گورمنٹ نے شرع محمدی کو مسلمانون کے درمیانی معاملات مین زندہ رکھنے کا ارادہ مصمم کرلیا ہے۔ اور اسوقت گورمنٹ کی طرف سے انھین دونون مسلمان ججون کی گردنون پر تمام ہندوستان کے مسلمانون کے تصفیہ حقوق کا گویا بار ہے۔ یون تو تمام جج برابر ہین۔ لیکن مسئلہ شرع مین جو امید ان ججون سے کی جاسکتی ہے دوسرون سے نہین ہوسکتی۔ یہ اپنے منصب کو سمجھین تو اپنے وقت کے قاضی ابو یوسف اور امام محمد ہین۔ جس جہان بان سے یہ شرعی مسائل کو سمجھتے ہین وہ بہت زیادہ قابل قدر اور تمام مسلمانان ہند کی شکرگزاری کا باعث ہے۔ ان دونون سے امید ہے کہ عورتون کے حقوق کی پامالی کسی طرح گوارا نہ کرین گے۔

میری اسقدر تحریر رائگان نہ سمجھی جائے۔ ان تحریرون سے معلوم ہوگا کہ مسلمانون مین ہبہ اور وصیت کی کیا نوعیت ہے۔ لڑکون کے حقوق کیا ہین۔ والدین کے حقوق کیا ہین۔ جب تک ان تمام امور سے واقفیت نہ ہوگی کوئی شخص واقعات پر صائب رائے نہین قایم کرسکتا۔

اب مین امر اول کی تجویز شروع کرتا ہون۔ میری تجویز کا مدار شیخ نصیر اور اسکی بی بی حلیمہ خاتون یعنے فریقین کے والدین کے اظہار پر ہے۔ اور فی الواقع تمام مسل مین یہی دو شہادتین ہین۔ ان شہادتون سے عرضی دعوی کے بیان کی پوری تائید ہوتی ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ

کلیم نے اپنے حق مین کل جائداد کی وصیت چاہی۔ شیخ نصیر اسپر راضی تھا لیکن کلیم نے اس حالت کو کمزور سمجھ کر انکار کیا۔ پھر تھوڑے دنون کے بعد یہ ہبہ نامہ لکھا گیا۔ لیکن تاریخ ہبہ سے کسی قسم کا فرق انتظام مین نہین آیا۔ نہ نصیر نے اپنا قبضہ اُٹھایا اور نہ کلیم نے کبھی قبضہ پایا۔ بلکہ شیخ نصیر کی بی بی نے کہا کہ "جیتے جی بھلا قبضہ شیخ نصیر کا کیون کر جاتا رہیگا۔ تحریر کا تو یہ منشا ہے کہ شیخ نصیر اور میرے مرنے پر تنہا قبضہ شیخ کلیم کا رہے" مین تجویز کرتا ہون کہ نصیر نے کلیم کو مطابق ہبہ کے قابض نہین کرایا۔ اور ہبہ کے ساتھ قبضہ لازم ہے۔ اسکے لیے شرعی احکام بہت صاف ہین۔

نام کتاب	عبارت	ترجمہ
فتاوی عالمگیری کتاب الہبہ باب ثانی	ولا یتم حکم الہبۃ الا مقبوضۃ ویستوی فیہ الاجنبی والاولاد اذا کان بالغاً ھکذا فی المحیط	حکم ہبہ کا بغیر قبضہ کے پورا نہین ہوتا اجنبی اور اولاد بالغ دونون اسمین برابر ہین ایسا ہی محیط مین ہے
ہدایہ کتاب الہبہ	لنا قولہ علیہ السلام لا یجوز الہبۃ الا مقبوضۃ	آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صریح قول موجود ہے "ہبہ بغیر قبضہ کے جائز نہین ہے"
شرح محمدی از جسٹس امیر علی جلد ا صفحہ ۹۷		فی الواقع ہبہ قانوناً موثر نہین ہوتا جب تک کہ قبضہ اُسکے مطابق نہ ہو اور اس بارے مین موہوب لہ اجنبی ہو یا واہب کا پسر بالغ ہو دونون کا یکسان حکم ہے۔
شرح محمدی از شاما چرن مطبوعہ ۱۸۸۵ء جلد دوم صفحہ ۲۲		ہبہ قانوناً بے اثر ہے جب تک شی موہوبہ پر قبضہ نہ ہو اور اس بارے مین اجنبی کا اور واہب کی اولاد کا اگر وہ بالغ ہو ایک حکم ہے۔ شاما چرن صفحہ ۲۲ طبع ٹگور لا لکچر ۱۸۸۵ء طبع شدہ جلد دوم

یہان شرح محمدی کا یہ مسئلہ بھی جان لینا چاہیے کہ اگر کوئی شخص اپنے نابالغ پسر یا نابالغ دختر کو کوئی شی ہبہ کرے تو نابالغ کو قبضہ دینا ضرور نہین ہوتا۔ اولاد بالغ ہو جب ہی قبضہ دینا لازم ہوتا ہے۔ اولاد کو کس طرح قبضہ دیا جائیگا اسکو بھی سمجھ لینا چاہیے۔ باپ کے ساتھ اگر بیٹا رہتا ہو تو اسکو شی موہوبہ کا قابض نہین سمجھین گے۔ ہان باپ سے بیٹا الگ

رہتا ہو- باپ اُسکو کوئی شئے دیدے اور خود اُس سے بالکل دستکش ہوجائے تب
البتہ کہا جائیگا کہ بیٹا قابض ہے- فرض کیجیے کہ جائداد غیر منقولہ پر باپ کا مدار رزق ہے اور بیٹا
بھی اُس سے بذریعہ باپ کے پرورش پاتا ہے- باپ نے ایک ہبہ نامہ بیٹے کے نام
لکھدیا اور خود بدستور اُسی جائداد سے پرورش پاتا رہا کسی طرح کا فرق باپ بیٹے
کی طرز بود و باش میں نہیں آیا تو اس سے ہرگز شئے موہوبہ پر بیٹے کا قبضہ نہ سمجھا جائیگا اگر اس
قبضہ کو بھی قبضہ کہیں گے تو پھر یہ مسئلہ کہ نابالغ بیٹے کی حالت میں باپ کا قبضہ کافی
ہوگا اور بالغ بیٹے کی صورت میں بیٹے کو خود قابض ہونا چاہیے بے معنی ہوجائیگا-

مقصد بالا التقریر کی تائید کے لیے کسی نظیر کی ضرورت نہیں ہے شرع محمدی اس بارے
میں بہت صاف ہے اور معمولی سمجھ کا آدمی بھی اسکو بخوبی سمجھ سکتا ہے- لیکن احتیاطاً میں
مدراس کے ایک فیصلہ کا حوالہ دیتا ہوں جو ابھی حال میں انڈین لا رپورٹ سلسلہ
مدراس جلد ۱۹ میں بصفحہ ۳۴۳ شائع ہوا ہے- لوا صاحب اپیلانٹ بنام محمد رسپانڈنٹ
اس سے معلوم ہوگا کہ ایکٹ انتقال نافذ ہونے پر بھی مسلمانوں کے درمیان
شرع محمدی کے مطابق ہبہ کے مسائل فیصلہ پاتے ہیں- اس مقدمہ میں ایک عورت
نے اپنا مکان اپنے بھانجے کو ہبہ کردیا تھا- وہی بھانجے کی پرورش کرتی تھی اسلیے وہ
بعد ہبہ کے مکان موہوبہ سے باہر نہیں نکلی اُسی میں رہی- بحث پیدا ہوئی کہ واہبہ اپنے قبضہ
سے دستبردار ہوئی اور موہوب لہ قابض ہوگیا؟ جج ضلع نے بصیغہ اپیل اول ہبہ کی
تائید میں لکھا-

"واہبہ اور موہوب لہ کی رشتہ داری پر لحاظ کرکے اور اس امر پر لحاظ کرکے"
"کہ واہبہ ہی موہوب لہ کی پرورش کرتی تھی واہبہ کا مکان میں رہنا یہ اثر"
"نہ پیدا کریگا کہ واہبہ کا بالکل مکان موہوبہ سے قطع تعلق کرلینا نہ سمجھا جائے"
"میرے نزدیک شرع محمدی کے مطابق ہبہ جائز ہے"

ہائیکورٹ نے بصیغہ اپیل ثانی یہ تجویز منسوخ کرکے فیصلہ کیا-

"مسئلہ شرع محمدی بابت ہبہ یہ ہے کہ ہبہ معناً نہ ہونا چاہیے- اسکو صریح اور غیر مشتبہ"

* یہ تحریر مصنف کتاب نے پیچھے سے لکھدی ہے اصل فیصلہ میں اسکا حوالہ نہیں ہے-

"ہونا چاہیے۔ اور واہب کی نیت یون ظاہر ہونی چاہیے کہ شئی موہوبہ سے وہ"
"بالکل الگ ہوجائے۔ اگر شئی موہوبہ پر وہ کوئی حق مالکانہ نافذ کرتا رہیگا تو ہبہ"
"باطل اور ناجائز ہوگا"
"استثنا صرف اسوقت ہے کہ مکان موہوبہ شوہر بی بی کو دیدے یا باپ اپنے نابالغ"
"لڑکون کو دے۔ اس مقدمہ مین موہوب لہ مستثنیات مین داخل نہین ہوتا"
"اور اسلیے ہمکو تجویز کرنا چاہیے کہ ہبہ کے جائز قرار دینے مین جج ضلع نے"
"غلطی کی۔"

ماحصل میری راے کا یہ ہے کہ امر اول بحق مدعیہ فیصلہ ہونا چاہیے۔
امر دوم کی تجویز بھی مین مدعیہ کے موافق کرتا ہون۔ یعنی مین یہ تجویز کرتا ہون
کہ کوئی جائداد شیخ کلیم کی نہین ہے جو کچھ اسکے نام ہے اسم فرضی ہے۔ شیخ نصیر کے روپیے
جائداد خریدی گئی اور اب تک شیخ نصیر کا اسپر قبضہ ہے۔
مواضع قاضی پور۔ مسعود پور۔ مان پور۔ اور چک برہان مختلف وقتون مین کلیم کے
نام سے خریدے گئے۔ مگر یہ شہادت سے ثابت ہے کہ بذریعہ عطیہ یا بذریعہ کسب کبھی کلیم کو
یہ استطاعت نہین ہوئی کہ وہ زرثمن ادا کرنے کے قابل ہوتا۔ کل زرثمن نصیر نے ادا کیا۔
اور اب تک وہ نصیر ہی کی جائداد سمجھے گئے۔
مواضع چک حسن پور۔ حسین پور اور عالم نگر کی نسبت دستاویزون سے اور شہادت
لسانی سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ جو دستاویز شیخ نصیر کے نام تھا انھی کے اصل اور سود کے
عوض مین یہ مواضع بیع ہوئے۔ اور بجاے نصیر کے تنہا کلیم کا نام درج بیعنامہ ہوا۔ اور
یہ وہ زمانہ ہے کہ کلیم بالغ اور ہوشیار تھا۔ کاروبار مین اپنے باپ کا ہاتھ بٹا سکتا تھا۔ اور اس معاملہ
مین شاید کلیم نے باپ سے راے بھی لی ہوگی اور اپنے نام بیعنامہ لکھوا لیا ہوگا۔
بہرحال اسمین شک نہین کہ یہ ساتون مواضع شیخ نصیر کے روپیہ سے خریدے
گئے۔ شیخ کلیم نے نہ کوئی جزو زرثمن کا ادا کیا اور نہ انمین ادا کرنے کی قابلیت تھی۔ روداد
سے اسقدر ثابت ہے کہ کلیم نے چھوٹے چھوٹے دو ہاتھی جہیز مین پائے تھے جنکی قیمت زر مختصر

ہوتی گئی اور پندرہ سولہ برس کے بعد وہ بارہ ہزار کو پہنچے - اور وہ روپیہ سود پر قرض
دیا گیا - اب اسکا سود بڑھتے بڑھتے چالیس ہزار تک پہنچا ہے اسکا دستاویز کلیم کی بی بی
کے نام ہے - ابھی تک کوئی جائداد اس سے خریدی نہیں گئی اور نہ وہ دستاویز اس
دعوی مین شامل ہے - جو چیز بہ مشکل کلیم کی کہی جا سکتی ہے وہ صرف دستاویز ہے -

تجویز ختم کرنے کے قبل مین اسقدر لکھنا ضروری سمجھتا ہون کہ ہندوستان مین اسم
فرضی دستاویز ہونے کا بہت بڑا دستور ہے - ناعاقبت اندیش اشخاص کبھی تو بے پروائی
سے اپنے اعزہ کے نام یا خاص اپنے بیٹے کے نام جائداد خرید کر لیتے ہین اور کبھی بوجہ
اپنے نام کی جگہ پر اپنے کسی دوست یا عزیز کا نام درج کاغذ کرا دیتے ہیں ان معاملات مین
اپنی ہی ملکیت قایم رکھنا منظور ہوتا ہے - صرف اپنے نام کی جگہ پر دوسرے کا نام ہونا پسند کیا جاتا
ہے - اس قسم کے معاملات کو یہان کی اصطلاح مین اسم فرضی بولتے ہین اور انگریزی
مین اسکو بنامی Benami کہتے ہین اس انوکھے دستور کے متعلق - لارڈ ہاب ہاؤس
پریوی کونسل کے جج بمقدمہ ادمان پرشاد بنام گندھرپ سنگھ صفحہ ۲۳ فقرہ دوم مین

نظیرین لا رپورٹ سلسلہ کلکتہ جلد ۵ فیصلہ پریوی کونسل بعینہ بین بنامی فیصلہ جوڈیشل کمشنر اودھ

لکھتے ہین کہ " ہم سب کو یہ بخوبی معلوم ہے کہ ہندوستان مین جائداد
کو دوسرے کے نام اسم فرضی کرنے کا دستور بہت زیادہ عام ہو رہا ہے -
محض دستاویز کا قاعدہ سے مرتب ہونا اور بظاہر دوسرے کی طرف
جائداد کا منتقل ہونا واقعی انتقال کی کوئی ایسی عمدہ شہادت
نہین ہے جیسی کہ یورپ اور ملکون مین متصور ہوتی ہے - اور تھوڑی شہادت اس امر کے ثابت
کرنے کو کہ یہ فرضی کارروائی ہے کافی ہو سکتی ہے - لیکن ظاہری حالت کو جو باطل کرنا چاہے
اسے کچھ دکھانا بھی چاہیے جس سے اس معاملہ کا فرضی اور غلط ہونا ثابت ہوتا ہو "
بہر حال جو جائداد کلیم کے نام ہے اسکی نسبت اسم فرضی ہونے کی شہادت مسل مین موجود ہے
اور امر دوم بھی مین موافق مدعیہ کے فیصلہ کرتا ہون -

نتیجہ میری تجویز کا یہ ہے کہ تمام جائداد مندرجہ عرضی دعوی اسوقت شیخ نصیر کی ہے اور آیندہ
کوئی عارضہ جدید لاحق ہوا تو بعد مرنے شیخ نصیر کے وہ تمام اسکا ترکہ متصور ہو کر اسکے ورثا

مین حسب احکام شرع محمدی تقسیم کیے جانے کے لایق ہوگی۔ ہبہ نامہ کچھ مضر نہ ہوگا

دستخط مجوز بخط انگریزی پٹینہ ۱۵/۱۲ ۱۸۹۵

فیصلہ صادر ہوتے ہی تمام دھوم مچ گئی۔ کلیم کا منہ چھوٹا سا ہوگیا۔ کلکتہ کے نامی بیرسٹر دن نے جب یادداشت اپیل لکھنے کی گنجایش نہ دیکھ کر کاغذات واپس کر دیے اسوقت کلیم کو معلوم ہوا "الحق یعلوا ولا یعلی" لیکن مجاہد کو اپیل نہ داخل ہونے کا بڑا افسوس رہا۔ وہ چاہتا تھا کہ مقدمہ عدالت اپیل تک جائے۔ ممکن ہو تو پریوی کونسل تک پہنچے۔ اور نظیر ہو کر انڈین لار یورٹ مین چھپے۔ اپنی کامیابی کی اسکو پوری امید تھی وہ عدالت اپیل سے ڈرتا نہ تھا بلکہ یہ سمجھتا تھا کہ اپیل تک پہنچ کر یہ مقدمہ تمام ہندوستان کی بے زبان پردہ نشین شریف زادیون کے حقوق کی حفاظت کے لیے سپر کا کام دیگا اور یہی اسکی غرض تھی۔ صرف فہیمہ کے نفع یا نقصان کا اسکو خیال نہ تھا۔ اپنی تمام ملکی ماؤن اور بہنون کے لیے اسنے یہ بار سر پر اٹھایا تھا۔ مجاہد کو جو خوشی حاصل ہوئی اسکا بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ متین اور فہیمہ سے کہین زیادہ اسکو مسرت ہوئی اسنے دو ہزار روپیہ ساکین مین تقسیم کیے اور اس طرح اس کامیابی پر خدا کا شکریہ ادا کیا۔

نصیر کی حالت ناگفتہ بہ ہے جب وہ عدالت کے سامنے اظہار دینے کھڑا ہوا تو مجاہد نے بہ آواز بلند کہا کہ خود باپ کی غلط کاریون کا نتیجہ ہے کہ آج وہ اپنی اولاد کے جھگڑون مین گواہی دینے کے لیے بلایا گیا ہے۔ ایک مرتبہ خدا کے سامنے بھی گواہی دینی ہوگی اور وہی گواہی مشکل ہوگی۔ نصیر نے گواہی دی اور ایمان کی سچی کہی کہین سے اسکو خفت نہین ہوئی لیکن پھر بھی اسکو یہ خیال ضرور ہوا کہ شروع سے کلیم کی بیجا کارروائیون کو بیجا روکتا ناجائز فعل کی طرف اسکی ہمت نہ بڑھنے دیتا تو آج یہ دن دیکھنے مین نہ آتا۔ اسمین شک نہین کہ نصیر بڑا غیور شخص تھا۔ اور مولوی صاحب کی صحبت نے اسکو بیحد بیدار بنا دیا تھا۔ عدالت کے سامنے کھڑا ہونا اسکو بہت ہی کھلا۔ اپنے گھر کے جھگڑون کا عدالت مین جانا اسکے لیے سخت ندامت کا باعث ہوا۔ وہان سے آکر وہ تپ ولرزہ مین مبتلا ہوگیا اور دو ہفتے بھی نہ گذرے تھے کہ اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔ اسکے بعد ہی اسکی بی بی شوہر کا

مجاہد

ساتھ دینے کو تیار ہو گئی۔

نصیر کی ابتدائی حالت کچھ ہی ہو لیکن اُسکا خاتمہ ایسا اچھا ہوا کہ ہر مومن کا خدا ایسا ہی
انجام بخیر کرے۔ اپنے معاصی سے پکا تائب ہوکر اسلام کا سچا شہید بنکر اس نے دنیا سے
کوچ کیا۔ خدا مغفرت کرے۔

شیخ نصیر مر گئے۔ لیکن قصہ ختم نہیں ہوا۔ شیخ نصیر کے بعد انکی جائداد باقی رہی تو کچھ
اسکا حال بھی سن لینا چاہیے۔ شیخ نصیر کے مرنے پر متین اور فہیمہ نے شیخ نصیر کی جائداد
میں حصہ لینا پسند نہیں کیا۔ متین تو اپنی عالی حوصلگی کی وجہ سے اور فہیمہ اسلیے کہ
باپ کی موت نے اسے جائداد سے متنفر بنا دیا۔ وہ سمجھی کہ جس جائداد نے
میرے باپ کی جان لی اس سے واسطہ رکھنا کراہت ہے۔ وہ کہتی تھی کہ اگر باجان
کا انحصار نہ ہوتا تو جان لینے والے صدمہ کی صورت انکے سامنے کبھی نہ آتی۔ افطار فہیمے
ور دلاور کے باہمی نزاع کی غیرت نے انکی جان لی اور سب نزاع اسی جائداد کمبخت
کی بدولت تھی۔

اب فکر یہ ہوئی کہ جائداد کیا کی جائے۔ متین کی راے تھی کہ مدرسہ یا شفاخانہ کے
لیے وقف کر دی جائے۔ اور فہیمہ کہتی تھی کہ کلیم ہی کو واپس کر دی جائے۔ لیکن مجاہد
نے ایک اور صورت نکالی جس پر سب نے عمل کیا۔ چھپرے سے کچھ چالیس پچاس
کوس پر گورکھپور ایک شہر ہے جہاں مولانا محمد یحیٰ ایک نہایت متبرک شخص رہتے
ہیں۔ حسب اور نسب کے اعتبار سے بھی طبقۂ شرفا میں اعلیٰ جگہ رکھتے ہیں۔ عدالت
دیوانی کے وکیل ہیں۔ اور انجمن اسلام گورکھپور کے سکریٹری ہیں۔ انکے تقدس اور راستبازی
کی داستان اگر کہی جائے تو ایک دفتر چاہیے۔ بالفعل انھوں نے اپنی بیوہ لڑکی کا عقد
ثانی کر کے ملک میں نہایت شہرت حاصل کی ہے۔ ممکن ہے کہ غیر بلاد کے لوگ اسپر بلبلیں۔ یا
تعجب و ..... ترقی کرے اور خود ہمین کے باشندے قہقہہ لگائیں کہ بیوہ لڑکی کے
عقد کرنے میں کسی کا ممدوح ہونا ایسا ہی جیسا اپنے بچوں کو دانہ کھلانے اور پانی پلانے
..... جانے اسلیے یہ لکھنا بیجا نہیں ہے کہ ہجرہ کی تیرھویں صدی میں بیوہ لڑکیوں کا

نکاح ثانی ہندوستان میں سخت معیوب اور مذموم ہو گیا تھا۔ شرفا کے طبقہ میں اور بالخصوص اس حصہ ملک کے شرفا میں جہاں مولانا محمد نبی تھے بیوائوں کے عقد ثانی کا ناپسند کرنا ہی شرافت کا بڑا معیار سمجھا جاتا تھا۔ یہ کوئی گزشتہ زمانہ کا ذکر نہیں ہے اب بھی شریفوں میں جو شرع کی نظر میں رذیلوں سے بھی بدتر ہیں بیوائوں کا عقد ثانی سخت جرم سمجھا جاتا ہے۔ ایسی حالت میں مولانا نے سُنت نبوی کو زندہ کرنے کی جرأت کی تو یہ سمجھنا چاہیے کہ بڑے جہاد کی ہمت کی۔

۵۔ جولائی سنہ ۱۹۲۶ء کو مولانا محمد نبی کی دختر نیک اختر کا عقد ہوا۔ تمام اخباروں میں اسکا چرچا ہوا اسکی خوبیوں میں ابوالفضل عباسی کا رسالہ محسنہ الارامل پانچ ہزار جلد چھپ کر شائع ہوا۔ قوم میں جان آچلی ہے۔ ان افعال کے قدردان ابھی موجود ہیں نکاح کے وقت تو مولانا کو بھی پس و پیش تھا لیکن بعد کو اتنے خطوط تہنیت کے آئے کہ مولانا کو قوم کی طرف سے پھر کچھ کھٹکا نہ رہا۔ مولانا موحد ہی موحد رہ گئے ورنہ جا بجا اسکی تقلید اس طرح ہوئی کہ دو تین مہینہ میں گویا ہوا کا رخ ہی بدل گیا۔ گورکھپور سے چہرہ کچھ دور نہیں ہے قریب ہی ہے۔ مجاہد متین اور فہیمہ کو بھی مولانا کی لڑکی کے عقد ثانی کی خبر پہنچی۔ ۲۶ر جولائی سنہ ۱۹۲۶ء کو مولانا محمد نبی دیوانی کچہری میں ایک مقدمہ کی پیروی میں مصروف تھے کہ ڈاکیہ نے ایک رجسٹری شدہ لفافہ انکے ہاتھ میں دیا اور دستخط کرا کر رخصت ہوا مولانا کو مقدمہ سے کوئی چار بجے چھٹی ملی۔ گاڑی لگی ہوئی تھی وہ سوار ہوئے اور لفافہ گاڑی میں کھولا تو اسکے اندر ایک رجسٹری شدہ دستاویز نکلا۔

ہبہ نامہ

میں فہیمہ زوجہ مولوی محمد متین ساکن چہرہ

یہ دستاویز ہبہ نامہ بحق محسنہ خاتون بنت مولانا محمد نبی وکیل عدالت دیوانی ضلع گورکھپور تحریر کرتی ہوں تشریح اور شرائط ذیل میں درج ہیں۔

۱۔ میرے باپ شیخ نصیر کی طرف سے اُنکے علم یا لاعلمی میں ایک ہبہ نامہ انکی تمام جائداد کا بحق انکے ورثا شیخ کلیم۔ مولوی سلیم اور مجھ فہیمہ کے لکھا گیا۔

۲- جو جائداد مجکو ملی تھی وہ بہت ہی کم مالیت کی تھی - مین نے اپنے شوہر مولوی محمد متین اور بہی خواہ قوم مولوی مجاہد کے مشورہ سے اپنے باپ اور بھائی پر نالش کی اور بالآخر تاریخ ۵ اسد سمبر ۱۸۹۵ء کو میرے حق مین ڈگری اس مضمون کی صادر ہوئی کہ ہبہ نامہ کالعدم ہی شیخ نصیر کے مرنے پر تمام جایداد مندرجہ ہبہ نامہ ترکہ شیخ نصیر متصور ہوگی اور انکے ورثا مین قابل تقسیم ہوگی -

۳- تاریخ ۱۶ مارچ ۱۸۹۶ء کو بغیر کسی وصیت یا دین کے شیخ نصیر نے قضا کی اور انکے ترکہ مین جو حصہ میرا قرار پایا اُسکی تصریح ذیل مین ہی -

۴- میری مان شیخ نصیر کے بعد فوت ہوئین - لیکن کوئی فرق میرے حصہ مین نہین آیا انکی وجہ سے جو کمی میرے حصہ مین ہوتی وہ اُنکے بے وصیت اور بے دین مرنے کی وجہ سے نہین ہوئی -

۵- جو حصہ مجکو ترکہ پدری مین پہنچا اب اسکو مین خود تصرف کرنا پسند نہین کرتی چند وجوہ سے مجکو اس جائداد سے مستفید ہونا منظور نہین ہی - لیکن اسکے ساتھ ہی مین چاہتی ہون کہ کسی کار خیر مین یہ صرف ہو -

۶- محسنہ خاتون دختر مولانا محمد نبی مذکور مچھلی شہری نے جو عزت شرعی نگاہ مین اسوقت مسلمان عورتون مین حاصل کی ہی اُسکی مسرت مجکو بیحد ہی اور مین اس مسرت کا اظہار عملی طور پر کرنا چاہتی ہون اور یہ دکھانا چاہتی ہون کہ ایسے مواقع پر قوم کو اچھے کام کے رواج دینے والون کے ساتھ کیسا اعزازی برتاؤ کرنا چاہیے - مین تمام وہ جائداد جو مجکو شیخ نصیر کے ترکہ مین ملی بی محسنہ خاتون کو ہبہ کرتی ہون - اب مجھے جائداد سے کوئی واسطہ نہ رہا بی بی محسنہ خاتون کو مین تمام مالکانہ اختیار عطا کرتی ہون اور خود بالکل دستبردار ہوتی ہون -

اسکے بعد جائداد موہوبہ کی تفصیل تھی

۲۲ جولائی ۱۸۹۶ء مقام چھپرہ

دستخط نسیمہ گواہ شد محمد متین شوہر واہبہ گواہ شد محمد مجاہد بن محمد حامد ساکن چھپرہ

مولانا پُرانے زمانے کے آدمی دستاویز دیکھ کر بہت گھبرائے وہ نئے زمانے کے ہونے جب بھی متعجب ہوتے۔ معاملہ ہی اس طور کا تھا۔ بے شان وگمان جائداد کا ملنا اور جائداد بھی ایسی جو ایک چھوٹے سے راج کے برابر ہو۔ انگلستان میں اس طرح کے معاملے شاید ہوتے ہوں انگریزی ناولوں میں تو اس طرح کے تذکرے بہت چھپتے رہتے ہیں۔ خدا معلوم وہاں فی الواقع ہوتا بھی ہے یا نہیں۔ لیکن ہندوستان میں تو یقیناً یہ بالکل ہی انوکھا معاملہ تھا۔ موہوب لہا کو خبر نہیں اور ہبہ نامہ رجسٹری ہو کر بذریعہ ڈاک اسکے پاس پہنچ گیا۔

کچہری سے گھر تک کوئی پانچ چھ مرتبہ مولانا نے وہ دستاویز پڑھی۔ فہیمہ اور نصیر کی لڑائی وہ اخباروں میں پڑھ چکے تھے تمام باتوں سے واقف تھے اسلیے دستاویز کی اصلیت میں انکو شبہ نہیں ہوا۔ پھر بھی باربار وہ سوچتے تھے کہ اس نعمت غیر مترقبہ کا باعث کیا ہے بالآخر وہ سمجھے کہ لوگ اس سے بڑی بڑی جائداد کار خیر میں وقف کر دیتے ہیں۔ فہیمہ نے بھی ثواب کا کام سمجھ کر یہ ہبہ نامہ تحریر کیا۔ لیکن جدت معاملہ کے باعث مولانا کو حیرت ضرور تھی۔ یقین ہوتا تھا اور پھر شک سے بدل جاتا تھا۔

مولانا نے طبیعت ایسی پائی تھی کہ وہ ان عطیات سے خوش ہونے والے نہ تھے وہ گھر پہنچے اور چپکے سے بیٹی کے ہاتھ پر وہ امانت رکھدی۔ محسنہ خاتون نے بھی دو مرتبہ دستاویز پڑھی اور مولانا سے پوچھا یہ کیا راز ہے۔

مولانا نے کہا کہ خدا نے تمھیں جائداد دی اسکا شکر ادا کرو۔

جب محسنہ خاتون کی سمجھ میں بات نہ آئی تو بالآخر مولانا نے کوئی آدھ گھنٹے تک سب قصہ نصیر اور اسکی بیٹی کا جہاں تک انکو اخباروں سے معلوم ہوا تھا کہہ سُنایا۔

محسنہ۔ ابا جان اس جھگڑے کی جائداد کا لینا تو اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

مولانا۔ جھگڑا تو کچھ بھی نہیں ہے معقول منافع کی جائداد ہے اور تمام خرخشوں سے اب پاک ہو گئی ہے لیکن پھر بھی زمینداری بڑی زحمت ہے۔ اولاد کا خراب کرنا ہو تو انسان زمینداری حاصل کرے۔ اولاد کو بے کار اور اپاہج بنانا ہو تو اُسکے لیے جائداد غیر منقولہ چھوڑ مرے۔ مجھکو تو زمینداری کا شوق نہیں ہے۔ تمکو اختیار ہے لو یا نہ لو۔

محسنہ - اچھا دیکھا جائیگا - جیسا آپ چاہین گے ویسا ہی ہوگا - جلدی کیا ہی ؟
لیکن ایک بات میرے دل مین کھٹکتی ہی - اسی جائداد نے فہیمہ کو لفیر سے لڑایا - لفیر
کی موت بھی اسی کے سبب سے ہوئی - جیسا ابھی آپ نے بیان کیا - مجکو اس منحوس چیز
کے لینے مین کچھ تامل سا ہوتا ہی -

مولانا - نحوست تو کوئی شی نہین ہی - لہٰذا ہر تم اس سے فارغ البال ہو جاؤگی
اور ممکن ہی کہ چندے آرام سے رہو - لیکن اور عیوب اسمین ہین جنکی طرف تمھاری
توجہ نہین ہی اور نہ اسوقت ہوسکتی ہی - میرے بتانے سے تمھاری سمجھ مین نہ آئیگا - تمھاری
عمر زیادہ ہوگی تو تجربہ خود بتادیگا - آخر کچھ تو سبب تھا کہ مین نے سیکڑون ہزارون روپیہ
ماہوار پیدا کیے لیکن زمینداری کی طرف کبھی توجہ نہین کی -

یہ کہکر مولانا باہر چلے آئے - یہان منشی محمد نواز ثاقب بار لائبریری کے کلرک
ماہواری چندے کی کتاب لیے ہوئے بیٹھے تھے - مولانا نے انکی صورت دیکھتے ہی
آدمی کو اشارہ کیا - آدمی نے ایک روپیہ منشی جی کے سامنے رکھدیا - مولانا نے مسجد کا
رخ کیا اور منشی جی باتین کرتے ہوئے پیچھے پیچھے چلے -

منشی - آج ایک لفافہ لیے ہوئے آپ کو ڈاکیہ تلاش کرتا تھا - مین نے پوچھا کیا ہی
تو اُسنے کہا رجسٹری شدہ لفافہ ہی -

مولانا - لفافہ تو مین نے پایا لیکن غضب کا لفافہ تھا -

منشی - کیا گھر سے کوئی خط آیا ؟ مولوی محمد حنیف کے مقدمہ کا کاغذ تو نہ تھا ؟ -

مولانا - گھر کا کوئی خط نہین ہی - اور نہ مولوی محمد حنیف کے مقدمہ کا کاغذ ہی - عرصہ ہوا
وہ اُنکے موافق فیصلہ ہوگیا - یہ نئے قسم کا کاغذ ہی - کچھ عجیب مضمون ہی - اپریل کا مہینا
ہوتا تو مین اپریل فول سمجھتا - یا حالات سے واقف نہ ہوتا تو کبھی باور نہ کرتا - آپ کو معلوم
ہوگا - چھپرہ مین کچھ لوگ باہم لڑتے تھے - شرعی حق کی تکرار تھی - ذی حق کو خدا نے
فتح دی - رسالہ محسنۃ الارامل تو آپ نے دیکھا ہوگا اسکی وجہ سے چھپرہ کے لوگ مجھ سے
خوب واقف ہوگئے ہین - مجھ سے اور میرے گھر والون سے اخوت اسلامی کی وجہ سے وہان کے

لوگ پہلے سے محبت رکھتے ہین۔ جیتنے والے فریق نے تمام جائداد متنازعہ کا ہبہ نامہ میری لڑکی کے نام لکھ کر بے شان وگمان میرے پاس بھیجدیا ہے۔ مولوی مجاہد میرے دوست ہین اور وہی اُس مقدمہ کے بانی تھے۔ یہ انھین کی نوازش ہوگی۔ لیکن دیکھیے خدا کو کیا منظور ہے جس شے سے مجکو تمام عمر نفرت رہی وہ میرے گلے کا ہار ہوا چاہتی ہے۔

منشی۔ آپ اتنے بڑے عاقل اور زیرک ہوکر یہ فرماتے ہین تو سخت تعجب ہے مجکو جو کچھ گفتگو ہے اُس دستاویز کی صحت مین ہے۔ اگر دستاویز صحیح ہے اور اسکے صحیح سمجھنے کا ذریعہ زیادہ تر آپ کو حاصل ہے تو چلیے شکرانے کا دوگانہ پڑھیے۔ آپ میرے مربی اور مخدوم ہین آپ کے فائدہ مین میرا فائدہ بھی ہے۔ مین بھی شکر کا سجدہ بجا لاتا ہون۔ کل کچہری پہنچکر بارلائبریری مین میرے بھائی عبدالرحیم کو مقرر کروا دیجیے گا۔ مین اسی وقت ساڑھے سات بجے کی ریل مین چھپرہ جاتا ہون۔ یہ معاملہ صحیح ہوا تو فوراً مین آپکو تار دونگا اور دیکھتے ہی میرے پاس دو سو روپیہ تار ہی پر روانہ کر دیجیے گا اور کل ہی یہان میرے نام ایک مختار نامہ عام رجسٹری کرا دیجیے گا۔ مین وہان پہنچکر قبضہ تو کرلون۔ ہبہ کا معاملہ بہت نازک ہوتا ہے۔ ایسا نہو واہب کی رائے پھر جائے اور بنا بنایا کھیل بگڑ جائے

مولانا۔ لاحول ولاقوۃ۔ تم بھی شیخ چلی کی سی باتین کرتے ہو۔ جائداد محسنہ خاتون نے پایا۔ انتظام کے لیے تم جانا چاہتے ہو تو اُنکے شوہر سے پوچھو؟ مین اس جھگڑے مین نہین پڑنے کا۔ مین نے ہزارون روپیے وکالت مین پیدا کیے لیکن ایک گھر بھی اپنے لیے نہین بنوایا۔ اور ہمیشہ کرایہ کے مکان مین رہا۔ مین نے قصداً کوئی مستقل سرمایہ چھوڑنا پسند نہین کیا تاکہ میری اولاد میرے ترکہ پر تکیہ کرے۔ پہلے مین اس ضلع مین آیا۔ اور پھر میرے ذریعہ سے میرے تمام اعزہ یہان آئے اور دیو ریا سے بستی تک پھیلے یہ سب کماتے ہین کھاتے ہین۔ اعزہ کے ساتھ احسان کرتے ہین۔ علم حاصل کرنے مین محنت اور شفقت کرتے ہین۔ تمام اقربا سے مین کہتا ہون کہ تم نے مستقل سرمایہ چھوڑنے کی فکر کی اور تمھارا زور گھٹا۔ خیر یہ تو ظاہری باتین ہین۔ اصلی لطف جو ہمارے

خاندان مین ہی اُسکو کچھ ہمین لوگ خوب جانتے ہین ہم مین ایک بھی دوسرے کا حاسد یا بدخواہ نہین ہی۔ ہر ایک بجاے خود مسرور اور خوش ہی اپنے بیگانون کا بہی خواہ ہی۔ ایک کو دوسرے پر بھروسا ہی۔ ایک کو دوسرے سے تقویت ہی۔ سچی محبت اور خالص ارادت دلون مین ہی۔ اگر کچھ بھی جائداد پیدا کرنے کا شوق دلون مین ہوتا تو یہ سب باتین جو ابھی مین کہہ گیا موجود نہ ہوتین۔ تم اس جائداد ملنے پر سجدہ شکر ادا کرنے کی صلاح دیتے ہو اور مین پنجوقتہ نماز کے بعد خدا سے دعا کرتا ہون کہ خدا یا تو مجکو میری اولاد کو میرے اقربا اور احباب کو رزق حلال دیجیو۔ محنت لیکر انکا پیٹ بھریو انکو کاہل اور نکما نہ کیجیو۔ اور دنیا سے با ایمان اُٹھائیو تمھین خیال کرو اس خاندان کا کیا حال ہوگا جسکو اتنی بڑی جائداد ملیگی۔ تم دیکھتے نہین جنکو خدا بے محنت کھانے کو دیتا ہی وہ خدا کی کیسی ناشکری کرتے ہین۔

منشی۔ ہر ایک کے خیالات جُدا ہوتے ہین۔ میری راے اب بھی وہی ہی جو مین نے عرض کی۔ آپ کے خیالات کا کیا کہنا۔ خدا مومنون کو ایسے ہی خیالات عطا کرے۔ لیکن اُنکے سُننے سے جو اثر مجھ پر ہوا وہ ناگفتہ بہ ہی معاف کیجیے گا۔ میرے تمام منصوبے بگڑ گئے۔ اب مین رخصت ہوتا ہون۔ کان پر پنسل رکھے ہوئے کل پھر بار لائبریری مین حاضر ہونگا۔

مولانا صاحب ۲ بجے رات کو اندر کے دالان مین سو رہے تھے کہ کسی کے پاؤن کی آہٹ محسوس ہوئی اور وہ گھبرا کر اُٹھ بیٹھے۔ دیکھتے ہین تو ننگے سر اور ننگے پاؤن محسنہ خاتون دوڑتی ہوئی چلی آتی ہی۔ مولانا کی جا نماز بچھی ہوئی تھی آتے ہی اُسپر وہ مُنھ کے بل سجدے مین گر پڑی۔ اوڑھنی جو سر سے کھسک گئی تھی مولانا نے برابر کردی۔ جب اُس لڑکی کے ہوش ذرا بجا ہوئے۔ مولانا کی موجودگی سے ذرا تقویت پہنچی تو اُسنے کہا۔ ابا جان مین نے اسوقت ایک ایسا خواب دیکھا ہی کہ خدا یا تیری پناہ۔ یہ کہکر پھر محسنہ خاتون سجدے مین گر پڑی مولانا ادر گھبرا گئے۔ تمام گھر کے چھوٹے بڑے یکجا ہوگئے۔ بی محسنہ خاتون کی خالہ جان آئی ہوئی تھین۔ وہ محسنہ کو گود مین لیکر بیٹھین۔ قرآن کی حمائل اس لڑکی کے کلیجے کے پاس رکھی گئی اور اُسنے اپنا خواب بیان کرنا شروع کیا۔

ابا جان ! مین ابھی ابھی نماز پڑھ کر لیٹی تھی اور لیٹتے ہی نیند آگئی۔ آپ کی باتین

ذہن میں تھیں۔ خواب میں وہی معاملہ پیش آیا۔ کیا دیکھتی ہون کہ ایک بہت بڑا لق و دق میدان ہے۔ جسمین بہت سے لوگ گھبرائے ہوئے پھر رہے ہین۔ گویا کوئی بڑی قیمتی چیز سبھون کی کھو گئی ہے۔ یا کوئی بڑا ہی پیارا گھر کا مر گیا ہے۔ کچھ عجیب معاملہ تھا۔ مین خود اپنے مین بھی وہی بدحواسی پاتی تھی۔ لیکن سبب معلوم نہ تھا۔ دو چار قدم آگے بڑھنے سے قریب ہی داہنی جانب ایک باغ کا عالی شان پھاٹک نظر آیا۔ مین اُدھر جتنا ہی دیکھتی اور غور کرتی تھی سیر بین کی طرح اُتنا ہی لطف بڑھتا جاتا تھا۔ مین دیکھتی تھی اُسکی رونق آناً فاناً ترقی کرتی جاتی تھی۔ اللہ اکبر کیا باغ تھا۔ اب تک میری نظر کے سامنے پھر رہا ہے۔ جان دینے مین مجھے دریغ نہ ہو اگر اُسکے بدلے مین وہ باغ ملجائے۔ اُس باغ مین مین نے دیکھا کہ ایک بہت عمدہ فوارہ جاری ہے اور اُسکے پاس ایک شخص مجاہد نام کھڑا ہوا ہے۔ کسی نے اُنکا نام مجکو نہین بتایا خود بخود معلوم ہو گیا۔ خواب مین مجکو حیرت تھی کہ مین نے اُنکا نام کیونکر جانا۔ مین فوارہ دیکھنے باغ کی طرف لپکی۔ مجھے دیکھ کر مجاہد نے کہا محمد بیگ بھی تمھاری بیٹی بھی آپہنچی"۔ مجاہد کا یہ کہنا تھا کہ ایک درخت کے نیچے سے آپ قدم بڑھائے ہوئے دروازے کی طرف لپکے۔ اور مین نے آپ کو دیکھ کر اپنے قدم تیز کیے۔ دفعتاً بائین جانب سے ایک ہولناک آواز میرے کان مین آئی۔ مین مڑ کر دیکھتی ہون تو ایک بوڑھے شخص کو دو آدمی گھیرے ہوئے کھڑے ہین۔ انمین سے ایک باغ کی طرف اس بیرمرد کو لانا چاہتا تھا اور دوسرا دوسری جانب کھینچتا تھا جدھر خوب غور کرنے سے ایک نہایت تاریک گڑھا نظر آیا اور سیر بین کی طرح جیسا مین نے ابھی بیان کیا اُس گڑھے کی وسعت اور عمق بھی آناً فاناً بڑھتا گیا اور ایک لمحہ کے بعد وہ عجیب خوفناک منظر بن گیا۔ آگ کا ایک شعلہ تھا جو بے انتہا دوری تک پھیلا ہوا تھا اور نہ معلوم کتنے اسمین پڑے ہوئے شور و غل مچا رہے تھے۔ اُس بوڑھے کو جو شخص گڑھے کی طرف کھینچ رہا تھا الامان اس درجہ مہیب صورت تھا کہ اُسکا دیکھنا ہی میرے نزدیک بہت بڑی سزا ہے۔ رنگ اُسکا سیاہ تھا۔ اور بدن کا حجم ہاتھی کے جسم سے زیادہ سخت تھا بڑا ہی ہیبت ناک تھا۔ سینگ دو ٹانگ قد مین بڑے ہاتھی سے بھی نکلتا ہوا دونون ہونٹھ سرخ اور ہاتھی کی سونڈ سے زائد دبیز۔ آنکھین مشعلون کی طرح روشن تھین اور ناک سے غلاظت

ستی تھی۔ بات کرنے میں منھ سے شعلے نکلتے تھے اور ایسی عفونت پھیلتی تھی کہ معاذاللہ۔ دو
آدمی جو اُس بوڑھے کو باغ کی طرف کھینچتا تھا میں کیا عرض کروں کیسا پاکیزہ صورت تھا
رحمت مجسم تھا۔ اُس دیوزاد کی طرف دیکھ کر جب اس فرشتہ رحمت کی طرف میں نظر کرتی
تھی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آنکھیں جلتی ہوئی آگ سے نکل کر برف کے کوزہ میں
آگئیں۔ میں نے آنکھیں بند کرلیں لیکن اُس دیوزاد کی آواز سے دل ہلا جاتا تھا۔ خالہ
جان دیکھو اب تک کلیجہ دھک دھک کر رہا ہے۔ ان دونوں فرشتوں میں خوب جھگڑا ہوا۔
رحمت کا فرشتہ پیرمرد کو دس قدم باغ کی طرف کھینچ لاتا تھا تو فرشتہ عذاب پانچ سات قدم
بڑھے کی طرف کھینچتا تھا۔ بہرحال ہر مرتبہ وہ غریب بوڑھا آدمی کچھ نہ کچھ باغ کے قریب ہوتا جاتا
تھا۔ یہ حالت دیکھ کر میرے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور میں باغ کی طرف نہ جاسکی تھوڑی
دیر کے بعد مجھے یہ خوف ہوا کہ یہ دونوں فرشتے اس بوڑھے کو لیے ہوئے مجھ تک پہنچ گئے
تو میرا کیا حال ہوگا۔ وہ سب ذرا قریب آگئے تو باتیں صاف سنائی دیں۔ فرشتہ عذاب
اور فرشتہ رحمت باہم جھگڑتے تھے۔ فرشتے کا لفظ میں اس لیے استعمال کرتی ہوں کہ
کا تنے عرصہ میں مجھے خودبخود معلوم ہوگیا کہ دنیا سے میرا تعلق چھوٹا۔ میں میدان حشر
میں کھڑی ہوں۔ ایک طرف بہشت ہے اور دوسری جانب دوزخ ہے۔ اور اب میں اُس
عالم میں آگئی جسکا حال سُنا سُنا کر ابا جان رویا کرتے تھے اور میں خود بھی کتابوں میں پڑھ
پڑھ کر ڈرا کرتی تھی۔ فرشتہ عذاب کی حجت تھی کہ اس بوڑھے نے خدا کی امانت میں بڑی
خیانت کی ہے۔ خدا نے ایک معصوم لڑکی کی پرورش اسکے تعلق کی تو یہ اُس امانت کو
وبال جان سمجھا۔ جو دولت خدا نے اسکو اپنی بندی کے خرچ کے لیے دی اسے اپنی
سمجھ کر دوسرے مصارف میں صرف کرتا رہا اور آخر میں اس نے نیت کی کہ اسکے بعد بھی اسکی
لڑکی خدا کی دی ہوئی نعمت سے فائدہ نہ اٹھائے۔ یہ کمبخت بڑا ہی بے ادب اور گستاخ
تھا۔ اپنی لڑکی کو یہ غیر کی لڑکی سمجھا اور خدا کی دولت کو اسنے اپنی دولت سمجھا۔ خدا کے حکم کو
اسنے بیجا تصور کیا۔ اور اپنی غلط رائے کو سچا سمجھا۔ دنیاوی دولت و ثروت تھوڑے
دنوں کے لیے امانتاً اسکے اختیار میں دیگئی تھی کہ اسکے مرنے کے بعد وہ امانت قرآن مجید کے

احکام کے مطابق حقداروں کے پاس پہنچ جائے یہ کافر نعمت اُس امانت کو خدا کی امانت نہین سمجھا۔ اپنا مال سمجھکر اُسکے لیے قرآن سے اچھا دستور العمل بنانا چاہا۔ رحمت کے فرشتہ کی یہ حجت تھی کہ آخر وقت اسنے توبہ کر لی تھی اور توبہ بھی سچے دل سے۔ انسان ہوا و ہوس مین پیدا ہوئے ہین۔ ہماری تمھاری طرح فرشتہ نہین ہین نہ انہین ملکوتی صفات ہین اُنکے معاصی پر نہ جاؤ۔ یہ دیکھو کہ مرتے وقت خدا سے انکا معاملہ کیسا تھا۔ مرنے کے بہت پہلے اسنے خلوص نیت سے توبہ کی اور مرتے دم تک یہ اپنے عہد پر قایم رہا۔ یہ مومن مرا اور جنت مین اسکو جانا چاہیے۔ ان دونون مین یہ باتین ہو ہی رہی تھین کہ فرشتہ عذاب مجھے دیکھکر میری طرف لپکا۔ فرشتہ رحمت نے سبب پوچھا تو اُسنے کہا کہ جس مادہ فساد نے اس بوڑھے کو تمام عمر پریشان رکھا وہ اب اس لڑکی کی طرف جزاً منتقل ہو گیا ہے ذرا اس سے پوچھنا ہے کہ یہ اس امانت کو قاعدے سے رکھے گی یا یہ بھی اس بوڑھے کی طرح عمر بھر ...... اور مرتے وقت ولی الرحمان ہو کر ہو جبہ ہم دونون مین جھگڑا پیدا کرے گی یہ حالت دیکھکر میرا کلیجہ منھ کو آگیا۔ لیکن ابّا جان مین اُس مسرت کا اندازہ نہین کر سکتی جو اسکے بعد ہوئی۔ وہ دیو زاد اپنی بات پوری بھی نہ کر چکا تھا کہ آپ باغ سے نکل کر میری طرف چلے۔ آپ کو آتا ہوا دیکھکر وہ عذاب مجسم اپنے مقام پر ٹھہر گیا۔ اور آپ مجھے باغ کے اندر کھینچ لائے۔ میرے پاؤن تو سوسن کے ہو رہے تھے لیکن آپکے ہاتھ لگاتے ہی گویا انہین پہیے لگ گئے اور آنکھ جھپکتے ہی مین باغ کے اندر تھی۔ مین نے دیکھا کہ میرے پیچھے وہ بوڑھا شخص بھی فرشتہ رحمت کے ہاتھ مین ہاتھ دیے ہوئے لپکا چلا آرہا تھا۔ پھاٹک کے اندر قدم رکھتے ہی میری آنکھ کھل گئی۔ فرشتہ عذاب کی مہیب صورت سے میرا دل دھڑک رہا تھا جب مین اس سائبان مین آئی۔ آپ کے پاس بالتخصیص میرا آنا اسلیے تھا کہ دیکھون آپ کیا کر رہے ہین

مولانا۔ بیٹا خواب خیال کی باتین چندان قابل لحاظ نہین ہوتین۔ گھبراؤ نہ۔ تمھارا خواب اچھا ہے۔

محسنہ۔ ابّا جان مین تو یہ سمجھتی ہون کہ یہ خواب الہام غیبی ہے مین نے آپ کی بات نہ مانی اسلیے غیب سے مجکو ہدایت ہوئی۔ زمینداری نعمت خدا ضرور ہے لیکن اسکے جھگڑون مین

ایمان کی خیر نظر نہیں آتی۔

مولانا کو اتنا سننا بہت تھا وہ فوراً ہی لمپ جلا کر بیٹھے اور ایک خط میں پورا خواب لکھ کر شکریہ کے ساتھ وہ دستاویز واپس کی۔ چار بجتے بجتے خط پورا ہوا اور ایک معتبر ملازم کے حوالہ کیا گیا کہ وہ اسوقت سے جا کر ریل کے اسٹیشن پر بیٹھے اور جب ریل آئے تو سوار ہو کر چھپرہ چلا جائے۔

مولانا محمد نبی بڑے پکے مولوی ہیں۔ فقیہ ہیں محدث ہیں۔ ایک عالم میں جتنی باتیں چاہییں انمیں موجود ہیں۔ سو درویشوں سے انکو کوئی لطف نہیں ہے اور نہ اپنے شاگردوں کو یہ فقیروں سے ملنے دیتے لیکن اس روز معلوم ہوا کہ کوئی کامل فقیر ہو تو مولانا صوفیانہ مذاق سے بے بہرہ نہیں ہیں کوئی سچا اہل دل ملجائے تو انکو اس سے ملنے میں کوئی عار نہیں ہے۔ مولانا کے گھر کے قریب ایک بڑے کامل درویش توکل مجسم ٹھہرے ہوئے تھے۔ مولانا چھپرہ کا خط لکھ کر مسجد کو چلے تو تھوڑی دیر کے لیے شاہ صاحب کی خدمت میں بھی حاضر ہوئے۔ شاہ صاحب نماز کے لیے وضو کر رہے تھے مولانا کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے آنے کا سبب پوچھا۔ مولانا نے تمام قصہ کہہ سنایا۔ شاہ صاحب نے مولانا کی بڑی تعریف کی اور بیعنامہ کا واپس کرنا بہت پسند کیا۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ زمینداری رکھنا خلاف شرع نہیں ہے لیکن اس زمانہ میں دس فیصدی ایسے ہیں جو زمینداری رکھ کر احکام شرع کی پابندی کر سکیں یوں تو دولت وحشمت یادالہی کی بھلانے والی ہوتی ہے لیکن سب سے خراب تمول وہ ہے جو زمینداری کے ذریعے سے حاصل ہو سب سے اچھے کاشتکار پھر محنت مزدوری یا تجارت سے روپیہ پیدا کرنے والے۔ دست غیب کی امید پر ملازمت کرنے والوں یا فرعون بے سامان ہو کر زمینداری رکھنے والوں کی صحبت سے خدا بچائے۔

مولانا کا خط جب چھپرہ پہنچا تو وہاں سب کی یہ رائے ہوئی کہ ہبہ نامہ مع خواب نامہ کے کلیم کے پاس بھیجدیا جائے۔ اور لکھا جائے کہ جو ڈگری تنسیخ نیلام کی فہیمہ نے حاصل کی تھی اس سے وہ دست بردار ہوتی ہے۔

انسان کے خیالات ہر وقت یکساں نہیں رہتے۔ اس خواب نامہ نے کلیم پر ایسا اثر کیا جسکی ذرا امید نہ تھی گویا قلب ماہیت ہو گئی۔ وہ لکھا پڑھا لائق اور خلیق تو پہلے ہی سے تھا۔ دل میں غرور تھا اور آنکھوں میں مروت نہ تھی بس اتنا ہی عیب تھا۔ لیکن خدا تو مقلب القلوب ہے کلیم کا دل دفعتاً ایسا پھر گیا کہ خدا ہر گمراہ مسلمان کا اسی طرح خاتمہ بخیر کرے تو اچھا۔ خط پڑھ کر وہ تھوڑی دیر تک ساکت رہا

اور پھر قلم دوات اُٹھا کر فہیمہ کے نام چٹھی لکھی۔

بی فہیمہ سلمہا

ہونے والی بات ہو کر رہتی ہے۔ تقدیر مین جو لکھا تھا ظہور مین آیا۔ تمھارا کوئی قصور نہ تھا لیکن غور کرو تو مین بھی بے خطا تھا۔ بندہ مجبور محض ہے۔ ہدایت خدا ہی کی طرف سے ہوتی ہے جب وقت آیا تو مین اپنے تمام معاصی سے تائب ہو کر تمھاری طرف رجوع کرتا ہون۔ ابا جان کی جائداد مین جو حصہ میرا ہے وہ بھی مین تمھارے حوالہ کرتا ہون اور تمھارے حصے سے تو مجھکو کوئی تعلق ہی نہین۔ اب مین دنیا ترک کرتا ہون اور خدا سے لو لگاتا ہون۔ مین تمھارا بھائی ہون اگرچہ فاسق اور فاجر ہون۔ عاقبت مین مجھے رو سیاہ دیکھ کر تمھین کیا ملجائیگا۔ تم میری خطائین معاف کرو گی اور مجھپر مہربانی ظاہر کرو گی تو خدا تم پر مہربان ہوگا۔

اپنے معاصی پر توبۂ نصوح کرنے والا کلیم سراز خطا۔

اسکے بعد کلیم صرف تین دن تک مسجد کے حجرے مین بند رہا اور تین دن کے بعد اُسکی نعش حجرے سے نکالی گئی۔ اب جائداد کی رہی سہی عظمت بھی فہیمہ اور تسنیم کے دل سے جاتی رہی ہے جس جائداد کے لیے متین نے اسقدر زحمتین اُٹھائی تھین وہ آج اُسکی نظرون مین اسقدر ذلیل ہے کہ جائداد نہ لینے کے جرم مین حبس دوام بعبور دریاے شور کی سزا اُسے دیجائے جب بھی وہ جائداد کی طرف رُخ نکرے مولوی سلیم دلی مین براج رہے ہین ابھی تک وہ جھنپ سے نہین آئے یہان اتنے انقلابات ہوئے لیکن اس بندۂ خدا نے ذرا بھی خبر نہ لی! استفسار حال کے لیے ایک خط بھی نہ بھیجا۔ استغنا ہو تو ایسا اب نصیر کی جائداد پر بدستور کارندون کا قبضہ ہے۔ صرف کلیم کی ایک نوجوان بیوہ گھر مین ہے۔ تمام کارندے اُسی کے اختیار مین ہین۔ اور وہی شیخ نصیر کی کل املاک پر قابض ہے۔

عدت کے دن پورے ہوتے ہی قندھار کے ایک مولوی واعظ کہین سے جھپٹ پہنچ گئے۔ شیخ کمال الدین کے یہ مرید تھے اور اسلیے کلیم کی بیوہ کو پہلے سے جانتے تھے۔ مولوی مجاہد نہ کسی کے دوست ہین اور نہ دشمن ہین۔ اصلاح قوم کے شیدا ہین۔ اپنے کام سے انکو کام ہے۔ انھون نے جوڑ جاڑ لگا کر مولوی واعظ سے شیخ کلیم کی بیوہ کا عقد کرا دیا۔

اے خدا صدقے تیری رزاقی کے جسکو تو دیتا ہے یون دیتا ہے۔

شیخ نصیر کے قبضہ مین کچھ جائداد نعیم کی بھی تھی جسکو نعیم کا بیٹا جبار رہن کر کے مرگیا اور نصیر نے اپنی مان کی طرف سے اسکا الفکاک کرالیا۔ نعیم جائداد کو بقاے نام کا ذریعہ سمجھتا تھا۔ نصیر کے خیالات بھی تمام عمر ایسے ہی تھے اور اخیر مین جو تبدیلی ہوئی وہ ایک خاص حالت تھی۔ ان دونون کی خواہشین اولاد ذکور مین جائداد رہنے کی طرف اس طرح مائل تھین کہ اولاد اناث کو دینا ناگوار تھا۔ در حقیقت خدا کو یہ دکھانا منظور تھا کہ بندے مجبور محض ہین نعیم اور نصیر جس جائداد کو اپنی سمجھتے تھے وہ اُنکی نہین تھی محض اُنکی امانت مین تھی مولوی واعظ اسکے وارث ازل سے قرار پا چکے تھے اور اُنکے قبضہ مین اُسکو جانا لازم تھا۔ نعیم اور نصیر نے کتنا زور مارا لیکن مشیت ایزدی کے سامنے کچھ بس نہ چلا۔

مولوی واعظ کا جائداد پر قابض ہونا ہر اعتبار سے اچھا ہوا۔ ایماندار اور نیک نیت مذہبی آدمی کے قبضہ مین وہ آئی تو خدا کی مرضی کے مطابق صرف ہوگی۔ لیکن عوام اپنے خیال مین جائداد کا غیر شخص کے قبضہ مین جانا بُرا سمجھتے ہین۔ یہ کوئی نہین سمجھتا کہ انسان دُنیا مین تنہا آتا ہو اور یہان سے پھر تنہا واپس جاتا ہو۔ زمین خدا کی ملکیت ہو کسی خاص شخص کی نہین ہو۔ دنیاوی تعلقات کے ساتھ وہ انسان کو ملتی ہو لیکن جب کسی کو ملتی ہو حالت ناپائدار کے ساتھ ملتی ہو۔ کبھی اُسکی زیست ہی مین اور اُسکے مرنے کے بعد تو یقیناً اُس شخص کے قبضہ مین جا رہتی ہو جسکو خدا تمام انسان کے رب ہونے کی حیثیت سے مستحق سمجھتا ہو۔ وہ سخت احمق ہین جو خدا کے انتظام مین اپنی راے لگاتے ہین۔

الله کے فضل سے نصیر کا تو ایسا عمدہ خاتمہ ہوا کہ خدا اپنے تمام بندون کے ساتھ ایسا ہی کرے خدا تمام مسلمان بھائیون کو نصیر کی سی توفیق خیر دے۔ شیخ کلیم پر خدا جانے کیا گزری لیکن اخیر اخیر اسنے بھی وہ کام کیا جو بڑے بڑے لوگون سے بمشکل ہو سکتا ہو۔ لیکن زبان خلق کو کیا کیا جائے اسوقت چہرہ کی تمام خلقت مولوی واعظ کو دیکھ کر کہتی ہو

مال موذی نصیب غازی

فاعتبروا یا اولی الابصار

تمام شد

STATE CENTRAL LIBRARY
HYDERABAD, A.P.

کاتب الحروف کمترین سید [illegible] بخش شائق ولد منشی امام بخش صاحب مرحوم ابن منشی گوہر شاہ صاحب [illegible] فضا الکھنوی [illegible] ۱۹

زاہدہ

ابو الفضل محمد احسان اللہ العباسی وکیل عدالت اعلیٰ ضلع گورکھپور کی یہ پہلی تصنیف ہے لیکن اشاعت کے اعتبار سے سب سے پچھلی ہے۔ مصنف نے اسکا ذکر تاریخ الاسلام کے دیباچہ میں کیا ہے۔ مصنف کو مفسر اور مورخ بننے کی دھن میں ناولسٹ مشہور ہونے کی پرواہ نہ تھی بلکہ ممدوح کو اس کتاب کے شایع کرنے میں تامل تھا۔ قوم کو قصہ کہانی کی طرف جو رغبت ہو رہی ہے۔ بھلا اہل مطالع ایسی کھری پونجی سے اب بیشتر پوشی کر سکتے ہیں۔ تاریخ الاسلام کی لوح ہے ہم نے یہ کتاب داخل تصنیفات کر دی تھی۔ ممدوح کی تالیف و تصنیف نے جو قبولیت عام پیدا کی ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ کتاب چھپی نہیں اور لوگوں کے خطوط آنے لگے۔ بالآخر اشاعت کتاب کے لیے اجازت حاصل کرنے میں ہم کامیاب ہوئے اور اس کتاب کو قوم کے سامنے پیش کرنے کا فخر ہم نے حاصل کیا۔ اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ زمانہ موجودہ کے مطابق نصیحت اور قومی اصلاح کی کوشش اس خوبی سے کی گئی ہے کہ کوئی ذی علم اسے حد سے زیادہ پسند کیے بغیر نہ رہیگا۔ نصیحت اور اخلاق کی باتوں سے قطع نظر کر کے نفس قصہ پر لحاظ کیا جائے تو وہ بھی بطور خود ایسا ہے کہ اچھے سے اچھے انگریزی ناولوں سے اگر مقابلہ کیا جائے تو اسکا پلہ بھاری رہے گا۔ عبارت سلیس اور صاف۔ ادائے مدعا کا طرز دلچسپ اور زبان سلیس اور بامحاورہ۔ قصہ ایسا دلچسپ کہ ختم کیے بغیر ناظرین کتاب ہاتھ سے نہیں رکھ سکتے۔ حکایت اور قصہ کے پیرایہ میں عمدہ باتوں کا سبق دینا کچھ نئی بات نہیں ہے۔ دیگر اقوام کے علاوہ خود اکابر اسلام کی بہت سی تصانیف اسکی شاہد ہیں لیکن جو جدت اس کتاب میں ہے وہ یہ ہے کہ قصہ حد سے زیادہ دلچسپ ہے اور مذہب اور اخلاق کی تمام اہم باتیں موجودہ زمانہ کی ضرورتوں کے لحاظ سے اس طرح بیان کی گئی ہیں کہ دل پر اثر کیے بغیر نہیں رہ سکتیں۔ مذہب اسلام کے تمام ضروری مسایل اس اٹھارہ جزو کی کتاب میں ذکر کیے گئے ہیں۔ اور پھر ہم لکھتے ہیں کہ مذہبی مسایل کے ساتھ قصہ کا از حد عجیب ہونا اس کتاب کا حصہ ہے۔ مضامین کتاب حسب ذیل ہیں۔

وضعداری۔ احسان کا بدلا۔ حمیت۔ ماں کی نصیحت۔ ماں کی محبت۔ بے ثباتی عالم۔ موت۔ عادت طبیعت ثانی ہے۔ رسم پردہ۔ عمر بے ثبات۔ نئی تہذیب کا اثر۔ قانونی سزا کا اثر۔ وعظ و نصیحت۔ مشن سکول۔ نئی تعلیم۔ رسالت کی ضرورت۔ توکل۔ ہستی۔ السلام علیکم۔ موالفت۔ حیا۔ سحر خیزی۔ نماز صبح۔ مذہبی تعلیم۔ ہندوؤں کی عبادت۔ حضور قلب۔ حسن صوت۔ سماع۔ اثر صحبت۔ ضرورت مذہب۔ عبادت اہل اسلام۔ کرشمہ قدرت۔ محبوب کے بات سننا۔ شرعی پابندی۔ بچپنے کی شادی۔ عقد بیوگان۔ بیاہ۔ رنڈاپا۔ مسلمانی کیا شے ہے۔ الوہیت میں شرک۔ نبوت میں شرک۔ پیغمبر کی بیبیاں۔ ملکی رسم و رواج۔ خدا کا عدل و حکمت۔ کسی کو ذلیل نہ جانو۔ عورتوں کے حقوق ادا کرو۔ خدا سے ڈرو۔ حکمت عملی۔ دور اندیشی۔ ارکان مذہب کی توہین نہ کرو۔ مذہب میں نیا ایجاد نہ کرو۔ شعار اسلام کیا ہیں۔ وطن کی محبت۔ تبدیل وضع۔ بے تمائی حسن۔ مصلحان قوم کا ضعف۔ قومی تفریق۔ ہندوؤں کی رسم نہ سیکھو۔ طلسم۔ مجنون۔ حب وطن۔ شرم بیجا۔ فرائض والدین۔ فرائض اولاد۔ کشش عشق۔ اثر دعا۔ تصوف۔ کثرت ازدواج۔ زنا۔ مہر۔ طلاق۔ ترکہ۔ مذاہب کا مقابلہ۔ وضو۔ نماز۔ تجہیز و تکفین۔ اجتہاد۔ حقیقت اسلام۔ تمدن۔ توحید۔ معاد۔ روح۔ دوزخ۔ بہشت۔ لباس زنان۔ نتائج بدکاری۔ معاصی۔ توبہ۔ سجدہ۔ شکر۔ مہمانداری۔ نفقہ زوجہ۔ ارواح کا دعوا۔ مصالح نکاح۔ مذہب و فلسفہ۔ قضا و قدر۔ جبر و اختیار۔ قرآن موافق عقل۔ قمار بازی۔ سود خواری۔ بیٹوں کے حق غصب نہ کرو۔ کرامات اولیا۔ اوقات نماز۔ جمعہ۔ عیدین۔ حج۔ زکوٰۃ۔ اخوت اسلامی۔ غرضکہ شروع سے اخیر تک یہ کتاب نصیحت ہی نصیحت ہے۔ لیکن پھر ہم اس کتاب کی جدت کی طرف ناظرین کو متوجہ کرتے ہیں کہ حسن و عشق کی الفرحب حکایت میں یہ باتیں اس طرح موقع موقع سے بیان کی گئی ہیں کہ قصہ کی دلچسپی میں ذرا فرق نہیں آتا۔

زاہدہ کی نسبت جو رائیں معزز اور لایق اڈیٹران اخبار نے ظاہر کیں چند فقرے انکے درج کیے جاتے ہیں

جامع العلوم۔ زاہدہ کا پلاٹ بالکل نیا ہے۔ ہماری زبان میں مسلمانوں کے مذہب کی تعلیم دینے کا طریقہ اس سے بہتر ہو نہیں سکتا ہے۔

سول اینڈ ملٹری نیوز۔ نہایت ہی دلچسپ قصہ ہے۔ مسلمانوں کو قصہ کے پیرایہ میں دینی مسائل کی تعلیم دینے کا طریقہ اس سے بہتر ہو نہیں سکتا۔ انصاف کی بات یہ ہے کہ ایسا دلچسپ اور نتیجہ خیز ناول آج کل کی تصانیف میں ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ مصنف نے مشکل سے ادق مسائل کو کہانیوں میں حل کیا ہے۔

معین الہند۔ اتنا موثر قصہ جس میں واقعیت ظاہر کرنے کا لحاظ کیا ہو ہماری نظر سے نہیں گزرا۔ یہ ایک محض دلچسپ کہانی نہیں ہے بلکہ اسکا ہر فقرہ تہذیب اور شایستگی خیالات سے لبریز ہے۔ مذہبی لطف انگیز تقریریں نہایت متانت سے ادا کی گئی ہیں۔

شحنۂ ہند۔ ہم اس ناول کی جسقدر تعریف کریں بجا ہے۔ نہایت سیدھا سادا اور نہایت سلیس اور مہذب ناول ہے اور باینہمہ اسقدر دلکش ہے کہ جسقدر مطالعہ کرتے جائیے اُتنی ہی مطالعہ کا شوق بڑھے گا۔

صدائے ہند۔ اگر مولوی نذیر احمد صاحب دہلوی نے اپنی کتابوں میں مذہبی مسائل کو ناول کے پیرایہ میں بیان کرنے کا کمال دکھایا ہے تو زاہدہ کے مصنف نے بھی دو ہاتھ بڑھ کر بازی لی ہے اور اس خوبصورتی کے ساتھ کتاب ختم کی ہے جیسا کہ ایک مشاق اور قابل مصنف سے امید ہو سکتی ہے۔ کوئی شک نہیں کہ یہ کتاب جادو کی پڑیا ہے پڑھنے والے پر اثر کیے بغیر نہیں رہ سکتی۔ فسانہ کی دلچسپی کتاب کو ختم کیے بغیر چھوڑنے نہیں دیتی۔

مشیر ہند۔ ایک طرف حسن و عشق کے راز و نیاز اور دوسری طرف تمام اہم اسلامی مسایل اس خوبصورتی سے بیان کر دیے ہیں کہ باید و شاید۔ مولوی احسان اللہ جیسے چند ناولسٹ اگر ہندوستان میں اور خصوصاً مسلمانوں میں پیدا ہو جائیں تو اسکو فال نیک سمجھنا چاہیے۔

ہمدرد۔ ایک فرضی قصہ کے پیرایہ میں مذہبی مسایل کی عمدگی ظاہر کی گئی ہے۔ اور بہت کافی طور پر مہذبانہ الفاظ اور معقول خیالات اور شایستہ فقرے استعمال کیے ہیں۔ باینہمہ نفس قصہ بجائے خود ایک نہایت پر اثر اور دلکش ناول ہے۔

وکیل اخبار۔ قومی معاملات کی اصلاح کو ایسے عجیب طور سے بیان کیا ہے کہ جو اثر ایک فصیح البیان لکچرار کی تقریروں سے بڑی جانکاہی کے بعد ہو وہ باتوں باتوں میں اس قصے کے دیکھنے سے ناظرین کے طبایع پر ہو جاتے۔

قیمت۔ ایک جلد کے خریدار سے فی جلد ۱۲؍ اور ۵ جلدوں کے خریدار سے فی جلد ۱۰؍ ۲۵ جلدوں کے خریدار سے فی جلد ۱۲؍ مجلد فی جلد ۱۴؍ محصول ڈاک اور اخراجات ویلیو پی ایبل فی جلد ۴؍ درخواست نقد یا بذریعہ ویلیو پی ایبل کرانی چاہیے۔

منشی سیتلا بخش شایق دفتر الوقت گورکھپور مغربی و شمالی سے طلب فرمایئے

تاریخ الاسلام

حضرت ابراہیم خلیل اللہ سے آج تک اسلام و اسلامی سلطنتوں کے حالات

ابوالفضل محمد احسان اللہ العباسی وکیل عدالت دیوانی گورکھپور مترجم قرآن مجید کی یہ جدید تالیف ہے۔ ترجمہ کرتے وقت معلوم ہوا کہ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے حالات جب تک معلوم نہ ہوں وہ قرآن شریف کو اچھی طرح نہیں سمجھ سکتے ہیں ترجمہ اشاعت آٹھ دس پارے تک پہنچی تھی کہ پیغمبر خدا کے حالات منضبط کرنے میں مصروف ہوئے [illegible] تاریخی دلچسپی پڑھنے کا نتیجہ تاریخ الاسلام مجلد عمدہ کاغذ پر صاف چھپی ہوئی مع مقدمہ وغیرہ چار سو صفحون سے زیادہ قیمتا ستے کی ناظرین [illegible] سامنے پیش ہے اس کتاب میں حضرت خلیل اللہ کے وقت سے پیغمبر خدا کی ولادت تک بالاجمال اور پھر آپکے عہد و خلیفہ بن عبد اللہ خلیفہ تک بالتفصیل اور بعد اسکے پھر بالاجمال زمانہ موجودہ تک کے سلاطین اسلام کا سلسلہ ادا کیا ہے۔ صرف ترکی۔ ایران۔ مصر وغیرہ ہی کی بڑی بڑی سلطنتیں مذکور نہیں ہیں بلکہ تمام دنیا کی چھوٹی چھوٹی سلطانی ریاستیں بھی سلسلہ وار دلچسپ حالات کے کیجتی ہیں۔ پیغمبر خدا اور آنکے صحابہ کے وقت کے حالات اس طرح منضبط کیے گئے ہیں کہ سیر و حدیث سے جہانتک کو تعلق ہے ناظرین بے نیاز ہو سکتے ہیں۔ کتاب کا لطف دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ مسلمانوں کو اس کتاب کا اپنے گھر میں رکھنا زبان میں کوئی کتاب ایسی دلچسپ آج تک تالیف نہیں ہوئی ہے۔ اس کتاب سے ایک بڑا فائدہ یہ ہو کہ تاریخی واقعات کے نہ جو غلط فہمیاں اور تعصبات بیجا مسلمانوں کے فرقوں میں قائم ہیں وہ اس کتاب کے پڑھنے سے رفع ہو جائیں گے۔ اس کتاب میں بڑی سچائی سے صحیح واقعات درج کیے ہیں۔ اس کتاب میں ایک بڑا لطف یہ بھی ہو کہ غیر مذہب کے لوگ اسے پڑھ کر اسلام سے محبت کرنے لگے اور مسلمان اسے پڑھ کر باہمی ناجائز تعصبات کو بھول جائیں گے۔ اس کتاب میں تمام دنیا کا نقشہ درج ہے جہاں اسلام پہنچا ہے وہاں کا نقشہ جغرافیہ اور پولٹیکل حالات پہلے بیان کی گئی ہے اور پھر مسلمانوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے صرف مسلمانوں ہی کے حالات نہیں معلوم ہوتے بلکہ تمام دنیا کی تاریخ پر ایک سرسری نظر ہو جاتی ہے۔ ذیل میں اس کتاب کے باب اور فصل کی تفصیل ہے جس سے ناظرین اندازہ کر سکیں کہ اس کتاب میں کیا کیا باتیں درج کی گئی ہیں۔

تمہید

حمد و نعت۔

باب اول ازابتدائے عالم تا ولادت رسول عربی

فصل ملک عرب کا جغرافیہ [illegible] حضرت اسمعیل اور آنکے اسلاف و اخلاف [illegible]

باب دوم از ولادت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تا وفات

فصل زمانہ [illegible] سن شعور سے ہجرت تک [illegible] ہجرت مدینہ سے وفات رسول تک

باب سوم خلفائے اربعہ

فصل حضرت ابوبکر صدیق [illegible] حضرت عمر فاروق [illegible] حضرت عثمان غنی [illegible] حضرت علی رضی اللہ عنہ

باب چہارم قریشی النسل خلفا

فصل بنو امیہ [illegible] بنو عباس

باب پنجم سلاطین مابعد

فصل اندلس میں اسلام [illegible] افریقہ [illegible] ملوک طوائف [illegible] سلاطین دیالمہ [illegible] سلاطین سلجوقیہ [illegible] خوارزم شاہ [illegible] چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستیں [illegible] چنگیز خان اور اسکی اولاد

باب ششم الاسلام فی الہند

فصل ہندوستان کے ابتدائی حالات [illegible] ابتدائے اسلام سے سلاطین غزنی کے خاتمہ تک [illegible] غوریوں کی سلطنت [illegible] غلام بادشاہوں کا بیان [illegible] خلجیوں کی سلطنت [illegible] خاندان تغلق [illegible] سیدوں کا خاندان [illegible] لودھیوں کا خاندان

[illegible] خاندان سوری [illegible] چھوٹی چھوٹی اسلامی ریاستیں [illegible] چھوٹی چھوٹی خودمختار ریاستیں مغلوں کی سلطنت [illegible] اسلام کا ملکی مذہب کیوں نہ ہوا۔

باب ہفتم مسلمانوں کی سلطنتیں

فصل سلطنت عثمانیہ [illegible] سلطنت ایران [illegible] مسلمانوں کی چھوٹی چھوٹی [illegible]

باب ہشتم محض واعظانہ ذریعے سے اشاعت

فصل مسلمانان چین [illegible] یورپ اور امریکا میں اسلام

تاریخ الاسلام کی نسبت جو رائیں پیشوایان قوم نے ظاہر کی ہیں ان میں سے چند فقرے تیمنا نقل کیے

آنریبل مسٹر جسٹس مولوی سید امیر علی صاحب۔ میں نے تاریخ الاسلام کو بغور تامل ملاحظہ کیا اور اسکی طرز جدید اور عمدگی کو دیکھ کر خوش ہوا۔ تمام واقعات اہل اسلام ابتدا سے انتہا تک بصورت اختصار اچھی طرح بیان کیے گئے ہیں مسلمانان ہند اس کتاب کو شوق سے مطالعہ کر کے اپنی تاریخی حالات سے کما ینبغی واقفیت حاصل کریں۔

آنریبل مسٹر جسٹس مولوی بدر الدین طیب جی۔ میں اس کتاب کو دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ ہماری اردو لٹریچر میں ایک [illegible] اس کتاب سے پوری ہوئی۔ اس قسم کی تالیفی نہایت مفید کام کرنے سے مولف نے بڑی خدمت انجام دی ہے۔

آنریبل حاجی مولوی محمد اسمعیل خان صاحب سابق ممبر لیجسلیٹو کونسل ممالک مغربی و شمالی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ یہ ضرور ہے اردو میں شائع کی گئی ہے کیونکہ میں نے قبل ازیں اپنی زبان میں کوئی ایسی کتاب نہیں دیکھی جیسی تاریخ الاسلام

استاد وقت جناب مولوی محمد فاروق صاحب چریا کوٹی۔ ہمارا خیال [illegible] دنادرہ عرفی اور سا [illegible] اسلام [illegible] کا تب الحروف [illegible] [illegible]

ابو ہارون حاجی مولوی محمد موسی خان صاحب رئیس علی گڈھ۔ تاریخ الاسلام دیکھ کر میں نے گوارا نہ کیا کہ بغیر داد دیے رہوں۔ ایسی مختصر اور جامع کتاب آج تک زبان اردو میں تالیف نہیں ہوئی۔

مولانا محمد اصغر صاحب سالق سشن جج رام پور۔ کوئی شک نہیں کہ اس زمانہ میں ایک ایسی اردو کتاب کی سخت ضرورت تھی۔ ان تمام خوبیوں کے قیمت صرف پانچ روپیہ فی جلد مجلد مقرر کی گئی ہے۔ تاجروں کو فی عدد کی [illegible]

شائقین منشی سیتا بخش دفتر اخبار الوقت گورکھپور ممالک مغربی و شمالی سے طلب فرمائیں